كذٰلك يضرب الله للناس أمثالهم (القرآن)

الأمثال والأوزان في القرآن الكريم

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
أستاذ جامعہ انوار العلوم مہران ٹاؤن کورنگی

مکتبہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ

كَذَٰلِكَ يَضْرِبُ اللَّهُ لِلنَّاسِ أَمْثَالَهُمْ (القرآن)

قرآنی امثال اور قرآنی رنگوں کے تذکرہ پر مشتمل ایک انوکھی تالیف

الأمثال والألوان

فی

القرآن الکریم

مفتی عبد المتین

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

استاذ جامعہ انوار العلوم، مہران ٹاؤن کورنگی

مکتبہ عمر فاروق

4/491 شاہ فیصل کالونی کراچی

نام کتاب .... الامثال والالوان فی القرآن الکریم

مؤلف ------------------ مفتی عبد المتین

اشاعت اوّل .... جون 2010

تعداد 1100

طابع .... القادر پرنٹنگ پریس کراچی

ناشر .... فیاض احمد 0334-3432345 021-34594144

مکتبہ عمر فاروق 4/491 شاہ فیصل کالونی کراچی

ملنے کے پتے

دار الاشاعت، اردو بازار کراچی
اسلامی کتب خانہ، علامہ بنوری ٹاؤن کراچی
قدیمی کتب خانہ، آرام باغ کراچی
ادارۃ الانور، علامہ بنوری ٹاؤن کراچی
مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ کوئٹہ
کتب خانہ رشیدیہ، راجہ بازار راولپنڈی
مکتبہ العارفی، جامعہ امدادیہ ستیانہ روڈ فیصل آباد
مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار لاہور
مکتبہ سید احمد شہید، اردو بازار لاہور
مکتبہ علمیہ، جی ٹی روڈ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ
وحیدی کتب خانہ، محلہ جنگی قصہ خوانی بازار پشاور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مولانا کمال الدین المسترشد

حامداً ومصلیاً ومسلماً

وبعد! راقم الحروف نے جناب مفتی عبدالمتین صاحب زید مجدہ کی کتاب کا مطالعہ کیا اور اسے اپنے منفرد موضوع پر بہت مفید پایا، اس کتاب میں دو موضوعات ''امثال القرآن والوان القرآن'' پر بڑی تفصیل سے بحث کی گئی ہے، اس لئے یہ کہنے میں کوئی مبالغہ نہ ہوگا کہ امثال والوان پر اردو میں یہ ایک منفرد و مثالی کتاب ہے، رہا اس کا مفید ہونا تو یہ قاری کے ذوق کا فیصلہ ہے کیونکہ نہ تو سب لوگ ایک موضوع کو پسند کرتے ہیں اور نہ ہی ناپسند، بلکہ تقریباً تمام کتب پر ملا جلا ردعمل آنا عام مشاہدہ ہے،

جہاں تک اس موضوع کی اہمیت ہے تو اہل علم کیلئے اس پر کسی دلیل دینے کی ضرورت نہیں کہ وہ خوب جانتے ہیں کہ قرآن کی ہر مثال اور ہر رنگ مطلب کے ساتھ ہم آہنگ ہوتا ہے، کیونکہ عام لوگ کسی معقول حقیقت کو محسوس طریقہ کے بغیر سمجھنے سے قاصر ہوتے ہیں، اس لئے جب کوئی ماوراء الحس معنی کو محسوس کے ساتھ تشبیہ دیجاتی ہے تو وہ معنی بصورت محسوس نظر آنے لگتا ہے یوں وہ حقیقت کا محسوس ہو کر سب کیلئے قابل فہم بن جاتی ہے اس لئے کلام ربانی اور انبیاء وعقلاء کی گفتگو میں مثالیں بکثرت پائی جاتی ہیں، کیونکہ کلام میں اصل معنی ہے، الفاظ تو دلالت اور تعبیر کیلئے ہوتے ہیں اور معنی کو ذہن نشین کرنے کے لئے امثلہ کا کلیدی کردار ہوتا ہے۔

بہر حال قرآن کریم کے تمام پہلوؤں پر علمی کتابیں لکھنا قرآن کی خدمت کا بہترین طریقہ ہے، اللہ ہم سب کو قرآن عظیم کی خدمات کی توفیق اور قبولیت عطاء فرمائیں

امین ثم آمین

کتبہ کمال الدین المسترشد

خادم الاحادیث النبویۃ جامعہ اسلامیہ مخزن العلوم کراچی

۱۶ جمادی الاولی ۱۴۳۱ھ مطابق یکم مئی ۲۰۱۰ء

پیش لفظ

اللہ تعالیٰ کی قدرت کی یہ واضح دلیل ہے کہ اپنی کتاب کی خدمت کسی سے بھی لے سکتا ہے۔قرآن کریم میں جابجا اور سورۃ کہف میں خاص طور پر مادہ پرستی اور روحانی اور خدائی قوت کا تقابلی معرکہ آرائی نظر آتی ہے،جس میں خدائی طاقت کے سامنے مادہ پرستی کا بت پاش پاش ہوجاتا ہے کہنے کا مطلب صرف اتنا ہے کہ اللہ عزوجل کی خالص کرم نوازی تھی کہ ہم جیسے علم وعمل کے بے سروسامان مسافر سے منزل مقصود تک پہنچانے والی رہبر کتاب کی خدمت گاری کا شرف اوراعزاز بخشا۔

(فللّٰه الحمد والمنّه علیٰ ذالك)

''الامثال والالوان فی القرآن الکریم'' بندے کے اس مولفہ کتاب میں کوئی خاص کلیدی کردارنہیں۔ بلکہ ہماری مثال تو صرف گلدستہ سازکی ہے۔جس نے علمی باغیچےاور گلشن علم ومعرفت سے رنگ برنگ پھول جمع کر کے شائقین علوم قرآن کی نذر کیے۔

پس فضیلت اُنہیں مشاہیر علم کیلئے ہے جو ہرلحاظ سے کامل تھے۔

آیتوں کے ترجمے میں شیخ الاسلام استاذ محترم مفتی تقی عثمانی......دام اللہ

فیوضہم علینا وعلی جمیع المسلمین کی تفسیر توضیح القرآن المعروف ب......آسان ترجمہ سے استفادہ کیا گیا ہے۔جبکہ مقدمۃ الامثال میں علامہ جعفر السبحانی کی کتاب ''الامثال فی القرآن الکریم اور امثال القرآن میں علامہ ابن قیم جوزیؒ اور الوان میں ''دلالات الالوان فی القرآن'' مولفہ ابواسلام احمد بن علی سے استفادہ کیا گیا ہے۔جبکہ ساتھ ساتھ دیگر کتب تفسیر بھی پیش نظر رہے۔

مذکورہ بالا چاروں کتابوں کے حوالے کا ہر جگہ التزام نہیں کیا گیا اور مابقی اقتباسات میں حتی الامکان حوالہ درج کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

آخر میں ضعیف والدین اور بڑے بھائی قاری عبیدالرحمٰن زید مجدہ اور جملہ معاونین ومحسنین کا شکر گذار ہوں جنہوں نے کتاب کی تیاری میں ہر ممکن تعاون کیا۔

جزاھم اللہ احسن الجزاء فی الدنیا والاخرہ

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے دین کی خدمت کے ساتھ استقامت کے ساتھ جوڑے رکھے اور فتنے کے دور میں خاتمہ ایمان پر کردیں۔

امین

ابوعبدالباسط عبدالمتین بن محسن گل

خادم جامعہ انوار العلوم مہران ٹاؤن کورنگی کراچی
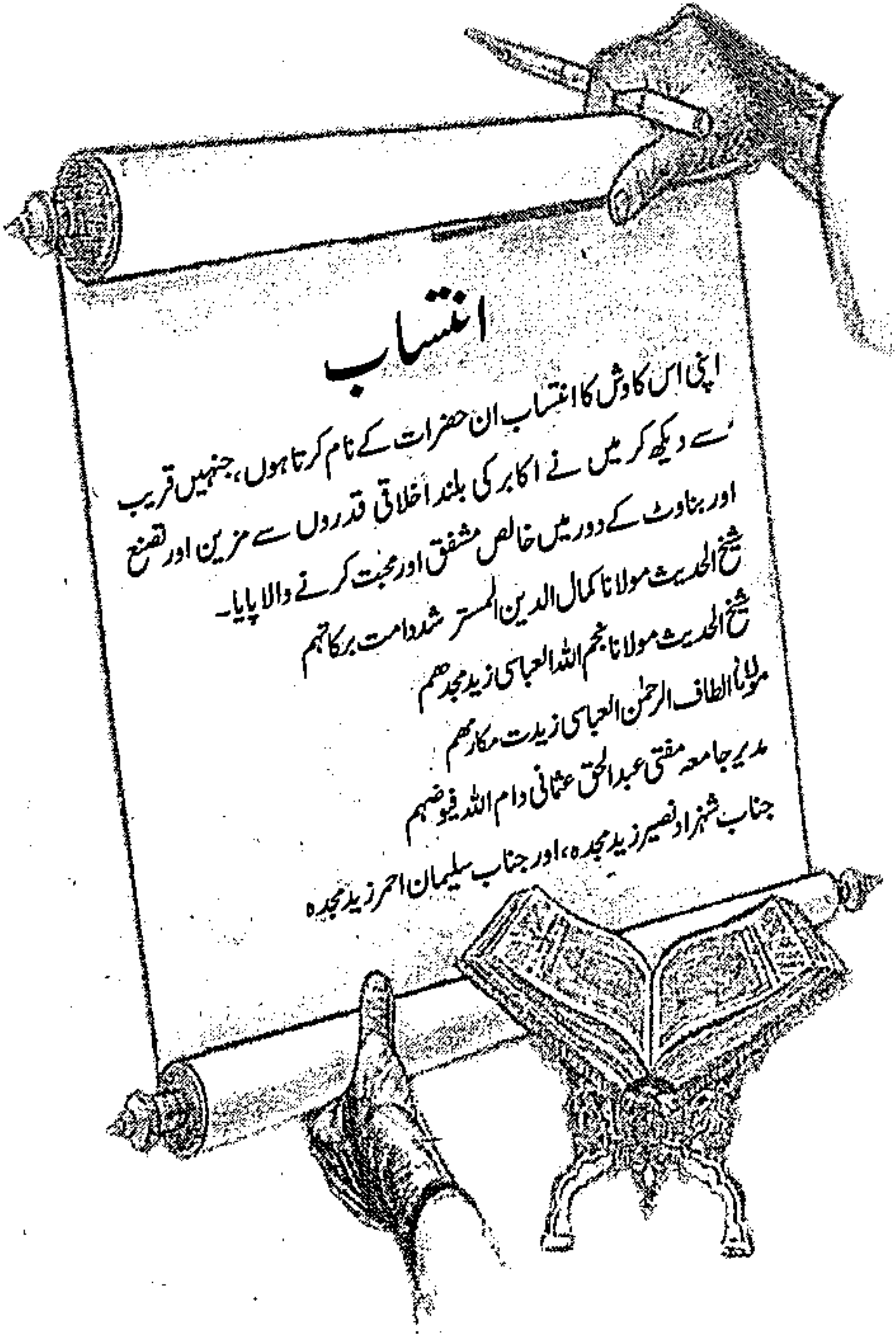
انتساب

اپنی اس کاوش کا انتساب ان حضرات کے نام کرتا ہوں، جنہیں قریب سے دیکھ کر میں نے اکابر کی بلند اخلاقی قدروں سے مزین اور تصنع اور بناوٹ کے دور میں خالص مشفق اور محبت کرنے والا پایا۔

شیخ الحدیث مولانا کمال الدین المسترشد دامت برکاتہم

شیخ الحدیث مولانا نجم اللہ العباسی زید مجدھم

مولانا الطاف الرحمٰن العباسی زیدت مکارمھم

مدیر جامعہ مفتی عبدالحق عثمانی دام اللہ فیوضھم

جناب شہزاد نصیر زید مجدہ، اور جناب سلیمان احمر زید مجدہ

فہرست

الباب الاول فی بیان
مقدمۃ الامثال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قرآن کریم میں استعمال ہونے والی امثال پر مفصل تحقیق

''لو انزلنا هذا القراٰن علی جبل لرأيته خاشعا متصدعا من خشية الله وتلک الامثال نضربها للناس لعلهم يتفكرون ○''

(سورۃ الحشر:۲۱)

ترجمہ: اگر ہم نے یہ قرآن کسی پہاڑ پر اتارا ہوتا تو تم اسے دیکھتے کہ وہ اللہ کے رعب سے جھکا جارہا ہے، پھٹا جارہا ہے۔ اور ہم یہ مثالیں لوگوں کے سامنے اس لیے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ غور وفکر سے کام لیں۔

پہلی بحث: لفظ مثل کی لغوی تحقیق

لغت کی بڑی اور معتبر کتابوں (مثلاً لسان العرب اور قاموس محیط وغیرہ) میں یہ بات مذکور ہے کہ ''مثل'' کے لفظ کے کئی معانی ہیں جیسے: کسی چیز کی نظیر، صفت، عبرت، کسی کے لیے بنائی گئی مثال جس پر وہ چلایا جائے۔

''ان للفظ ''المثل'' معانی مختلفة، كالنظير والصفة والعبرة ومايجعل مثالا لغيره يحذى عليه الى غير ذالک من المعانی''.

(لسان العرب ۲۲/۳ مادۃ مثل)

اور القاموس المحیط میں علامہ فیروزی رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

''المِثل. بالكسر والتحريک. الشبه، والجمع امثال؛ والمَثَل: محركة. الحجة والصفة؛ والمثال: المقدار والقصاص، الى غير ذالک من المعانی. (القاموس المحیط ۴۹/۴ مادۃ مثل)

ترجمہ: ''المثل'' کا لفظ مِثْل اور مَثَل دونوں طرح سے آتا ہے، اسکے معنی ہیں مشابہ ہونا، اس کی جمع امثال آتی ہے جبکہ مَثَــل کے معنی حجت اور صفت ہیں۔ مثال کا مطلب اندازہ اور برابری کے ہیں ان کے علاوہ کئی طرح کے معانی آتے ہیں۔

لیکن صحیح یہ ہے کہ مذکورہ اور دوسرے معانی لفظ ''مثــل'' کے مصداق بن سکتے ہیں۔ علماء لغت نے جو کچھ ذکر کیا ہے وہ خلط مفہوم سے ہے ورنہ ایک لفظ کے ایک یا دو معنی ہی ہوتے ہیں باقی تو اس مفہوم کی صورتیں اور مصداق ہوا کرتے ہیں۔ یہی وہ بنیادی بات ہے جس پر علامہ ابن فارس نے اپنی شہرہ آفاق لغت ''معجم المقاییس'' میں تنبیہ فرمائی ہے، وہ فرماتے ہیں:

''الـمِثْل والـمَثَل یـدلان عـلی معنی واحدٍ وھو کون شیئ نظیرا للشیئ.''

ترجمہ: مِثْل اور مَثَل ایک معنی پر دلالت کرتے ہیں، وہ ہے کسی چیز کا دوسری چیز کی نظیر یا اس کے مشابہ ہونا۔

مزید فرماتے ہیں:

''مثل یـدل عـلی مناظرۃ الشیئ للشئ وھذا مثل ھذا، ای نظیرہ، و المثل والمثال بمعنی واحد وربما قالوا: ''مثیل کشبیه'' تقول العرب: امثل السـلـطـان فـلانـا، قتلـه قـودا، والـمـعـنـی انـه فعل به مثل ما کان فعله، والمثل: المثل ایضا، کشبهٍ وشَبَه، المثل المضروب ماخوذ من ھذا''.

(معجم مقاییس اللغۃ)

کہ ''مثل'' کا لفظ کسی چیز کے دوسری چیز کی نظیر ہونے پر دلالت کرتا ہے اور جب یہ کہا جائے ''ھذا مثل ھذا'' تو مطلب ہوتا ہے کہ یہ اس کی نظیر اور مشابہ ہے۔

اسی طرح عرب کہتے ہیں کہ ''امثل السلطان فلانا'' کہ بادشاہ نے فلاں آدمی کو قصاصاً قتل کر دیا، مراد یہ ہے کہ اس کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کیا، جیسا اس نے کیا تھا۔

اور کبھی کبھار ''مِثل'' کو ''مثیل'' بروزن شبیہ بھی پڑھتے ہیں ان ساری باتوں کا حاصل اور خلاصہ یہ نکلا کہ ''مثل'' نظیر کے معنی میں ہو تو اس میں تین لغات ہیں:

١...... ''مِثْلٌ'' (بسکون الثاء) بروزن شِبْہٌ

٢...... ''مَثَل'' (بفتح الثاء) بروزن شَبَہٌ

٣...... ''مَثِیلٌ'' (بالحاق الیاء بعد الثاء) بروزن شبیہ

پھر یہ لفظ مثل عرفی اعتبار سے کلام عرب میں کہاوت کے معنی میں بھی عام طور پر استعمال ہوتا ہے، چنانچہ ''ضربُ المثل'' (بمعنی کہاوت) اسی سے ہے، کیونکہ ضرب المثل میں اصل مقصود کو چھپا کر اس کے ہم معنی اور نظیر کو ذکر کیا جاتا ہے۔ لیکن مثل بمعنی کہاوت قرآن کریم میں استعمال نہیں ہوا ہے۔

البتہ دوسرے معانی کے لیے قرآن کریم میں مستعمل ہے لیکن یہ واضح رہے کہ قرآن کریم میں ہر جگہ نظیر کے معنی میں بھی نہیں آیا ہے، بلکہ بعض جگہ بطور صفت یا وصف اور حال کے معنی میں مستعمل ہے، چنانچہ:

''ذلک مثلھم فی التوراۃ ومثلھم فی الانجیل'' (سورۃ الفتح:٢٩)

یہاں ''مثل'' بطور صفت واقع ہے۔

مثلھم کمثل الذی استوقد نارا (سورۃ بقرۃ:١٧)

اس آیت میں ''مثل'' بطور حال واقع ہے۔

تو معلوم ہوا کہ لفظ ''مثل'' کا استعمال حقیقۃً یا مجازاً وصف اور صفت کے لیے ہوا ہے۔ چنانچہ ''لسان العرب'' میں علامہ ابن منظور رحمہ اللہ نے یہ بات یونس بن حبیب

(المتوفی ۱۸۲ھ) محمد بن سلام الجمحی (المتوفی ۲۳۲ھ) اور ابو منصور الثعالبی (المتوفی ۴۲۹ھ) کی طرف منسوب کر کے کہی ہے۔

اور علامہ زرکشی (المتوفی ۷۹۴ھ) فرماتے ہیں:

”ان ظاهر كلام اهل اللغة ان المثل هو الصفة ولكن المنقول عن علي الفارسي (المتوفی ۳۷۷ھ) ان المثل بمعنى الصفة غير معروف في كلام العرب، وانما معناه التمثيل۔“ (البرھان فی علوم القرآن جلد ۱ ص ۳۲۰)

ترجمہ: اہل لغت کے کلام سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مثل صفت کو کہتے ہیں لیکن ابو علی فارسیؒ سے یہ منقول ہے کہ صفت کے معنی میں مثل کا استعمال کلام عرب میں عام اور مشہور نہیں ہے۔

لیکن جمہور اہل لغت نے لسان العرب کے مصنف کی بات کو ترجیح دی ہے کہ لفظ مثل حقیقۃً یا مجازاً صفت، وصف کے معنی میں استعمال ہوا ہے، اور ہوسکتا ہے۔ پھر صاحب لسان العرب کے مصنف نے اپنی بات کی تائید میں ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ عمر ابن ابی خلیفہ نے کہا: میں نے مقاتل صاحب تفسیر کو سنا کہ وہ ابو عمرو ابن العلاء سے سوال کر رہے تھے۔ مثل الجنة التي وعد المتقون ......الخ۔ اس میں جنت کی مثل کیا ہے؟ ابن العلاء رحمہ اللہ نے جواب میں اگلی آیت بطور استشہاد یعنی ”فيها انهار من ماء غير اٰسن ......الخ“ پڑھ دی (یہ ساری اس جنت کی صفات ہیں) تو ابو عمرو ابن العلاء خاموش ہو گئے۔ (لسان العرب مادہ مثل)

ماقبل کی ساری تقریر کا حاصل یہ نکلا کہ لفظ ”مِثل“ اور ”مَثَل“ دونوں کے معنی نظیر اور مشابہ کے ہیں اور تائید میں ابن فارس رحمہ اللہ کی بات بھی پیش کی گئی کہ المِثل و المَثَل يدلان على معنى واحدٍ (معجم المقاییس مادہ مثل)

اشکال

اگر مِثل اور مَثل دونوں ایک ہی معنی میں مستعمل ہیں تو پھر قرآن کریم میں ایک مقام پر اللہ تبارک وتعالیٰ کیلئے "مِثل" (بالکسر) کی نفی اور دوسرے مقام پر اللہ تبارک و تعالیٰ کیلئے "مَثَل (بالفتح) کا ثبوت کس طرح ہے؟ یعنی آیت کریمہ میں "لیس کمثلہٖ شیئ" میں اللہ کے لیے مثل کی نفی ہو رہی ہے اور دوسری آیت "وللّٰہ المثل الاعلیٰ" میں اللہ کے لیے مثل کا اثبات ہو رہا ہے۔ اس کا تقاضا تو یہ ہے کہ اِن دونوں میں منافات ہو اور ماقبل تقریر کے مطابق دونوں ایک دوسرے کے مترادف ہیں؟

جواب:

مِثل (بالکسر) اور مَثل (بالفتح) دونوں اگر چہ ایک ہی معنی پر دلالت کرتے ہیں لیکن صرف اس آیت کریمہ میں مثل (بالکسر) بمعنی نظیر کے جبکہ مثل (بالفتح) بمعنی صفت کے استعمال ہوا ہے۔ پس آیت کریمہ "لیس کمثلہ شیئ" (سورۂ شوریٰ ۱۱) میں لفظ مِثل نظیر کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی کوئی نظیر نہیں۔

جبکہ دوسری آیت میں "وللّٰہ المثل الاعلیٰ" (سورۃ النحل:۶۰) میں لفظ مَثل صفت کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ کے لئے بلند صفات ہیں لہٰذا مثل (بالکسر) کی نفی اور مَثل (بالفتح) کے اثبات سے دونوں کے ترادف پر کوئی اشکال نہیں۔ حاصل کلام یہ ہوا کہ مَثل اور مِثل بمعنی نظیر و مشابہ کے ہو تو ترادف

ہوگا، لیکن اگر کسی اور معنی مثلاً صفت کے معنی میں ہوتو پھر ترادف کا ہونا ضروری نہیں۔

دوسری بحث: مثل کے اصطلاحی معنی

مثل حکمت کی ایک قسم ہے جو کسی واقعہ میں کسی ایسی مناسبت سے ذکر کی جائے، جس نے اس کا تقاضا کیا ہو، پھر لوگ اسے اس جیسے دوسرے واقعات میں استعمال کرنے لگیں، بغیر کسی ادنیٰ تبدیلی کے ان الفاظ کے اختصار اور معانی کی جامعیت کی بناء پر۔

کلمہ حکمت عام ہے اور مثل خاص ہے، اگر وہ کلمہ حکمت جو لوگوں کے درمیان عام مشہور ہو لوگوں کی زبانوں پر جاری وساری ہو تو ایسا کلمہ "مثل" کہلاتا ہے، اور اگر وہ کلمہ حکمت لوگوں کی زبانوں پر جاری وساری نہ ہو تو "کلمہ حکمت" تو کہلائے گا، لیکن مثل نہیں۔

پس اکثر جو یہ کہا جاتا ہے "المثل السائر" جاری وساری کہاوت تو یہاں جاری وساری کی قید وضاحت کے لیے ہے، احترازی نہیں، اس لیے کہ منتشر اور متداول ہو جانا تو مثل کے مفہوم میں داخل ہے اور یہی مفہوم ابو ہلال عسکری (متوفی 400ھ) کی بات سے ظاہر ہے کیونکہ انہوں نے کہا ہے:

"جعل كل حكمة سائرة مَثَلاً، وقديأتي القائل بما يحسن من الكلام أن يتمثل به اِلا انه لايتفق أن يسير فلايكون مَثَلا"

(جمہرۃ الامثال العرب ۵/۱)

کہ ہر جاری وساری حکمت کی بات مثل بنا دی جاتی ہے۔ اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کوئی قائل اچھا کلام بطور مثل پیش کرنے کی کوشش کرتا ہے لیکن اس کے جاری وساری ہونے کا اتفاق نہیں ہو پاتا اس لیے وہ مثل نہیں بنتی۔

ابو ہلال عسکری کا یہ قول اشارہ کرتا ہے اس بات کی طرف کہ شائع ہو جانا اور منتشر ہو جانا اور کثرت سے زبان زد ہونا ہی حکمت اور مثل کے درمیان فرق کرنے والی باتیں ہیں۔ پس ایسا درست قول جو تجربہ سے حاصل ہوا ہو، لیکن متداول نہ ہوا ہو ''حکمت'' کہلاتا ہے، اور اگر اس کا استعمال بڑھ جائے اور مختلف مناسبات میں اس کا ذکر ہونے لگے تو ''مثل'' کہلائے گا۔

اسی لیے شاعر کہتا ہے:

" ماانت الامثل سائر یعرفه الجاهل والخابر "

ترجمہ: تم تو ایسی مثل ہو جو جاری و ساری ہے، جسے ہر جاہل و باخبر جانتا ہے۔

جہاں تک تعلق اس چیز کو مثال کہنے کا ہے، تو اس کی وجہ دونوں جگہوں میں مناسبت اور مشابہت ہے۔ اس انداز کی مناسبت و مشابہت، کہ ان میں سے ہر ایک اس انداز کا ہو کہ اپنے جیسے ہر موقع میں مثال بن سکے۔

علامہ ابن السکیتؒ (المتوفی 244ھ) نے کہا ہے:

''المثل لفظ يخالف لفظ المضروب له، ويوافق معناه معنى ذالک اللفظ شبهو بالمثال الذی یعمل غیره'' (مجمع الامثال ۶/۱)

کہ مثل ایک ایسا لفظ ہوتا ہے جو مُمثّل لہ کے لفظ کا مخالف ہو اور معنی کا موافق ہو۔ اس کو اس مثال سے تشبیہ دی ہے جس پر دوسرا عمل کرتا ہے۔ اور چونکہ وجہ شبہ اور وہ مناسبت جو اس کلمہ کے کہنے کا سبب ہوتی ہے وہ کسی موقع کے ساتھ خاص نہیں ہے، اگرچہ وہ کسی خاص موقع پر استعمال ہوئی ہو تو مثل نشانی اور علامت یا علم ہوتی ہے اس مناسبت کے لیے جو مختلف مصداقوں کے لیے جامع ہوتی ہے۔

علامہ مبردؒ کا کہنا ہے:

"فحقيقة المثل ماجعل كالعلم للتشبيه بحال الاول"

(مجمع الامثال ۱/۶)

پس مثل کی حقیقت یہ ہے کہ جسے عَلَم کی طرح بنادیا جائے پہلے کی حالت سے تشبیہ کے لیے۔جیسا کہ کعب بن زہیر کا قول ہے۔

كانت مواعيد عرقوب لها مثلا

وما مواعيدها الا الاباطيل

عرقوب (ایک مشہور جھوٹا) کے وعدے اس کے لیے مثل تھے اور اس کے وعدے تو جھوٹے ہی ہوتے تھے۔پس اب "مواعید عرقوب" ہر اس وعدے کے لیے علم ہے جو جھوٹا ہو۔

اس اعتبار سے مثل سائر جیسے "فی الصیف ضیعت اللبن" یہ علم ہے ہر اس موقع کے لیے جسے ضائع کر دیا جائے اور اس سے استفادہ نہ کیا جائے جیسا کہ جناب نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے" لاينتطح فيها عنزان" کہ اس میں تو دو مینڈھے بھی نہیں لڑتے، یہ علم ہے ہر اس امر کے لیے جس کی کوئی حیثیت نہ ہو۔

(مجمع الامثال ۲/۵۲۲)

جیسا کہ ابوالشہداء حضرت حسین بن علیؓ کا قول ہے:"کہ اگر ایک رات بھی قطا پرندہ چھوڑ دے تو سو جائے"

"لو ترك القطا ليلا لنام"۔یہ وہ قول ہے جو حضرت حسینؓ نے اپنی بہن زینب کے جواب میں بطور مثل ذکر کیا، یہ قول علم ہے ہر اس شخص کے لیے جسے کسی حال

میں نہ چھوڑا جائے، یا وہ جس پر ناپسندیدہ چیز بغیر مرضی کے تھونپ دی جائے، اس کے علاوہ اور بھی بہت ساری متداول امثال ہیں۔

تیسری بحث: متداول امثال کے فوائد

کئی سارے ادباء نے مشہور امثال کے بہت سے فوائد ذکر کیے ہیں۔

ا۔علامہ ابن المقفع (المتوفی 143ھ) کا کہنا ہے: ''اذا جعل الکلام مثلا کان اوضح للمنطق، وآنف للسمع واوسع لشعوب الحدیث'' کہ جب کسی کلام کو مثل بنادیا جائے تو بولنے میں زیادہ واضح، سننے میں زیادہ باذوق اور گفتگو کی اقسام میں زیادہ وسیع ہوجاتا ہے۔

۲۔علامہ ابراہیم النظام (المتوفی 231ھ) کا قول ہے: ''یجتمع فی المثل اربعة لاتجتمع فی غیرہ من الکلام :ایجاز اللفظ، واصابة المعنی، وحسن التشبیه، وجودة الکنایة، فھو نھایة البلاغة.'' کہ مثل میں چار ایسی باتیں جمع ہوجاتی ہیں جو اس کے علاوہ کسی اور کلام میں نہیں ہوتیں۔لفظ کا مختصر ہونا، معنی کا درست ہونا، بہترین تشبیہ، خوبصورت کنایہ اور یہ سب بلاغت کی انتہاء ہے۔

ان دونوں کے علاوہ دوسرے حضرات [1] نے فرمایا: ''سُمِّیَتِ الحِکَم القائم صدقھا فی العقول امثالا، لانتصاب صورھا فی العقول مشتقة من المثول الذی ھو الانتصاب'' (مجمع الامثال ۱/۶) حکمت کی ایسی باتوں کو امثال کا نام دیا گیا ہے جن کی سچائی عقل کے نزدیک ثابت ہے کیونکہ ان کی صورتیں عقلوں میں کھڑی رہتی ہیں۔یہ (اس صورت میں) المثول سے نکلا ہے جس کے معنی کھڑا ہونے کے ہیں۔

ا......(جن میں علامہ محمد آلوسیؒ بھی شامل ہیں جن کی عبارت ص ۲۸ پر آئے گی)

علامہ ابن القیم الجوزیؒ (المتوفی 751ھ) نے ابراہیم نظام کی یہ بات پوری تفصیل کے ساتھ نقل کی ہے۔ انہوں نے فرمایا: "وقد ضرب اللّٰہ ورسوله الامثال للناس لتقريب المراد وتفهيم المعنى وايصاله الى الذهن السامع، واحضاره فى نفسه بصورة المثال الذى مثل به فقد يكون اقرب الى تعقله وفهمه وضبطه واستحضاره له باستحضار نظيره، فان النفس تأنس بالنظائر والاشباه وتنفر من الغربة والوحدة وعدم النظير . ففى الامثال من تأنس النفس وسرعة قبولها وانقيادها لما ضرب لها مثله من الحق امر لايجحده احد ولاينكره، وكلما ظهرت الامثال ازداد المعنى ظهورا ووضوحا، فالامثال شواهد المعنى المراد وهى خاصية العقل ولبّه وثمرته." (اعلام الموقعین: ۲۹۱/۱)

اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ نے مطلوب کو قریب کرنے، معنی کو سمجھانے اور سامع کے ذہن تک پہنچانے اور اسے، اس کے دل میں جگہ دیئے جانے کیلئے لوگوں کے سامنے امثال کو بیان فرمایا، کیونکہ بعض اوقات کسی چیز کی نظیر کو سامنے پا کر اس کا سمجھنا اور محفوظ کرنا اور زیادہ آسان ہوتا ہے۔ اس لیے کہ نفس نظائر اور مشابہ چیزوں سے مانوس ہوتا ہے اور اجنبیت، تفرد اور نظیر کے نہ ہونے سے بِدکتا ہے۔

پس امثال میں نفس کے لیے انسیت اور سرعت قبول اور جس چیز کے لیے مثل بیان کی گئی ہو اس کے لیے گردن جھکا دینا ایک ایسی چیز ہے جس سے کوئی انکار نہیں کرسکتا اور جس قدر امثال میں اضافہ ہوتا ہے معانی واضح ہوتے چلے جاتے ہیں، امثال مقصودہ معانی کے شواہد کے لیے ہوتی ہیں۔ اور یہ عقل کی خصوصیت، اس کا گودا

اور پھل ہے۔

علامہ عبدالقاہر جرجانیؒ (المتوفی 471ھ) نے فرمایا: ''اعلم ان مما اتفق العقلاء علیہ ان التمثیل اذا جاء فی اعقاب المعانی، وابرزت ھی باختصار فی معرضہ: ، ونقلت عن صورھا الاصلیة الی صورته کساھا ابھة، وکسبھا منقبةورفع من اقدارھا، وشب من نارھا، و ضاعف قراھا فی تحریک النفوس لھا، ودعا القلوب الیھا، واستثار من اقاصی الافئدة صبابة وکلفاً، وفسر الطباع علی ان تعطیھا محبة و شغفا. فان کان ذما : کان مسه اوجع، ومیسمه الذ، ووقعه اشد، و حدّہ احد۔''

جان لو! کہ جب معانی کے ساتھ تمثیل شامل ہو جائے، اور صرف اسے ہی اپنے موقع پر اختصار کے ساتھ ذکر کیا جائے، اور اس کی اصل شکل سے اُس شکل کی طرف پھیر دیا جائے جو اسے شان وشوکت سے سرفراز کر دے، جو اسے عظمت بخشے، اس کی قدر و قیمت اونچی کر دے، اس کی حدت کو جلا بخشے، دلوں کے اس کے لیے مچلنے میں اس کی قوت کو دو چند کر دے، دلوں کو اس کی طرف مائل کرے، دور دراز پڑے دلوں کو محبت وکلفت سے جوشیلا کر دے اور طبائع کو اس کے لیے محبت اور شغف پر مجبور کر دے۔ اور اگر وہ مذمت کیلئے ہو تو اس کا چھو جانا زیادہ تکلیف دہ، اس کا داغ زیادہ دردانگیز، اس کی مار زیادہ سخت اور اس کی حدت زیادہ جلانے والی ہو۔

''وان کان حجاجا: کان برھانه انور، وسلطانه اقھر، وبیانه ابھر'' اگر وہ دلیل کے لیے ہو تو اس کی دلیل زیادہ روشن، غالب ہو اور اس کا بیان زیادہ مضبوط ہو۔

”وان كان افتخارا : كان شأوه امدّ، وشرفه اجدّ، ولسانه الد.“

اگر فخر کے لیے ہوتو اس کا زمانہ زیادہ طویل، اس کی شرافت وکرامت زیادہ عظیم اور اس کی زبان زیادہ تیز ہو۔

”وان كان اعتذارا : كان الى القبول اقرب ، وللقلوب اخلب ، وللسخائم اسلّ، ولغَرْب الغضب أفلّ، وفى عقد العقود انفث، وحسن الرجوع أبعث“.

اگر معافی کے لیے ہے تو ایسی ہو جس کا قبول ہو جانا زیادہ قریب ہو، دلوں کے لیے زیادہ جاذب، کینوں کو دور کرنیوالی، غصے کی تیزی کو کند کرنے والی، معاملات کی پیچیدگیوں کو ختم کرنے والی اور بہترین رجوع پر ابھارنے والی ہو۔

”وإن كان وعظا: كان أشفى للصدر ، وأدعى الى الفكر ، وأبلغ فى التنبيه والزجر ، واجدر أن يجلى الغيايّة، ويبصّر الغاية ، ويبرى العليل ، ويشفى الغليل“. (اسرار البلاغۃ:۱۰۱۔۱۰۲)

اور اگر نصیحت کے لیے ہو تو دل کو زیادہ ٹھنڈا کرنے والی، فکر کو زیادہ اپیل کرنے والی، تنبیہ کرنے اور زجر وتوبیخ میں زیادہ بلیغ، دھندلاہٹ کو ختم کرنے اور منزل دکھلانے کے زیادہ لائق، بیمار کو شفا دینے والی، اور پیاس بجھانے والی ہو۔

اور علامہ ابوالسعودؒ (المتوفی ۹۸۲ھ) نے فرمایا: ”ان التمثيل ليس الا ابراز المعنى المقصود فى معرض الامر المشهور ، وتحلية المعقول بحلية المحسوس ، وتصوير أوابد المعانى بهية المأنوس، لاستماله الوهم واستنزاله عن معارضته للعقل ، واستعصائه عليه فى ادراك الحقائق

الـخـفية ، وفهـم الدقائق الأبية ؛ کی یتابعه فیما یقتضیه ، و یشایعه الی ما لا یـرتـضیـه،ولـذلـک شـاعـت الامثـال فی الکتب الالهیة و الکلمات النبویة ، وذاعت فی عبارات البلغاء ، واشارات الحکماء ......الخ

کہ تمثیل سوائے مطلوبہ معنی کومشہور طریقے سے ادا کرنے ، معقول چیز کو محسوس کے لباس ، غیر مانوس معانی کو مانوس انداز میں پیش کرنے کے کچھ نہیں ، تاکہ وہم کو پھیر دے اور اسے عقل کے ساتھ معارضہ سے باز رکھے اور پوشیدہ حقائق اور مشکل دقیق باتوں کے فہم میں عقل کا ساتھ نہ دینے سے باز رکھے۔ تاکہ وہم مطلوبہ باتوں میں اس کی اتباع کرنے اور ان باتوں میں اس کا ساتھ دے جو اسے پسند نہیں ہیں۔ یہی وجہ ہے آسمانی کتب اور نبوی کتب میں امثال بہت پائی جاتی ہیں اور بلغاء کی عبارتوں اور حکماء کے اشاروں میں بھی۔

تمثیل وھم کو عقل کے سامنے مسخر کرنے اور اس کی نافرمانی روکنے کا سب سے لطیف طریقہ ہے، اور قوی تر ذریعہ ہے بے وقوف جاہل کو سمجھانے کا، اور خودسر متکبر کے درجے کو ختم کرنے کا۔ اور کیسے نہ ہو؟ تمثیل پوشیدہ معقولات کے چہرے سے پردے کو ہٹاتی ہے اور انہیں واضح محسوسات کی طرح ظاہر کرتی ہے غیر معروف چیز کو معروف کی شکل میں پیش کرتی ہے اور غیر مانوس کا مانوس صورت میں اظہار کرتی ہے۔

مذکورہ بالا عنوان کے تحت جتنا کلام ہم نے پیش کیا ہے، غالباً مقصود کی وضاحت کے لیے کافی ہے۔ اس لیے ہم اس گفتگو کو مزید طول نہیں دیں گے۔ ہاں! مگر ایک بات پر تنبیہ ضروری ہے وہ یہ کہ علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے ''الـمـزھر'' میں ابوعبیدؒ سے نقل کیا ہے، فرماتے ہیں:

الامثال حکمة العرب فی الجاهلية و الاسلام بها کانت تعارض

كلامهافتبلغ بها ماحاولت من حاجاتها فی المنطق بكناية

(المزھر:۱/۲۸۸)

کہ امثال عربوں کی حکمت ہیں جاہلیت میں بھی اور دور اسلام میں بھی اور وہ اسی سے اپنا کلام کرتے ہوئے اپنی ضروریات کو کنایہ کی شکل میں پورا کرلیا کرتے تھے۔

لیکن یہ کوئی مخفی بات نہیں، اس لئے امثال عرب ہی کی خصوصیت نہیں ہیں بلکہ ہر قوم کی اپنی امثال وحکم ہوتی ہیں جن کے ذریعے وہ اپنے مقاصد مخاطب کے ذہنوں کے قریب کرتی ہیں اور اپنی ضروریات پوری کرتی ہیں اور بعض اوقات تو ایک ہی مثل مختلف اقوام کے درمیان مشترک ہوتی ہے اور بین الاقوامی حیثیت اختیار کرجاتی ہے اور کبھی کبھار کوئی مثل اتنی خوبصورت ہوتی ہے کہ شاعر اس کے سامنے حیران و پریشان ہوکر اس کے مضمون کو شعری شکل میں لے آتا ہے۔

علامہ ابن جریر طبریؒ نے مہلب ابن ابی صفرہ سے روایت کیا ہے:

”دعا المهلب جيئا وحضره من ولده، ودعا بسها م فخزمت، وقال: اترونكم كاسريها مجتمعة؟ قالوا: لا، قال: افترونكم كاسريها متفرقة؟ قالوا :نعم، قال:فهكذا الجماعة“۔ (تاریخ الطبری: حوادث سنہ ۸۲ھ)

کہ مہلب نے ایک عزیز اور اس کی حاضر اولاد کو بلایا اور کچھ تیر منگوا کر انہیں گٹھڑی کی شکل میں باندھ دیا، پھر کہا کیا تم لوگ ایک ساتھ ان کو توڑ سکتے ہو؟ تو انہوں نے کہا: نہیں، پھر پوچھا کیا الگ الگ توڑ سکتے ہو تو کہنے لگے: ہاں! مہلب نے کہا: یہی حال ایک جماعت کا ہوتا ہے۔ اور مہلب پہلا شخص نہیں ہے جس نے یہ مثل استعمال کی ہو بلکہ اس سے پہلے بھی لوگ یہ استعمال کرچکے ہیں۔

علامہ ابو ہلال عسکریؒ نے اپنی کتاب ''جمہرۃ الامثال'' میں قیس بن عاصم التمیمی سے درج ذیل اشعار نقل کیے ہیں۔جن میں اسی مثل کا ذکر ہے جو شعر کی شکل میں بیان کی گئی ہے۔

بصلاح ذات البین طول بقائکم
ان مد فی عمری وان لم یمدد
حتی تلین قلوبکم وجلودکم
لمسود منکم وغیر مسوّد
ان القداح اذا جمعن فرامها
بالکسر ذوحنق وبطش بالید
عزت فلم تکسر وإن هی بُدّدت
فالوهن والتکسیر للمتبدد

(جمہرۃ الامثال 48/1)

میری عمر میں اضافہ ہو یا نہ ہو آپس میں اتفاق ہی سے تمہاری لمبی بقاء ہے، یہاں تک کہ تمہارے دل اور جسم تمہارے سرداروں اور غیر سرداروں کے لیے نرم ہو جائیں۔

اگر یہ تیر ایک ساتھ ہوں اور ماہر قوت والا شخص ہاتھ سے انہیں توڑنے کا ارادہ کرے، مشکل ہے کہ ٹوٹ جائیں، ہاں اگر جدا جدا کر دیے جائیں تو کمزوری اور ٹوٹنا الگ ہونے والے کے لیے ہے۔

مشہور مورخ مسعودی نے عبدالملک بن مروان کے حالات میں نقل کرتے ہوئے کہا: ولید اپنے بھائیوں پر بڑا شفیق تھا جو کچھ عبدالملک نے اسے وصیت کی تھی

اس کا پاس کرتا تھا اور اکثر عبدالملک کے وہ اشعار پڑھتا جو اس نے کہے جب یہ اس کی وصیت لکھ رہا تھا۔ ان اشعار میں سے یہ بھی ہیں:

انفوا لضغائن عنکم وعلیکم
عندالمغیب وفی حضور المشهد
ان القداح اذا اجتمعن فرامها
بالکسر ذوحنق وبطش بالید
عزت فلم تکسر و إن هی بُدّدت
فالوهن والتکسیر للمتبدد

(مروج الذهب: اخبار الولید بن عبدالملک)

اپنے سے کینہ کو دور کرلو اور غیر موجودگی وموجودگی میں تم پر لازم ہے۔ اگر یہ تیر ایک ساتھ ہوں اور ماہر قوت والا شخص انہیں توڑنا چاہے، تو مشکل ہے کہ ٹوٹ جائیں ہاں! اگر الگ الگ کر دیئے جائیں تو کمزوری اور ٹوٹنا الگ ہونے والے کے لیے ہے۔

چوتھی بحث: قرآن مجید کی امثال

قرآن کریم کی کئی آیات یہ بتلاتی ہیں کہ قرآن مجید میں امثال ہیں اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انہیں لوگوں کے سامنے غور وفکر اور عبرت کے لیے بیان فرمایا ہے۔ اللہ جل شانہ کا فرمان ہے:

’’لو انزلنا هذا القرآن علی جبل لرأیته خاشعا متصدعا من خشیة الله وتلک الامثال نضربها للناس لعلهم یتفکرون O‘‘ (سورۃ الحشر:۲۱)

ترجمہ: اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر نازل فرماتے تو ضرور اس کو دیکھتا کہ دب جاتا، پھٹ جاتا اللہ کے خوف سے اور یہ مثالیں ہم بیان فرماتے ہیں لوگوں کے لیے تاکہ وہ غور فکر کریں۔

تنبیہ: یہ آیت اور اسی قسم کی بہت سے آیتیں اس پر دال ہیں کہ قرآن مجید میں امثال موجود ہیں اور ''مثل'' عرفی معنی کے اعتبار سے کلام عرب میں عام طور پر ''کہاوت'' کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ اور مثل بمعنی کہاوت ایسے معنی کو کہا جاتا ہے جو لوگوں کی زبان پر جاری و ساری ہو، اسکا ایک مورد ہو (جس میں وہ اول اول کہا گیا ہو۔) اور ایک مضرب ہو (یعنی جس موقع پر اب استعمال ہو رہا ہے) پھر اسے اس مورد کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہو۔

اسلئے یہ بات بالکل واضح ہے کہ لفظ مثل کہاوت کے معنی میں قرآن مجید میں نہیں لیا جاسکتا، اس لیے کہ کہاوت کے لیے مورد سابق کا ہونا ضروری ہے۔ اور خدا کا کلام سب سے سابق ہے، اس سے کون سی چیز سابق ہوسکتی ہے۔ اس لیے علمائے بلاغت نے قرآن مجید میں استعمال ہونے والے امثال کو ''تمثیل قیاسی'' قرار دیا ہے۔ جس میں تشبیہ، مجاز، استعارہ، کنایہ کے ذریعہ سے معنی کی تعبیر کی جاتی ہے، جب کہ علامہ قزوینیؒ نے ''تلخیص المفتاح'' میں اس کا نام ''مجاز مرکب'' رکھا ہے، اور لکھتے ہیں:

''فهو اللفظ المركب المستعمل فيما شبه بمعناه الاصلى تشبيه، لتمثيل للمبالغة فى التشبيه'' (الایضاح: ۳۰۴، التلخیص: ۳۲۲، مختصر المعانی: ۳/۴۰۲)

''مجاز مرکب'' وہ لفظ مرکب ہوتا ہے جو اس جگہ استعمال ہوا ہو جسے اس کے اصلی معنی سے ویسی تشبیہ دی گئی ہو جیسی تشبیہ تمثیل کو ہوتی ہے مبالغہ کے لیے، پھر علامہ قزوینیؒ

نے اس کی مثال یزید بن ولید کے اس مکتوب سے پیش کی ہے جو اس نے مروان بن محمد کے نام اس وقت لکھا جب انہوں نے اس کی بیعت کرنے سے پس وپیش کیا۔
(خط کا مضمون یہ ہے)

"امابعد! فانی أراک تقدم رجلاً، وتوخر أخری، فاذا أتاک کتابی هذا فاعتمدعلی أیهما شئت، والسلام"

امابعد! میں تمہیں دیکھ رہا ہوں کہ تم ایک قدم آگے بڑھاتے ہو تو ایک پیچھے، جب میرا یہ خط تمہارے پاس پہنچے تو ان میں سے جس پر چاہو اعتماد کرو۔ والسلام

پس یہاں اس مثل کی جو شان ہے وہ اس صورت میں ہرگز نہ ہوتی جب اس میں پائے جانے والے معنی کو اس کے مخصوص الفاظ کے بغیر ادا کیا جاتا۔ یہاں تک کہ اگر یہ بھی کہا جاتا مثلاً: مجھے تمہارے پس وپیش کرنے ہچکچانے کا پتہ چلا ہے میری بیعت کے سلسلے میں، پس جب تمہیں میرا خط پہنچے تو بیعت کرو یا نہ کرو تمہاری مرضی ان الفاظ میں وہ بات نہ ہوتی جو تمثیل کے ذریعے حاصل ہوئی۔

پس قرآن مجید میں وارد ہونے والی اکثر امثال تمثیل کی قبیل سے ہیں نہ کہ اصطلاحی مثال کی قبیل سے۔ اور تمثیل کہا جاتا کسی بات کو تشبیہ، مجاز، استعارہ، کنایہ اور مجاز مرکب سے تعبیر کرنا۔ اور "مجاز مرکب" کو "علم المعانی" میں "مجاز مرکب بالاستعارة التمثیلیة یا صرف استعارہ تمثیلیہ سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔ ہم مختصراً اس کا ذکر کرتے ہیں اگرچہ ان کے تفصیلی مباحث علماء بلاغت نے علم البیان میں جبکہ علماء اصول آخر میں الفاظ کے مباحث میں اسے لائے ہیں۔

تشبیہ: ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ کسی غرض کے لیے ایک وصف میں

کسی ادات تشبیہ کے ذریعے جوڑ دینے کو کہتے ہیں۔ پہلی چیز کو مشبہ اور دوسری چیز کو مشبہ بہ اور وصف کو وجہ شبہ کہتے ہیں۔ اور ادات وہ (کاف، کأن) وغیرہ ہیں، جیسا کہ ''العلم کالنور فی الھدایۃ'' (علم نور کی طرح ہے ہدایت ورہنمائی میں)۔ پس علم مشبہ اور نور مشبہ بہ اور ہدایت وجہ شبہ اور کاف اداۃ تشبیہ ہے۔

نوٹ: لفظ مستعمل کی دو قسمیں ہیں: ایک حقیقت اور دوسری مجاز۔ اگر کسی لفظ سے اس کا معنی موضوع لہ مراد لیا جائے تو وہ لفظ حقیقت کہلائے گا۔ اور اگر کسی لفظ سے اس کا معنی غیر موضوع لہ مراد لیا جائے تو وہ مجاز ہوگا۔ لفظ مجاز مصدر میمی ہے اور یہ فاعل کے معنی میں ہے۔ جیسے کہ کہا جاتا ہے ''جاز المکان یجوز جوزاً وجوازا و مجازاً۔'' اس وقت جبکہ وہ شئے اپنی جگہ سے تجاوز کر کے آگے بڑھ جائے۔

مجاز: اصطلاح میں ہر اس لفظ کو کہا جاتا ہے جو معنی غیر موضوع لہ اور معنی موضوع لہ کے درمیان کسی نسبت وتعلق کی وجہ سے اور کسی ایسے قرینے کے پانے جانے کے بعد جو کہ سابقہ معنی موضوع لہ (حقیقی) کے مراد لینے سے مانع ہو استعمال کیا جائے یعنی کسی لفظ کا معنی غیر موضوع لہ پر اطلاق کرنے کے لیے دو شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے۔ ایک یہ کہ اس لفظ سے اس وقت حقیقی معنی مراد لینا ممتنع ہو اور اس امتناع پر کوئی قرینہ بھی پایا جائے۔ دوسری یہ کہ معنی مجازی اور حقیقی کے درمیان تعلق اور نسبت بھی موجود ہو۔ جیسے کہ یوں کہا جائے۔ ''فلان یتکلم بالدرر'' (فلاں شخص موتیوں کے ذریعے بولتا ہے) یعنی فلاں شخص فصیح کلام کر رہا ہے۔ یہاں لفظ ''درر'' سے فصیح کلمے مراد لیے گئے ہیں۔ دیکھیے ''دُرَر'' کا حقیقی معنی (معنی موضوع لہ) تو ہیرے، جواہرات اور مونگے وموتی ہیں۔ مگر اس لفظ سے یہاں کلمات فصیحہ کا معنی مراد

لیا گیا ہے جو معنی مجازی (معنی غیر موضوع لہ) ہے اور اس طرح ایک لفظ کا کسی دوسرے مجازی معنی پر استعمال کرنا دو شرطوں کے پائے جانے کی وجہ سے صحیح ہوا۔ اور وہ یہ کہ جو عمدگی و جودت اور حسن و خوبی جواہر میں پائی جاتی ہے، وہ فصیح کلموں میں بھی پائی جاتی ہے۔ اور دوسری بات یہ بھی کہ یہاں معنی حقیقی متعذر ہے۔ کہ تکلم جواہر کے ذریعے ممکن نہیں، ہاں البتہ تکلم کلمات فصیحہ کے ذریعے ہوسکتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ حسن کے علاقے اور تکلم کے قرینے کے وجہ سے معنی حقیقی کے بجائے معنی مجازی مراد لیا جائے گا۔

اور جیسے دوسری مثال میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے "یجعلون اصابعھم فی اذانھم" (منافقین اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ٹھونس دیتے ہیں) یہاں بھی "اصبع" سے اس کا حقیقی معنی پوری انگلی مراد نہیں لیا گیا ہے البتہ دوسرا معنی غیر موضوع لہ (مجازی معنی) یعنی انگلی کا پورا مراد لیا گیا ہے۔ یہاں بھی دونوں شرطیں پائی گئی ہیں۔ کہ انگلی اور اس کے پورے میں جزئیت کا تعلق ہے کہ پورا انگلی کا بعض جزء ہے اور معنی حقیقی مراد نہ ہونے اور معنی مجازی مراد ہونے کا قرینہ بھی پایا گیا ہے کہ کامل انگلی (جس پر لفظ اصبع کا اطلاق ہوتا ہے) کا کان میں ڈالا جانا متعذر ہے۔

نوٹ: اور مجاز کا علاقہ اگر معنی مجازی اور معنی حقیقی کے درمیان مشابہت کا ہو جیسا کہ پہلی مثال میں ہے تو اُسے استعارہ کہیں گے ورنہ مجاز مرسل۔ جیسا کہ دوسری مثال میں ہے۔

استعارہ: مجاز کی پہلی قسم استعارہ ہے اور وہ ایسے مجاز کا نام ہے جس کے معنی حقیقی اور مجازی کے درمیان مشابہت کی نسبت و تعلق ہو بشرطیکہ معنی مجازی کو مراد لیتے

وقت معنی حقیقی کومراد نہ لیے جانے پر دلالت کرنے والا کوئی نہ کوئی قرینہ بھی موجود ہو۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے ”کتاب انزلناه الیک لتخرج الناس من الظلمت الی النور “(یہ کتاب ہے جسے ہم نے آپ کی طرف اتارا ہے تا کہ آپ لوگوں کو اندھیروں سے اُجالے کی طرف نکالیں۔) دیکھئے یہاں ظلمت اور نور سے ان کا حقیقی معنی یعنی ذھاب نور (تاریکی) اور اضاءت (روشنی) مراد نہیں ہے۔ بلکہ ان کا معنی مجازی یعنی ضلالت وایمان مراد لیا گیا ہے۔ اور ظلمت وضلالت اور نور وایمان کے درمیان مشابہت کا علاقہ ونسبت ہے کہ جس طرح نور میں اہتداء (راہ یابی) ہے اسی طرح ایمان میں بھی اہتداء ہے اور جس طرح ظلمت میں عدم اہتداء ہے اسی طرح ضلالت میں بھی عدم اہتداء ہے، یہ تو پہلی شرط یعنی معنی مجازی وحقیقی کے درمیان علاقے کا ذکر ہوا، رہی دوسری شرط یعنی معنی حقیقی کے مراد نہ لیے جانے پر دلالت کرنے والے قرینے کی شرط تو وہ بھی پائی گئی ہے کہ لفظ ”کتاب“ کا قرینہ بتا رہا ہے کہ کتاب سورج اور چراغ کی طرح کوئی ایسی چیز نہیں جو آلہ اضاءت کی حیثیت سے متعارف ومتصور ہو۔ اور جس سے رات کی تاریکی کو دور کر کے راستہ معلوم کرلیا جائے اور منزل مقصود تک رسائی ہوسکے بلکہ کتاب الہٰی تو صرف کفر وضلالت سے نکال کر ایمان وہدایت کے صاف شفاف راستے پر گامزن کرنے کا ایک روحانی ومعنوی ذریعہ ہے۔

مجاز مرکب یعنی ”استعارہ تمثیلیہ“:

اگر کسی کلام میں موضوع لہ اور غیر موضوع لہ کے درمیان علاقہ تشبیہ ہیئت میں ہو تو اس کو ”مجاز مرکب بالاستعارۃ التمثیلیۃ“ یا مختصر لفظوں میں ”استعارہ تمثیلیۃ“ کہیں

گے جیسے کہ کسی کام میں پس وپیش کرنے والے شخص کو یوں کہا جائے کہ ''اراک تقدم رجلا وتؤخر اُخریٰ'' (میں تجھے دیکھ رہا ہوں کہ تو اپنا ایک قدم آگے بڑھاتا ہے اور دوسرا قدم پیچھے ہٹاتا ہے) یہ عربی زبان کی ایک مثل ہے جس میں ایک آدمی کی ہیئت کو جو کسی کام کے کرنے اور نہ کرنے کے بارے میں متردد ہو تشبیہ دی گئی ہے، ایک ایسے آدمی کی ہیئت کے ساتھ جو کسی جگہ جانے کے بارے میں متردد ہو کہ کبھی تو وہاں داخل ہونے کے لیے ایک قدم آگے بڑھاتا ہے اور پھر کبھی پیچھے ہٹاتا ہے یہاں ''هيئة المتردد فی امر هل يفعله ام لا؟ مشبہ ہے اور هيئة المتردد فی الدخول المقدم رجله تارة والموخر تارة مشبہ بہ ہے اور ان دونوں کے درمیان علاقہ ''حیرت'' میں مشابہت کا ہے، لہٰذا اُسے استعارہ تمثیلیہ کہا جائے گا۔

کنایہ :

جب کوئی لفظ بولا جائے اور اس سے کوئی دوسرا معنی مراد لیا جا رہا ہو تو اس کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ معنی غیر کے ساتھ ساتھ اس کا اصلی اور حقیقی معنی بھی مقصود ہو تا کہ وہ معنی مرادی تک پہنچنے میں معاون ثابت ہو یا معنی حقیقی مقصود نہ ہو۔ اگر معنی حقیقی مقصود نہیں تو وہ مجاز ہے جس کا ذکر آپ نے اوپر پڑھا، اور اگر معنی حقیقی بھی مقصود ہو تو وہ کنایہ ہے جیسے کہ لفظ ''طویل النجاد'' (لمبے پرتلے والا) کہہ کر دراز قد شخص کو مراد لیا جائے۔

فائدہ نمبر: ۱۔ یہاں سے مجاز اور کنایہ کے درمیان فرق بھی واضح ہو جاتا ہے کہ مجاز میں معنی حقیقی مراد لینا جائز نہیں جب کہ کنایہ میں جائز ہے (جواہر البلاغۃ)

فائدہ نمبر: ۲۔ نیز یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ کنایہ حقیقت اور مجاز کے

درمیان ایک واسطہ ہے، نہ تو وہ حقیقت ہے کیونکہ اس کے لفظ سے اس کے معنی حقیقی مراد نہیں ہوتے، بلکہ اس کے لازم معنی مراد ہوتے ہیں اور نہ ہی وہ مجاز ہے کیونکہ مجاز میں غیر حقیقی (معنی موضوع لہ) مراد لیتے وقت یہ ضروری ہے کہ معنی حقیقی کے مراد لینے سے منع کرنے والا کوئی قرینہ موجود ہو (المنہاج الواضح) انتہی۔

البتہ ایک بات اور ہے، وہ یہ کہ اس موضوع پر لکھی گئی بعض کتابوں سے یہ پتہ چلتا ہے کہ تمثیل "مثل" کے معانی میں سے ایک ہے۔ صاحب روح المعانی علامہ محمود آلوسیؒ نے فرمایا: المثل مأخوذ من المثول. وهو الانتصاب. ومنه الحديث "من احب أن يتمثل له الناس قياماً فليتبوأ مقعده من النار"۔

(روح المعانی ١/١٦٣)

"مثل" ماخوذ ہے "مثول" سے جس کے معنی کھڑا ہونے کے ہیں اور اسی سے حدیث پاک ہے "جو شخص یہ پسند کرے کہ لوگ اس کے لیے کھڑے ہو جایا کریں تو اسے چاہئے کہ جہنم میں اپنا ٹھکانہ بنالے۔" پھر اس کا اطلاق ایسے بلیغ کلام پر ہونے لگا جو خوبصورت اور مشہور ہو اور یا تو تشبیہ بغیر ذکر وجہ الشبہ پر مشتمل ہو یا خوبصورت استعارہ تمثیلیہ وغیرہ پر، یا حکمت اور نفع بخش نصیحت، یا بدیع کنایہ، یا مختصر جامع کلمات کی نظم ہو۔

قرآنی امثال کا طرز:

قرآنی امثال کے الفاظ میں یہ امتیازی بات ہے کہ وہ کسی متعین واقعہ، یا خیال شدہ واقعہ کو نقل نہیں کرتا جسے بطور تمثیل مکرر ذکر کیا گیا ہو، اور نظیر کے طور پر وارد کیا گیا ہو، قرآن مجید کی مثل میں تو انشاء ہے، نہ کہ تقلید اور بغیر کسی سابقہ استعمال کے ہے، پس قرآنی مثل تو ایک جدید فنی تعبیر ہے جسے قرآن کریم نے پہلی مرتبہ استعمال کیا، یہاں

تک کہ اس کا لفظ بھی اداء، ترکیب اور اشارہ کے اعتبار سے منفرد ہوتا ہے۔

اس بناء پر یہ کہا جائے گا کہ قرآن کریم میں مثل اصطلاحی مثل کے قبیل سے نہیں ہے، بلکہ یہ ایک دوسری قسم ہے جسے ہمارے علوم ادب کے "مثل" جاننے سے پہلے ہی قرآن نے مثل کا نام دیا ہے، اور نثر کلام کی ایک صنف کا مثل نام رکھنے اور اسے اصطلاحی بنانے سے پہلے، بلکہ ادیبوں کے مثل کی تعریف بیان کرنے سے بھی پہلے قرآن نے مثل بیان کیا۔

پانچویں بحث: تمثیل کی اقسام

آپ جان چکے ہیں کہ مثل کسی ایک چیز کی جگہ دوسری چیز کو، تشبیہ، استعارہ اور مجاز وغیرہ کے ذریعے تعبیر کرنے کا نام ہے، پس اس کی کئی اقسام ہیں:

۱۔ **التمثیل الرمزی**: اس سے مراد وہ کلام ہے جو پرندوں، نباتات، پتھروں کی زبان سے بصورت اشارہ و پوشیدگی کے نقل کیا جاتا ہے اور دقیق معانی سے کنایہ ہوتا ہے۔ یہ تمثیل کی وہ قسم ہے جو عبداللہ ابن المقفع کی کتاب "کلیلہ و دمنہ" میں بیان کی گئی ہے اور عطار نیشاپوری جو کہ ایک عارف شاعر ہیں انہوں نے بھی اپنی کتاب "منطق الطیر" میں اسی اسلوب کو اختیار کیا ہے۔

پہلی کتاب سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ چیز اسلام سے پہلے کے گزرنے والے زمانوں میں رائج تھی، مورخین نے ذکر کیا ہے کہ ایک ایرانی طبیب جسے "برزویہ" کہا جاتا ہے کو "کلیلہ و دمنہ" کے بارے میں پتہ چلا کہ ہندوستان میں یہ کتاب سنسکرت زبان میں لکھی ہوئی ہے تو اس نے اسے پہلوی زبان میں نقل کیا اور اسے بادشاہ نوشیروان ساسانی کی خدمت میں ہدیہ کیا۔ یہ کتاب پہلوی زبان ہی میں محفوظ رہی،

یہاں تک کہ عبداللہ ابن المقفع کو اس کے بارے میں پتہ چلا، اور اس نے اسے عربی میں ترجمہ کیا، پھر مشہور مصنف نصر اللہ بن محمد بن عبدالحمید نے چھٹی صدی میں اس کا فارسی میں ترجمہ کیا اور آج علمی حلقوں میں وہی رائج ہے۔ پھر نویں صدی میں حسین واعظ الکاشفی نے بھی اس کا فارسی میں ترجمہ کیا اور خوش نصیبی سے دونوں ترجمے ہی موجود ہیں۔

اور ''رودکی'' شاعر نے ابن المقفع کے ترجمہ کو فارسی زبان میں منظوم کیا۔

تاریخ کے کئی معاجم سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اس کتاب میں موجود امثال میں سے بعض امثال عربی حلقوں میں عہد رسالت یا اس کے بعد پہنچ چکی تھیں۔ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: ''انما اکلت یوم أکل الثور الابیض '' آج تو میں نے سفید بیل کی طرح کھایا'' یہ کتاب کی امثال میں سے ایک ہے۔

اور ایک کوشش یہ بھی کی گئی ہے کہ قرآن مجید کے تمام قصوں کو اسی قبیل یعنی علوی حقائق کے لیے اشارہ قرار دیا جائے، بجائے اس کے کہ اس کے لیے ماوراء العقل کوئی واقعہ ہو۔ اور یہ کوشش کرنے والے لوگ حضرت آدم علیہ السلام کے شیطان کے ساتھ قصے، شیطان کے ان پر غلبہ، ہابیل وقابیل کے قصے، قابیل کے اپنے بھائی کو قتل کرنے، حضرت سلیمان علیہ السلام سے چیونٹی کے مکالمے اور دوسرے قصوں کی یہی (رمزی) تفسیر کرتے ہیں۔ لیکن یہ کوشش قرآن کریم کے صریح مخالف ہے اس لیے کہ اسمیں اس بات کی صراحت ہے کہ یہ قصے مخفی حقائق جو جناب نبی کریم ﷺ یا کسی اور کے علم میں نہ تھے انہیں بیان نہیں کرتے ہیں، اللہ جل شانہ کا فرمان ہے:

''لقد کان فی قصصهم عبرة لأولی الالباب ما کان حدیثا یفتری ولٰکن تصدیق الذی بین یدیه وتفصیل کل شیئ وهدی ورحمة لقوم یؤمنون O''

(سورۃ یوسف: ۱۱۱)

پس یہ آیت صریح ہے، اس بات میں کہ یہ قصے کوئی گھڑے ہوئے نہیں ہیں اور اس کے علاوہ کئی آیات اس پر دال ہیں کہ قرآن مجید پورے کا پورا حق ہے اس میں کوئی غلط بات شامل نہیں۔

۲۔ التمثیل القصصی: اس سے مراد سابقہ امتوں کے حالات کا اس غرض سے ذکر کرنا ہے کہ ان میں (اور ہمارے احوال میں) موجود مشابہت سے سبق حاصل کیا جائے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے:

''ضرب اللہ مثلا للذین کفروا امرأۃ نوح وامرأۃ لوط کانتا تحت عبدین من عبادنا صالحین فخانتاھما فلم یغنیا عنھما من اللہ شیئا وقیل ادخلا النار مع الداخلینO'' (سورۃ التحریم:۱۰)

وہ قصے جو قرآن مجید میں آئے اور جنہیں ''قصص القرآن'' کا نام دیا جاتا ہے وہ تشبیہ صریح ہے اور پوشیدہ تشبیہ ہے اوران کا مقصد عبرت لینا ہے

۳۔ التمثیل الطبیعی: اس سے مراد غیر معروف چیز کو معروف سے تشبیہ دینا اور موہوم کو مشاہدے والی چیز سے تشبیہ دینا اس شرط پر کہ مشبہ بہ تکوینی امور میں ہو۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے:

''انما مثل الحیوۃ الدنیا کماء أنزلناہ من السماء فاختلط بہ نبات الارض مما یأکل الناس والأنعام حتی اذا أخذت الأرض زخرفھا وازینت وظن أھلھا أنھم قادرون علیھا أتاھا امرنا لیلا اونھارا فجعلنا ھا حصیدا کان لم تغن بالأمس کذلک نفصل الأیات لقوم یتفکرون O'' (سورۃ یونس:۲۴)

امثال قرآنی کبھی تمثیل قصصی ہوتی ہیں اور کبھی تمثیل طبیعی کونی اور جہاں تک تمثیل رمزی کا تعلق ہے وہ اہل تاویل کا قول ہے۔

چھٹی بحث: مفکرین کے اقوال، امثال قرآنی کے بارے میں:

امثال قرآنیہ کو مفکرین کا بہترین اہتمام حاصل رہا ہے، پس انہوں نے ان کے بارے میں وہ کلمات ذکر کیے ہیں، جو امثال کی اہمیت اور قرآن کریم میں اس کی شان ظاہر کرتے ہیں۔

۱۔ خلیفہ چہارم حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''ربع فینا ، وربع فی عدونا ، وربع سنن وامثال ، وربع فرائض واحکام''

(بحارالانوار: ۲۴/۳۰۵ باب جوامع تاویل مانزل فیھم)

قرآن کریم چار حصوں میں نازل ہوا، ایک چوتھائی ہمارے بارے میں ایک چوتھائی ہمارے دشمنوں کے بارے میں ہے، ایک چوتھائی حالات وامثال ہے اور ایک چوتھائی فرائض واحکام ہے۔

۲۔ حضرت جعفر صادقؒ نے اپنے دادا حضرت علیؓ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے ایک قاضی سے پوچھا: ''ھل تعرف الناسخ والمنسوخ ؟ قال: لا'' کیا تمہیں ناسخ اور منسوخ کی معرفت ہے؟ اس نے کہا: نہیں، پھر پوچھا: " فھل اشرفت علی مراد اللہ عزو جل فی امثال القرآن ؟ قال :لا " کیا تمہیں امثال قرآنی سے اللہ پاک کی مراد کا پتہ ہے؟ اس نے کہا: نہیں، تب کہا: ''اذًا ھلکت و أھلکت'' پھر تو تو خود بھی ہلاکت میں پڑا اور دوسروں کو بھی ہلاکت میں ڈالا۔ مفتی کو قرآن کریم کے معانی، سنن کے حقائق، اشارات وآداب کی اندرونی باتوں، اجماع واختلاف، کہ کس بارے میں مفسرین کا اجماع ہے اور کس میں اختلاف یہ سب اسے پتہ ہو۔ اس

کے علاوہ بہترین انتخاب، نیک اعمال، حکمت، تقویٰ کا بھی محتاج ہے پھر کہیں جا کر مفتی بن سکتا ہے۔ (بحار الانوار:۲/۱۲۱، النھی عن القول بغیر علم من کتاب العلم)

۳۔حمزہ بن حسن اصبہانی (المتوفی 351ھ) نے فرمایا:

"لضرب العرب الامثال واستحضار العلماء النظائر، شأن ليس بالخفی فی ابراز خفیات الدقائق، ورفع الأستار عن الحقائق، تریک المتخیل فی صورة المتحقق، والمتوهم فی معرض المتیقن، و الغائب کانه مشاهد وفی ضرب الامثال تبکیت للخصم الشدید الخصومة، وقمع لسورة الجامح الأبیّ، فانه یؤثر فی القلوب مالا یؤثر وصف الشئ فی نفسه، ولذلک اکثر الله تعالیٰ فی کتابه وفی سائر کتبه الامثال، ومن سور الانجیل، سورة تسمی سورة الامثال وفشت الکلام فی کلام النبی صلی اللہ علیہ وسلم وکلام الانبیاء وکلام الحکماء"(۲)

(الدرة الفاخرة فی الامثال السائرة ۱/۵۹-۶۰)

ترجمہ: عربوں کے امثال پیش کرنے اور علماء کے نظائر کو ذکر کرنے کی جو حیثیت ہے، دقیق پوشیدہ باتوں کو ظاہر کرنے اور حقائق سے پردہ اٹھانے میں، وہ پوشیدہ نہیں ہے۔ یہ امثال تجھے ایک خیالی بات کو حقیقت کی صورت دکھلاتی ہیں، وہم کو یقین کی اور غائب کو ایسے پیش کرتی ہیں جیسے حاضر۔ امثال میں بدترین مخالف کو خاموش کرانے کی صلاحیت ہے، اور سرکش متکبر کی سختی کا توڑ ہے کیونکہ یہ دل پر وہ اثر کرتی ہے، جو کسی

۲......والعجب ان هذا النص برمته موجود فی الکشاف فی تفسیر قوله سبحانه: (فمار بحت تجارتهم وما کانوا مهتدین مثلهم کمثل الذی استوقد نارا) (انظر الکشاف:۱/۱۴۹)

چیز کی اپنی صفت نہیں کر سکتی۔ اسی وجہ سے اللہ پاک نے اپنی اس کتاب اور دیگر تمام کتب میں امثال کثرت سے بیان فرمائی ہیں۔ انجیل کی سورتوں میں سے ایک کا نام سورۃ الامثال ہے۔ اور امثال جناب نبی کریم ﷺ اور دیگر انبیاء اور حکماء کے کلام میں عام ہیں۔

۴۔ امام ابوالحسن ماوردی (المتوفی 450ھ) نے فرمایا:

"من اعظم علم القرآن علم أمثاله، والناس فی غفلة عنه لاشتغالهم بالامثال واغفالهم الممثلات، والمثل بلاممثل کالفرس بلالجام والناقة بلازمام" (الاتقان فی علوم القرآن ۲/۱۰۴)

قرآن مجید کے علوم عظیمہ میں سے امثال قرآنی کا علم بھی ہے اور لوگ امثال کے ساتھ مشغول ہو کر اور ممثلات کو بھلا کر غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔ کیونکہ مثال بغیر ممثل لہ کے ایسے ہے جیسے گھوڑا اور اونٹنی بغیر لگام کے۔

۵۔ علامہ زمخشریؒ (المتوفی 538ھ) نے الکشاف میں اللہ پاک کے ارشاد "مثلهم کمثل الذی استوقد نارا" کی تفسیر میں بعینہ وہی بات ذکر کی ہے جو ہم نے حمزہ بن حسن اصبہانی کے حوالے سے نقل کی۔

۶۔ امام رازیؒ (المتوفی 606ھ) نے فرمایا:

"ان المقصود من ضرب الامثال انها توثر فی القلوب مالایؤثره وصف الشیئ فی نفسه، وذلک لان الغرض فی المثل تشبیه الخفی بالجلی، والغائب بالشاهد، فیتأکد الوقف علی ماهیة، ویصیر الحس مطابقا للعقل، وذلک فی نهایةالایضاح، ألا تریٰ ان الترغیب اذا وقع فی الایمان مجردا عن ضرب مثل له لم یتأکد وقوعه فی القلب کمایتأکد وقوعه اذا مُثل بالنور واذا زهد فی الکفر بمجرد

الـذكـر لـم يتـأكد قبحه فى العقول ، كمايتأكد اذا مثل بالظلمة، واذا أخبر بضعف أمر من الأمور وضرب مثله بنسج العنكبوت كان ذلك أبلغ فى تقرير صورته من الأخبار بضعفه مجردًا. و لهذا اكثر الله تعالىٰ فى كتـابـه الـمبيـن، وفى سائر كتبه امثاله قال تعالىٰ:(وتلك الامثال نضربها للناس)" (مفاتیح الغیب:۱۰۴۱/۲)

ترجمہ: امثال سے مقصود یہ ہے کہ یہ دل میں اتنا اثر کرتی ہیں جتنا اس چیز کو خود ذکر کرنے میں نہیں ہوتا، اس کی وجہ یہ ہے کہ مثل میں غرض ایک خفی چیز کو واضح چیز سے تشبیہ دینا ہوتا ہے، اور غائب کو حاضر سے، جس سے اس کی حقیقت جاننا موکد ہوجاتا ہے اور محسوس، معقول کے مطابق ہوجاتا ہے اور یہ وضاحت کی انتہاء ہے، تم نہیں دیکھتے! کہ اگر ایمان کی ترغیب بغیر کسی مثل کے ذکر کردی جائے تو دل میں ویسی نہیں بیٹھتی، جیسی نور کی مثال دینے سے بیٹھتی ہے، اور اگر کفر سے اعراض دلایا جائے بغیر مثل ذکر کیے، تو اس کی برائی ویسی دل میں نہیں بیٹھتی جیسی اندھیرے سے مثال دینے کی صورت میں بیٹھتی ہے۔ اور اگر کسی چیز کی کمزوری کو مکڑی کے جالے کی مثال دے کر ذکر کیا جائے، تو یہ زیادہ بلیغ ہوگا اس صورت کے مقابلے میں جب اسے بغیر مثال بیان کیا جائے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب مبین اور دیگر کتابوں میں کثرت سے امثال ذکر فرمائی ہیں، اللہ پاک کا ارشاد ہے: وتلك الامثال نضربها للناس۔

۷۔ علامہ شیخ عزالدین عبدالسلام (المتوفی 660ھ) نے فرمایا:

"انما ضرب الله الامثال فى القرآن ، تذكيراً ووعظاً، فمااشتمل منها على تفاوت فى الثواب او على اِحباط عمل ، أو على مدح أو ذم أو نحوه ، فانه يدل على الأحكام ۔" (الاتقان فی علوم القرآن:۱۰۴/۲)

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں نصیحت اور وعظ کے لیے امثال ذکر فرمائی ہیں۔ پس ان میں سے جس میں ثواب میں کمی بیشی یا کسی عمل کے ضائع کرنے، یا تعریف یا مذمت وغیرہ کا ذکر ہو وہ احکام پر دلالت کرتی ہیں۔

۸۔ اور علامہ زرکشیؒ (المتوفی 794ھ) نے فرمایا:

"وفی ضرب الامثال من تقریر المقصود مالا یخفیٰ، اذ الغرض من المثل تشبیہ الخفی بالجلی، والشاھد بالغائب، فالمرغب فی الایمان مثلاً، اذ مثل لہ بالنور تاکید فی قلبہ المقصود، والمزھّد فی الکفر اذا مثل لہ بالظلمۃ تأکد قبحہ فی نفسہ وفیہ ایضا تبکیت الخصم، وقد اکثر اللہ تعالیٰ فی القراٰن، وفی سائر کتبہ من الامثال۔"

(البرھان فی علوم القرآن ۱/۴۸۸)

ضرب الامثال کے ذریعے مقصود کو واضح کرنا مخفی نہیں، کیونکہ مثل پیش کرنے کا مقصد ہی مخفی کو واضح سے تشبیہ دینا ہے اور حاضر کو غائب سے۔ پس مثال کے طور پر ایمان کی ترغیب اگر نور کی مثال کے ساتھ ہو تو دل میں موکد ہو جائے اور کفر سے دور کرنا اگر اندھیرے کی مثال کے ساتھ ہو تو کفر کی برائی موکد ہو جائے۔ اس کے علاوہ اس میں مخالف کو ساکت کرنا بھی ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید اور اپنی تمام کتابوں میں امثال کثرت سے بیان فرمائی ہیں۔

لیکن جو کچھ علامہ زمخشری، علامہ رازیؒ اور علامہ زرکشیؒ نے کہا ہے اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس کا تعلق مثل کی ذات سے ہے اسے ذکر کرنے سے نہیں، اس لیے کہ امثال علیحدہ چیز ہے اور انہیں بیان کرنا الگ۔ کیونکہ متخیل کو متحقق کی صورت

میں اور متوہم کو متیقن کی صورت میں ذکر کرنا ضرب الامثال کا مقصود نہیں بلکہ نفس امثال کا مقصود ہے۔اس لیے کہ معانی کلیہ ذہن میں مجمل اور مبہم ہوتے ہیں اوران کا احاطہ اور دماغ میں اس طرح سما جانا مشکل ہوتا ہے، کہ اس کے راز کو نکال لے، اور وہ مثل جواس کے اجمال کی تفصیل کرے اوراس کے ابہام کو واضح کرے وہی بلاغت کا ترازو اور ہدایت کا چراغ ہے۔

ساتویں بحث: امثال قرآنی کی صریح اور مخفی میں تقسیم

علامہ بدرالدین زرکشیؒ نے ذکر کیا ہے:

”ان الامثال علی قسمین :ظاهر وهو المصرح به ، وكامن وهو الذى لا ذكر للمثل فيه وحكمه حكم الامثال“

(البرهان فی علوم القرآن:۱/۱/۵۷۱)

کہ امثال کی دو قسمیں ہیں: پہلی ظاہر: یہ وہ ہے جس کی صراحت ہوتی ہے۔اور دوسری کامن: یہ وہ ہے جس میں مثل کا ذکر نہیں ہوتا لیکن وہ امثال کے حکم میں ہوتی ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے اسی عبارت کو ذکر کرکے کامن کی تفسیر کرنے کی کوشش کرتے ہوئے جو کہا ہے وہ درج ذیل ہے: پہلے کی مثال ارشاد ربانی: ”مثلهم كمثل الذي استوقد نارا“ ہے، اس میں منافق کی دو مثالیں بیان فرمائیں: آگ کے ساتھ اور بارش کے ساتھ۔ پھر علامہ سیوطیؒ نے فرمایا:

”واما الكامنة : فقال الماوردى: سمعت اباإسحاق ابراهيم بن مضارب بن ابراهيم ، يقول: سمعت ابى يقول : سألت الحسين بن فضل، فقلت :انک تخرج أمثال العرب والعجم من القرآن ، فهل تجد

فی کتاب اللہ :"خیر الامور اوسطھا"قال :نعم فی اربعة مواضع:"

جہاں تک کا منہ کا تعلق ہے تو ماوردی نے کہا: میں نے ابو اسحاق ابراہیم بن مضارب بن ابراہیم کو کہتے سنا کہ میں نے اپنے والد کو کہتے سنا کہ میں نے حسین بن فضل سے پوچھا، کہ آپ قرآن مجید سے عرب وعجم کی مثالیں نکالتے ہیں، کیا آپ کو "خیر الامور اوسطھا" (بہترین کام وہ ہے جس میں اعتدال ہو) کتاب اللہ میں ملا؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں! چار جگہوں پر،

قولہ تعالیٰ: "لافارض ولا بکر عوان بین ذالک" (سورۃ البقرۃ:۶۸)

ترجمہ: وہ ایک گائے ہے نہ بوڑھی اور نہ بن بیاہی (بچھیا) ان دونوں میں بیچ کی

قولہ تعالیٰ "والذین اذا انفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا و کان بین ذالک قواما" (سورۃ الفرقان:۶۷)

ترجمہ: اور وہ لوگ کہ جب وہ خرچ کرنے لگیں تو نہ فضول خرچی کریں اور نہ تنگی کریں اور ان کا خرچ ان دونوں حالتوں میں میانہ ہے۔

و قولہ تعالیٰ: ولا تجعل یدک مغلولة الی عنقک ولا تبسطھا کل البسط" (سورۃ الاسراء:۲۹)

ترجمہ: اور نہ رکھ اپنا ہاتھ بندھا ہوا اپنی گردن سے اور نہ اس کو کھول بالکل کھولنا

وقولہ تعالیٰ "ولا تجھر بصلاتک ولا تخافت بھا وابتغ بین ذالک سبیلا". (سورۃ الاسراء:۱۱۰)

ترجمہ: اور تم اپنی نماز نہ بہت اونچی آواز سے پڑھو اور نہ بہت پست آواز سے، بلکہ ان دونوں کے درمیان (معتدل) راستہ اختیار کرو۔

پھر میں نے پوچھا کہ کیا آپ قرآن کریم میں "من جھل شیئا عاداہ"

(آدمی جس چیز سے لاعلم ہوتا ہے اس کا دشمن ہو جاتا ہے) پاتے ہیں؟ تو فرمایا: ہاں! دو جگہوں پر

قولہ تعالیٰ: ''بل کذبوا بمالم یحیطوا بعلمہ'' (سورۃ یونس:۳۹)

ترجمہ: بات دراصل یہ ہے کہ جس چیز کا احاطہ یہ اپنے علم سے نہیں کر سکے اسے انہوں نے جھوٹ قرار دیا۔

قولہ تعالیٰ: ''واذ لم یھتدوا بہ فسیقولون ھذا افک قدیم''

(سورۃ الاحقاف:۱۱)

ترجمہ: اور جب ان کافروں نے اس سے خود ہدایت حاصل نہیں کی تو وہ تو یہی کہیں گے کہ یہ وہی پرانے زمانے کا جھوٹ ہے۔

میں نے پوچھا کیا: آپ نے اللہ کی کتاب میں اس مثل ''احذر شرّ من احسنت الیہ'' (جس کے ساتھ تم نے بھلائی کی ہو اس کے شر سے ڈرتے رہو) پائی ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں! ارشاد ربانی ہے ''ومانقموا الا ان اغناھم اللہ ورسولہ من فضلہ'' (اور انہوں نے صرف اس بات کا بدلہ دیا کہ اللہ اور اس کے رسول نے انہیں اپنے فضل سے مال دار بنا دیا ہے)۔ (سورۃ التوبۃ:۷۴)

میں نے پوچھا کیا ''لیس الخبر کالعیان'' (خبر دیکھنے کی مانند نہیں) والی مثل آپ کو کتاب اللہ میں ملی؟ انہوں نے فرمایا: ارشاد ربانی ہے: قال اولم تومن قال بلی ولکن لیطمئن قلبی'' (کیا تمہیں یقین نہیں؟ کہنے لگے: ''یقین کیوں نہ ہوتا؟ مگر یہ خواہش اس لیے ہے کہ میرے دل کو پورا اطمینان حاصل ہو جائے۔)

(سورۃ البقرۃ:۲۶۰)

میں نے کہا: ''فی الحرکات البرکات'' (حرکت میں برکت ہے) والی مثل پاتے ہو؟ تو فرمایا: ارشاد ربانی ''ومن یھاجر فی سبیل اللہ یجد فی الارض مراغما کثیرا وسعة'' (اور جو شخص اللہ کے راستے میں ہجرت کرے گا وہ زمین میں بہت جگہ اور بڑی گنجائش پائے گا) میں موجود ہے۔ (سورۃ النساء:۱۰۰)

میں نے کہا: ''کما تدین تدان'' (جیسا کرو گے ویسا بھرو گے) والی مثل؟ فرمایا: ارشاد باری تعالیٰ ہے ''من یعمل سوء یجز به'' (جو بھی برا عمل کرے گا، اس کی سزا پائے گا۔) میں موجود ہے۔ (سورۃ النساء:۱۲۳)

میں نے پوچھا: عربوں کے قول ''حین تقلی تدری'' (جب سر پر پڑے گی تب پتہ چلے گا) کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ فرمایا: ارشاد ربانی ''وسوف یعلمون حین یرون العذاب من اضل سبیلا'' (تب انہیں پتہ چلے گا کہ کون راستے سے بالکل بھٹکا ہوا تھا) میں موجود ہے۔ (سورۃ الفرقان:۴۲)

میں نے پوچھا: کیا قرآن مجید میں آپ ''لایلدغ المؤمن من جحر واحد مرتین'' (مومن کو ایک ہی سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جا سکتا) والی مثل پاتے ہیں؟ فرمایا: ''ھل اٰمنکم علیه الا کما امنتکم علیٰ اخیه من قبل'' (کیا میں اس کے بارے میں تم پر ویسا ہی بھروسہ کروں جیسا اس کے بھائی (یوسف) کے بارے میں تم پر کیا تھا) میں موجود ہے۔ (سورۃ یوسف:۶۴)

میں نے کہا: کیا آپ کو اس میں ''من أعان ظالما سلط علیه'' (جو کسی ظالم کی مدد کرتا ہے اسی کو اس پر مسلط کر دیا جاتا ہے۔) والی مثل ملتی ہے؟ فرمایا: ''کتب علیه أنه من تولاه فأنه یضله ویھدیه الی عذاب السعیر'' (جس کے مقدر

میں لکھ دیا گیا ہے کہ جو کوئی اسے دوست بنائے گا تو وہ اس کو گمراہ کرے گا اور اسے بھڑکتی دوزخ کے عذاب کی طرف لے جائے گا۔) (سورۃ الحج:۴)

میں نے کہا: کیا آپ اسمیں یہ قول ''لاتلد الحیۃ الا الحیۃ'' (کہ سانپ سے سانپ ہی پیدا ہوتا ہے) پاتے ہیں؟ فرمایا: ارشاد ربانی'' ولایلدوا الافاجرا کفارا'' (اور ان سے جو اولاد پیدا ہوگی وہ بدکار اور پکی کافر ہی پیدا ہوگی۔)

(سورۃ نوح:۲۷)

میں نے کہا: کیا آپ اس میں ''للحیطان اٰذان'' (دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں) والی مثل پاتے ہیں؟ فرمایا: ''وفیکم سماعون لھم'' (اور خود تمہارے درمیان ایسے لوگ موجود ہیں جو ان کے مطلب کی باتیں خوب سنتے ہیں۔)

(سورۃ التوبۃ:۴۷)

میں نے کہا: کیا آپ اس میں ''الجاھل مرزوق والعالم محروم'' (جاہل کو خوب روزی ملتی ہے اور عالم محروم رہتا ہے) والی مثل پاتے ہیں؟ فرمایا: ''من کان فی الضلالۃ فلیمدد لہ الرحمن مدا'' (جو لوگ گمراہی میں پڑ جاتے ہیں خدا رحمٰن انہیں خوب ڈھیل دیتا ہے۔) (سورۃ مریم:۴۴)

میں نے کہا: کہ آپ اس میں ''الحلال لایأتیک الا جزافا'' (حلال تو بقدر ضرورت ہی ملتا ہے اور حرام بے حساب) والی مثل پاتے ہیں؟

فرمایا: ''اذ تاتیھم حیتانھم یوم سبتھم شرعا ویوم لا یسبتون لا تاتیھم'' (جب ان کے سمندر کی مچھلیاں سنیچر کے دن، تو اچھل اچھل کر سامنے آتی تھیں اور جب وہ سنیچر کا دن نہ منا رہے ہوتے تو وہ نہیں آتی تھیں۔)

(سورۃ الاعراف:۱۶۲)

ان (مذکورہ امثال) پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ اگر آپ ماوردیؒ کی ذکر کردہ امثال پر غور کریں تو ان میں ایک بھی قرآنی مثل اس معنی میں نہ ملے گی جسے ''مثل کامن'' سے تعبیر کیا جا سکتا ہو اور ساتھ ہی یہ بات بھی ہے کہ ماوردیؒ نے حسین بن فضل سے یہ بات نہیں نقل کی، کہ انہوں نے جو انتخاب کیا ہے وہ ''مثل کامن'' ہے اور نہ ماوردیؒ نے اسے یہ نام دیا ہے، وہ تو صرف ایک روایت لائے ہیں کہ کلام عرب وعجم کی ممکنہ امثال کا موازنہ کیا جا سکے اور اس کے بالمقابل کتاب اللہ سے ایک فہرست رکھ دی ہے۔

پس یہ نام علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے علامہ زرکشیؒ کی متابعت کرتے ہوئے اختیار کیا ہے، اور پھر اس پر ان مثالوں کی تطبیق کر دی ہے۔ یہ ان کے نزدیک تو امثال کامنہ ہیں لیکن یہ بالکل واضح ہے کہ یہ عبارات قرآنیہ امثال میں داخل نہیں ہوتیں، اس لیے کہ کسی عبارت کا کسی مثل کے معنی پر مشتمل ہونا اس پر لفظ مثل کے اطلاق کے لیے کافی نہیں ہوتا۔ مثل (کہاوت) کے لیے بنیادی رکن ایسا لفظ ہے جو نسل درنسل چلے، اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ علماء کا ان عبارات کو امثال کامنہ کہنا اور قرار دینا ایک ایسی کاوش ہے جو کسی تاریخی یا نص پر مبنی دلیل کے بغیر ہے۔

(الصورۃ الفنیۃ فی المثل القرآنی ۱۱۸ نقلا عن کتاب ''الامثال فی النثر العربی القدیم'')

مثل کامن کی ایک اور تفسیر:

مثل کامن کی تفسیر البتہ قرآن مجید کی ان امثالوں سے کی جا سکتی ہے جن میں لفظ مثل یا کاف تشبیہ تو استعمال نہ ہوا ہو، لیکن حقیقت میں وہ بہترین تمثیل ہوتی ہیں ایک عقلی حقیقت کی، جو مجسم حسن سے ہٹ کر ہو، کیونکہ تمثیل میں محسوس کو دخل ہوتا ہے، درج ذیل ارشاداتِ ربانیہ اسی قبیل سے ہیں۔

ا......"افمن اسس بنيانه على تقوى من الله ورضوان خير ام من اسس بنيانه على شفاجرف هار فانهار به في نار جهنم والله لا يهدى القوم الظالمين " بھلا کیا وہ شخص بہتر ہے جس نے اپنی عمارت کی بنیاد اللہ کے خوف اور اس کی خوشنودی پر اٹھائی ہو، یا وہ شخص جس نے اپنی عمارت کی بنیاد ایک ڈھانگ کے کسی گرتے ہوئے کنارے پر رکھی ہو، پھر وہ اسے لیکر جہنم کی آگ میں جا گرے؟ اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت تک نہیں پہنچاتا۔" (سورۃ التوبۃ:۱۰۹)

یہاں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان (کفار منافقین) کے جہنم کی آگ پر بنیاد رکھنے کو تشبیہ دی ہے، نہر کے کنارے بنیاد رکھنے سے جس کی صفت مذکور ہے پس جس طرح کوئی شخص ایسی نہر کے کنارے تعمیر کرے گا، تو اس کی تعمیر پانی میں ڈھے جائے گی اور دیرپا نہ ہوگی، اسی طرح ان کی تعمیر ہے، کہ وہ ڈھے جائے گی اور جہنم کی آگ میں گر جائے گی، پس یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے، کہ متقی اور منافق کا عمل برابر نہیں ہوتا، کیونکہ متقی مومن کا عمل ٹھیک ٹھیک دیرپا صحیح بنیاد پر مبنی ہوتا ہے، جبکہ منافق کا عمل دیرپا نہیں ہوتا، وہ تو کمزور اور گرنے والا ہوتا ہے۔ (مجمع البیان ۱۴/۷۳)

۲......"ان الذين كذبوا بايتنا واستكبروا عنها لاتفتح لهم ابواب السماء ولا يدخلون الجنة حتى يلج الجمل في سم الخياط وكذالك نجزى المجرمين "لوگو! یقین رکھو کہ جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہے اور تکبر کے ساتھ ان سے منہ موڑا ہے، ان کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے اور وہ جنت میں اس وقت تک داخل نہیں ہونگے جب تک کوئی اونٹ ایک سوئی کے ناکے میں داخل نہیں ہو جاتا اور اسی طرح ہم مجرموں کو ان کے کیے کا بدلہ دیا کرتے ہیں۔

(سورۃ الاعراف:۴۰)

اسی طرح سے عرب بھی مشکل سے حاصل ہونے والی چیزوں کے لیے اپنے اس قول سے مثال دیتے ہیں ''لاأفعل کذا حتی یشیب الغراب وحتی یبیض الفار ''میں ایسا اس وقت تک نہیں کروں گا جب تک کہ کوا سفید نہ ہو جائے اور جب تک کہ تارکول سفید نہ ہو جائے اور اسی طرح کی دوسری مثالیں۔شاعر کہتا ہے: میں اپنے گھر والوں کے پاس آؤں گا جب کوا سفید ہو جائے اور تارکول دودھ کی مانند سفید ہو جائے۔

لیکن اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے کافر کے جنت میں داخلے کو ناممکن ہونے کی مثال اس طرح دی ہے، کہ وہ جنت میں داخل ہو جائیں گے اگر اونٹ سوئی کے سوراخ میں داخل ہو جائے، پس فرمایا ''ولا یدخلون الجنة حتی یلج الجمل فی سم الخیاط ''گویا ان کے کبھی بھی داخل نہ ہونے کو اس طرح تعبیر کیا ہے۔علم معانی اور منطق کی اصطلاح میں اسے ''تعلیق بالمحال'' کہا جاتا ہے۔

اس آیت میں بھی بغیر لفظ مثل اور حرف تشبیہ کے تمثیل موجود ہے۔

۳......''والبلد الطیب یخرج نباته باذن ربه والذی خبث لایخرج الانکدا کذالک نصرف الایات لقوم یشکرون '' اور جو زمین اچھی ہوتی اس کی پیداوار تو اپنے رب کے حکم سے نکل آتی ہے اور جو زمین خراب ہوگئی ہو، اس سے ناقص پیداوار کے سوا کچھ نہیں نکلتا، اسی طرح ہم اپنی نشانیوں کے مختلف رخ دکھاتے رہتے ہیں، مگر ان لوگوں کے لیے جو قدر دانی کریں۔ (سورۃ الاعراف:۵۸)

یہ ایک تمثیل ہے جو اللہ پاک نے مؤمن اور کافر کے بارے میں بیان فرمائی ہے اور یہ بتلایا ہے کہ زمین تو ساری کی ساری ایک ہی جنس ہے، مگر اس میں کچھ حصہ اچھا اور زرخیز ہے، جو بارش سے نرم ہو جاتا ہے، اس میں بہترین پیداوار ہوتی ہے۔اور

اس کی رونق بڑھ جاتی ہے، جبکہ کچھ حصہ زمین میں بنجر ہوتا ہے اس میں کچھ بھی نہیں لگتا اور اگر اُگے بھی تو بے فائدہ چیز ہی اگتی ہے،" وکذالک القلوب، کلها لحم ودم منها لیّن یقبل الوعظ ومنها قاس جاف لایقبل الوعظ، فلیشکر اللہ تعالیٰ من لان قلبه بذکره" یہی حال دلوں کا ہے کہ یہ خون اور گوشت سے ہی بنے ہوئے ہیں پھر کچھ تو ان میں نرم ہوتے ہیں جو نصیحت قبول کرتے ہیں اور کچھ سخت ترین نصیحت نہ قبول کرنے والے۔ پس جس کا دل اللہ کے ذکر سے نرم ہوتا ہو اسے اللہ کا شکر ادا کرنا چاہئے۔ (مجمع البیان:۴۳۲/۲)

اس آیت مبارکہ کے ذیل میں "کذلک نصرف الایات" کے الفاظ میں اس کے تمثیل ہونے کا اشارہ موجود ہے جیسا کہ آنے والی آیت میں بھی ہے۔

۴......ارشاد ربانی ہے"أیود احدکم ان تکون له جنة من نخیل واعناب تجری من تحتها الانھٰر له فیها من کل الثمرات واصابه الکبر وله ذریة ضعفاء فاصابها اعصار فیه نار فاحترقت کذلک یبین الله لکم الأیات لعلکم تتفکرون ٥" کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرے گا کہ اس کا کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ ہو جس کے نیچے نہریں بہتی ہوں اور اس کو اس باغ میں اور بھی ہر طرح کے پھل حاصل ہوں، اور بڑھاپے نے اسے آ پکڑا ہو، اور اس کے بچے ابھی کمزور ہوں اتنے میں ایک آگ سے بھرا بگولا آ کر اس کو اپنی زد میں لے لے اور پورا باغ جل کر رہ جائے، اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے لیے اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان کرتا ہے تا کہ تم غور کرو۔ (سورۃ البقرۃ:۲۶۶)

امام بخاریؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا:"قال عمرؓ

بن الخطاب یوما لأصحاب النبی ﷺ فیمن ترون هذه الأیة نزلت (ایود احدکم ان تکون له جنة من نخیل واعناب) '' ایک روز حضرت عمر بن الخطابؓ نے صحابہ کرامؓ سے خطاب فرماتے ہوئے پوچھا: کہ آیت مبارکہ ''ایود احدکم ان تکون له جنة من نخیل واعناب '' کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے کہ یہ کس کے بارے میں نازل ہوئی ہے؟

صحابہؓ نے جواب دیا: اللہ بہتر جانے، اس پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ غصہ ہو گئے اور فرمایا کہ تم یہ کہو: ہم جانتے ہیں یا پھر یہ کہو: ہم نہیں جانتے حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''فی نفسی منها شیئ '' میرے جی میں کچھ آرہا ہے، تو حضرت عمرؓ نے فرمایا: ''یاابن اخی قل ولاتحقر نفسک '' اے بھتیجے کہہ ڈالو اور اپنے آپ کو چھوٹا نہ خیال کرو، تب ابن عباسؓ نے فرمایا کہ یہاں ایک عمل کی مثال بیان کی گئی ہے، حضرت عمرؓ نے پوچھا کون سے عمل کی؟ تو حضرت ابن عباسؓ نے جواب دیا ''لرجل غنی عمل بطاعة الله ثم بعث الله له الشیطان فعمل بالمعاصی حتی اغرق اعماله '' کہ ایک ایسے مال دار آدمی کی جس نے اللہ پاک کی اطاعت کی پھر اللہ پاک نے اس پر شیطان بھیجا اور وہ گناہ کرنے لگا یہاں تک کہ اپنے سارے اعمال غرق کر ڈالے۔

خلاصہ: ساری بحث کا حاصل اور خلاصہ یہ ہے کہ:

قرآن کریم میں آنے والی امثال چار طریقوں سے آئیں گی،

۱۔ کبھی تو لفظ مثل ساتھ ہوتا ہے

۲۔ اور کبھی لفظ ''ضرب'' کے ساتھ۔ اللہ سبحانہ وتعالی امثال قرآنیہ کی ایک

بڑی تعداد میں ''ضرب'' کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔

۳۔اور کبھی کاف حرف تشبیہ امثال قرآنیہ میں آتا ہے۔

۴۔اور کبھی ''مثل'' کا مادہ بغیر ''کاف تشبیہ'' یا لفظ ''ضرب'' کے جیسا کہ ارشاد ربانی ''والبلد الطیب یخرج نباته باذن ربه والذی خبث لایخرج الا نکدا '' میں ہے۔

آٹھویں بحث: ضرب الامثال سے کیا مراد ہے؟

لفظ ''المَثَل'' بالفتح اور ''المِثل'' بالکسر قرآن کریم کی کئی سورتوں وآیتوں میں اَسی (۸۰) مرتبہ تک استعمال ہوا ہے، لیکن پہلے کے مقابلے میں دوسرا لفظ (یعنی مِثل) زیادہ استعمال ہوا ہے، دونوں کی جمع تو امثال ہی آتی ہے لیکن موقع محل کے لحاظ سے فرق کیا جاسکتا ہے کہ یہ مَثَل کی جمع ہے یا مِثل کی، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

" ان الذین تدعون من دون الله عباد امثالکم " (سورۃ الاعراف ۱۹۴)

ترجمہ: ''یقین جانو کہ اللہ کو چھوڑ کر جن جن کو تم پکارتے ہو، وہ سب تمہاری طرح (اللہ کے) بندے ہیں'': اس آیت میں ''امثال'' مِثل کی جمع ہے، دلیل اس کی یہ ہے کہ ان کے آلہہ پر یہ حکم لگا رہی ہے کہ وہ محتاج و ممکن ہونے میں انہی کے مثل ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ کا قول:

"تلک الامثال نضربها للناس لعلهم یتفکرون" (سورۃ الحشر ۲۱)

ترجمہ: ''ہم یہ مثالیں لوگوں کے سامنے اس لئے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ غور وفکر سے کام لیں'' اس آیت میں امثال کا لفظ ضرب کے ساتھ آیا ہے جو اس بات کی دلیل

ہے کہ یہ مَثَل (بالفتح) کی جمع ہے۔

لفظ ''ضرب'' کی تحقیق:

آگے بڑھنے سے پہلے ضروری ہے کہ ''ضرب'' کے معنی پر کچھ گفتگو ہو جائے ''مثل'' کا لفظ بکثرت ''ضرب'' کے ساتھ آتا ہے، جیسے ''ضرب اللہ مثلا'' (اللہ تعالی نے مثال دی) (سورہ ابراہیم:۲۴) ''ولقد ضربنا للناس فی ھذا القرآن من کل مثل لعلھم یتذکرون'' (حقیقت یہ ہے کہ ہم نے اس قرآن میں ہر قسم کی مثالیں بیان کی ہیں، تاکہ لوگ سبق حاصل کریں) (سورۃ الزمر:۲۷)

''ضرب'' کی تفسیر میں مختلف آراء ہیں، اگرچہ ضرب کے لغوی معنی پر سب کا اتفاق ہے کہ ضرب کہتے ہیں ''ایقاع الشیئ علی شیی'' (ایک چیز کو دوسری چیز پر مارنا) اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ یہ لفظ الید، العصا یا دوسرے مارنے کے آلات کے ساتھ متعدی ہوتا ہے جیسے اللہ تعالی کا قول:

''ان اضرب بعصاک الحجر'' (سورہ الاعراف:۱۶۰)

(اپنی لاٹھی پتھر پر مارو)

علماء نے ضرب کے معنی میں کئی توجیہات کی ہیں:

پہلی توجیہ:۔ لفظ ضرب مثل کے معنی میں ہے اس سے مراد تمثیل یعنی مثال بیان کرنا ہے، یہ لسان العرب کے مصنف ابن منظورؒ کی اختیار کردہ رائے ہے، اس پر انہوں نے ایک آیت سے استدلال کیا

''واضرب لھم مثلا اصحاب القریۃ اذ جاء ھا المرسلون''

(سورہ یٰس:۱۳)

اور (اے پیغمبر!) تم ان کے سامنے ایک بستی والوں کی مثال پیش کرو، جب ان کے پاس رسول آئے تھے) یعنی ان کے سامنے مثال پیش کرو، مثال سے مراد اصحاب قریہ کا حال ہے، اسی طرح اللہ تعالی کا قول:

یضرب اللہ الحق والباطل (سورۃ الرعد:۱۷)

اللہ تعالیٰ حق اور باطل کی مثال اسی طرح بیان کررہا ہے

یعنی اللہ تعالی حق اور باطل کی مثال بیان کررہا ہے، صاحب قاموس نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے (لسان العرب مادہ ضرب ۲/۳۷)

دوسری توجیہہ: ضرب کے معنی وصف وبیان کے ہیں، مقاتل بن سلیمان سے یہ بات نقل کی گئی ہے انہوں نے اسی معنی کے اعتبار سے

" وضرب اللہ مثلا عبدا مملوکا لا یقدر علی شیء " (سورۃ النحل ۸۵)

کی تفسیر کی ہے، اللہ تعالی ایک مثال دیتا ہے کہ ایک طرف ایک غلام ہے جو کسی کی ملکیت میں ہے، اس کو کسی چیز پر کوئی اختیار نہیں، اس پر استشہاد کے طور پر کمیت کا قول نقل کیا ہے۔

" وذلک ضرب اخماس اریدت لاسداس عسی ان لا تکونا"

(تفسیر طبری ۱/۱۷۵)

تیسری توجیہہ: ضرب کے معنی زمین پر چلنے اور مسافت طے کرنے کے ہیں، اور ضرب المثل" کے معنی تمام شہروں میں جاری وساری اور زبان زد ہونے کے ہیں جیسے "ضرب فی الارض "یعنی وہ زمین پر چلا ہو، اسی وجہ سے عقد مضاربت کے ساتھ متصف شخص کو مضارب کہا جاتا ہے، جب ضرب کے معنی مسافت طے کرنے کے ہوئے اس لئے تو

کسی چیز کے لوگوں اور قوموں میں عام ہونے کے ساتھ ساتھ دلوں میں پیوست ہو جانے کو بیان کرنے کے لئے ''ضرب المثل'' کی تعبیر استعمال کی جاتی ہے۔

(الحکم والامثال ۷۹)

اس موقع پر علامہ ابن قیم جوزیؒ کی بات نقل کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے جو ان مذکورہ احتمالات میں سے اکثر احتمالات کی وضاحت کرتی ہے فرمایا: اللہ تعالی نے اپنے بندوں کے لئے امثال ذکر کیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے لئے مثالیں بیان کیں، اسی طرح حکماء وعلماء اور مصلحین نے مثالیں بیان کیں، لیکن ضرب المثل کے معنی کیا ہیں؟ اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں: کہ لفظ ''ضرب'' کبھی تو ''ضرب فی الارض'' سے ماخوذ ہوتا ہے یعنی زمین پر چلنا، اس صورت میں ''ضرب المثل'' کے معنی اس چیز کے پھیلنے، عام ہونے، اور جاری وساری ہونے کے ہوں گے، اسی بات کو ابو ہلال نے اپنی کتاب کے مقدمہ میں اختیار کیا ہے (انظر مقدمۃ کتاب جمہرۃ الامثال) اور کبھی ''ضرب المثل'' کے معنی کسی چیز کو اس کی شہرت کی وجہ سے لوگوں کے سامنے نصب کر دینا، تاکہ ان کے دل اس پر گواہی دیں جیسے آنکھ اپنے سامنے نصب شدہ چیزوں کے ہونے پر گواہی دیتی ہے، اس صورت میں یہ ''ضربت الخباء'' یعنی میں نے خیمہ لگا دیا سے ماخوذ ہے۔

اللہ تعالی کے قول '' کذلک یضرب اللہ الحق والباطل '' میں یضرب کا مطلب ہے کہ اللہ تعالی حق وباطل کے مینارہ کو نصب فرماتے ہیں اور ان کی علامات کو واضح فرماتے ہیں تاکہ مکلّف لوگ حق کو اس کی علامت کے ذریعہ پہچان کر اس تک رسائی کو حاصل کریں اور باطل کو پہچان کر اس سے پرہیز کریں، یہ بات علامہ شریف

رضی نے اپنی کتاب ''تلخیص البیان فی مجازات القرآن'' میں ذکر کی ہے۔
(تلخیص البیان فی مجازات القرآن ۱۰۷)

اور کبھی ''ضرب المثل'' کا مفہوم بنانا اور پیدا کرنا ہوتا ہے، اس صورت میں یہ ''ضرب اللبن و ضرب الخاتم'' (اینٹیں یا انگوٹھی بنانے) سے ماخوذ ہوتا ہے، اور کبھی ضرب'' ایقاع شیء علی شیء'' (کسی چیز کا دوسری چیز پر مارنے) کے معنی میں ہوتا ہے اسی سے ''ضرب الدراہم'' ہے، یعنی رسید پر جو نمونہ ہے اس کو دراہم پر لگانا تا کہ یہ رسید کے نمونہ کے ساتھ ڈھل جائے، تو گویا مثل اس حالت یعنی صفت کے مطابق ہے جس کی وضاحت کے لئے یہ مثال آئی ہے، خلاصہ کلام یہ ہے کہ ''ضرب المثل'' درج ذیل چار معنوں میں سے کسی ایک معنی سے ماخوذ ہوتا ہے۔

۱......ضرب فی الارض یعنی زمین پر چلنے سے۔

۲......ضربه : نصبه للناس و اشهره یعنی لوگوں کے سامنے اس کو نصب کیا اور مشہور کیا۔

۳...... ضرب: صنع و انشاء :یعنی بنانا اور ایجاد کرنا،

۴...... ضرب :ایقاع شی علی مثال شیء :ایک چیز کو اسی طرح کی دوسری چیز پر مارنا اور رد کرنا، اسی آخری معنی سے آنے والی آیت کی تفسیر معلوم ہو جاتی ہے۔

" وقال الظالمون ان تتبعون الا رجلا مسحورا ،انظر کیف ضربوا لک الامثال فضلوا فلا یستطیعون سبیلا ٥"(سورۃ الفرقان۹۔۸)

(اور یہ ظالم (مسلمانوں سے) کہتے ہیں کہ: ''تم جس کے پیچھے چل رہے ہو، وہ اور کچھ نہیں، بس ایک شخص ہے جس پر جادو ہو گیا ہے (اے پیغمبر!) دیکھو ان لوگوں

نے تمہارے بارے میں کیسی کیسی باتیں بنائی ہیں، چنانچہ ایسے بھٹکے ہیں کہ راستے پر آنا ان کے بس سے باہر ہے“)

مشرکین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کہا کہ یہ شخص جادوگر ہے، اللہ تعالیٰ اس کی تردید فرمارہے ہیں: کہ اے پیغمبر! دیکھو یہ لوگ کیسے آپ کے بارے میں کہتے ہیں کہ آپ جادوگر ہیں، حالانکہ آپ کی سیرت اس بات کے غلط ہونے پر گواہ ہے۔ جو آیات آپ پڑھتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اس کا جادوگری سے کوئی تعلق نہیں ہے اور جس چیز کو یہ لوگ عقلوں کو حیران کرنے والی اور دلوں کو اپنی گرفت میں لینے والی پاتے ہیں یہ اس کی مٹھاس، خوب صورتی اور اس کا معجزہ ہونا ہے، اس کا سحر سے کیا جوڑ ہے؟ اس بنیاد پر مناسب یہ ہے کہ مذکورہ آیت میں ضرب کی تفسیر وصف سے کی جائے، پہلے گزر چکا ہے کہ وصف بھی ضرب کے معانی میں سے ایک معنی ہے، علامہ ابن منظور نے اس کو اس طرح تعبیر کیا ہے:” ان انظر کیف وصفوک بکونک مسحورا “یعنی دیکھو! کہ انہوں نے آپ کو کس طرح جادو شدہ ہونے کے ساتھ موصوف کیا ہے؟

رہا ضرب کی تفسیر ”تمثیل“ سے کرنا: انظر کیف مثلوا لک المثال او التمثیل “یعنی دیکھو! کس طرح انہوں نے آپ کے لئے مثال بیان کی ہے، اس معنی کے اعتبار سے بات نامکمل ادھوری رہ جاتی ہے۔ کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ”مسحورا“ کہنا یہ نہ کوئی عام مثل ہے اور نہ قیاسی طور پر مثل بنتی ہے۔

اسی طرح ضرب کی تفسیر ”قطع الارض“ سے کرنا بھی نامکمل ہے، کیونکہ مشرکین نے آپ کو اس نام سے اس لئے موسوم نہیں کیا تھا کہ آپ کو مشہور کریں یہاں تک کہ ان کی بات ”سیر فی الارض“ بن کر کہ ہر جگہ عام ہو جائے۔

نویں بحث: امثال قرآنیہ کا ماحول سے ہم آہنگ ہونا:

خطیب جس ماحول میں رہتا ہے اس سے متاثر ضرور ہوتا ہے، اسی وجہ سے ہم بہت آسانی سے شہری اور دیہاتی گفتگو وکلام میں فرق کر سکتے ہیں، وجہ اس کی یہ ہے کہ ماحول انسانی شخصیت پر اہم کردار ادا کرنے والے تین ارکان وعناصر میں سے ایک اہم رکن ہے، اسی بنیاد پر ایک ماہر وتجربہ کار محقق زمانہ جاہلیت اور زمانہ اسلام کے اشعار میں فرق کرسکتا ہے اور اسی طرح اموی اور عباسی دور کے اشعار میں بھی فرق کرسکتا ہے کہ یہ سب ادبی سرمایہ کے ماحول سے اثر پذیری کا نتیجہ ہے، لیکن چونکہ قرآن اس ذات کا کلام ہے جو اس عیب سے پاک ہے کیونکہ اللہ تعالی ہی ہر چیز کے خالق ہیں وہ عام مخلوق کی طرح کسی چیز سے متاثر نہیں ہوتے۔

بہر حال قرآنی مثالیں لوگوں کی ہدایت کے لئے نازل کی گئیں اس لئے ان میں ان زبانوں کا لحاظ بھی رکھا گیا، جن کے لئے ان کو نازل کیا گیا ہے، چنانچہ مکی آیات و امثال مدنی سے اس اعتبار سے مختلف ہیں کہ ہر ایک میں اپنے اپنے ماحول کی رعایت کی گئی ہے۔

مکی امثال: مکی امثال ان بیماریوں کے علاج ومعالجہ پر مشتمل ہیں۔ جن کا اس زمانہ میں عام ابتلاء تھا، مکی ماحول میں خاص طور پر آپ مشرکین سے مقابلہ پر تھے، اور ان کی خواہشات کے خلاف ان کو اللہ وآخرت پر ایمان لانے اور غیر اللہ کی عبادت ترک کرنے کی دعوت دے رہے تھے، اس سخت صورت حال میں قرآن کریم نے ان مصنوعی خداؤں کی جن کو یہ تھامے ہوئے تھے، ایسی بہترین مثال سے تشبیہ دی ہے کہ

یہ مصنوعی خدا مکڑی کے جالے سے زیادہ کمزور ہیں جو نہ بارش کے قطروں کا اور نہ ہلکی وتیز ہواؤں کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"مثل الذین اتخذوا من دون الله کمثل العنکبوت اتخذت بیتا وان اوھن البیوت لبیت العنکبوت لو کانوا یعلمونo" (سورۃ العنکبوت:۴۱)

جن لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر دوسرے رکھوالے بنا رکھے ہیں، ان کی مثال مکڑی کی سی ہے جس نے کوئی گھر بنالیا ہو، اور کھلی بات ہے کہ تمام گھروں میں سب سے کمزور گھر مکڑی کا ہوتا ہے، کاش کہ یہ لوگ جانتے! یعنی جن خداؤں کو انہوں نے اپنے لیے مضبوط سہارا سمجھا ہوا تھا ان کو مکڑی کے جالے اور اس کے تاروں سے تشبیہ دے کر حقیر اور ذلیل دکھایا ہے۔

اس تشبیہ کو بیان کئے ہوئے آج چودہ سو سال گزر چکے ہیں، اور یہ مثل قرآنی متکبر وجابر اور اپنے کو اعلیٰ و بالا سمجھنے والوں کو چیلنج کر رہی ہے اور جن لوگوں کو علمی انکشافات اور جدید ایجادات (سائنس وٹیکنالوجی) نے دھوکہ میں ڈال دیا، یہ مثل قرآنی اور یہ آیت قرآنی "یاایھاالناس ضرب مثل فاستمعوا له ان الذین تدعون من دون الله لن یخلقوا ذبابا ولو اجتمعوا له وان یسلبھم الذباب شیئا لایستنقذوه منه ضعف الطالب والمطلوب o" (سورۃ الحج:۷۳) ان پر حجت ہے کہ ذرا اس کے خلاف تو کر کے دکھادو!! کہ سب جمع ہو کر کسی مکھی کو پیدا کر دو یا یہ اس کمزور وحقیر مکھی سے مہلک ذرات کو چھین لو، بلکہ مکھی تو اس کی بھی قدرت رکھتی ہے کہ ہلاکت کو پروان چڑھانے والے کو مار ڈالے، اس طرح کہ جن مہلک وجان لیوا ذرات وجراثیم کو وہ ایک

جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرتی ہے ان میں سے ایک ذرہ اس کو چھو جائے تو وہ ہلاک بھی ہوسکتا ہے۔ (الصورۃ الفنیۃ فی المثل القرآنی ۹۹ نقلاعن کتاب "القرآن والقضایا الانسان")

یہ تو ان بتوں کی عبادت کرنے پر رد تھا، رہا ان کا دنیا اور اس کی زندگی کی طرف میلان، آخرت سے نفرت کو بیان کرنا تو دنیا کو ایک جلد ختم ہونے والی کھتی سے تشبیہ دی ہے کہ نظروں کے سامنے بنجر زمین سر سبز وشاداب ہو جاتی ہے، پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ خشک ہو کر بھوسے میں بدل جاتی ہے، چنانچہ فرمایا:

"انما مثل الحیوۃ الدنیا کماء أنزلنا ہ من السماء فاختلط بہ نبات الارض مما یأکل الناس والأنعام حتی اذا أخذت الارض زخرفھا وزینت وظن أھلھا أنھم قادرون علیھا أتاھا امرنا لیلا أو نھارا فجعلناھا حصیدا کأن لم تغن بالأمس کذالک نفصل الأیات لقوم یتفکرونo"

(سورہ یونس ۲۴)

(دنیوی زندگی کی مثال تو کچھ ایسی ہے جیسے ہم نے آسمان سے پانی برسایا جس کی وجہ سے زمین سے اگنے والی وہ چیزیں خوب گھنی ہوگئیں جو انسان اور مویشی کھاتے ہیں، یہاں تک کہ جب زمین نے اپنا یہ زیور پہن لیا، اور سنگھار کر کے خوش نما ہوگئی، اور اس کے مالک سمجھنے لگے کہ بس اب یہ پوری طرح ان کے قابو میں ہے، تو کسی دن یا رات کے وقت ہمارا حکم آ گیا (کہ اس پر کوئی آفت آجائے) اور ہم نے اس کو کٹی ہوئی کھیتی کی سپاٹ زمین میں اس طرح تبدیل کر دیا جیسے کل وہ تھی ہی نہیں، اسی طرح ہم نشانیوں کو ان لوگوں کے لئے کھول کھول کر بیان کرتے ہیں جو غور فکر سے کام لیتے ہیں۔)

مدنی امثال : رہا مدنی امثال کا ذکر تو مدنی امثال پر مدنی اثر غالب ہے، کیونکہ یہ

امثال اس ماحول میں پھیلی ہوئی بیماریوں کے علاج کے طور پر نازل کی گئیں تھیں، یہاں شرک وبت پرستی کی جگہ اخلاقی بیماریوں کا فتنہ تھا، اسی وجہ سے وحی الٰہی میں مثالوں کے ذریعہ (جس کی طرف آگے چل کر اشارہ کریں گے) ان بیماریوں کا علاج کیا گیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مدینہ میں منافقین سے واسطہ پڑا جو حقیقتاً پکے مؤمن نہ تھے، لیکن ظاہراً اسلام کا دعوی کرتے تھے تاکہ اسلامی حکومت کو نقصان پہنچائیں، اس صورتِ حال کے تناظر میں ہم دیکھتے ہیں کہ مدنی امثال میں منافقین کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور اسلام ومسلمانوں کے خلاف ان کے منصوبوں کو واضح کیا گیا ہے، چنانچہ اللہ تعالی نے ان کے لئے کبھی آگ کی مثال بیان کی تو کبھی بارش کی:

" مثلهم كمثل الذى استوقد نارا فلما أضاء ت ما حوله ذهب الله بنورهم وتركهم فى ظلمات لا يبصرون ٥ صم بكم عمى فهم لا يرجعون ٥ أو كصيب من السماء فيه ظلمٰت ورعد وبرق يجعلون أصابعهم فى اذانهم من الصواعق حذر الموت والله محيط بالكفرين٥"

(سورۃ البقرہ:۱۶۔۱۸)

(ان کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے ایک آگ روشن کی، پھر جب اس (آگ نے) اس کے ماحول کو روشن کردیا تو اللہ نے ان کا نور سلب کرلیا اور انہیں اندھیریوں میں چھوڑ دیا کہ انہیں کچھ سجھائی نہیں دیتا، وہ بہرے گونگے ہیں، اندھے ہیں، چنانچہ اب وہ واپس نہیں آئیں گے، یا پھر (ان منافقوں کی مثال ایسی ہے) جیسے آسمان سے برستی ایک بارش ہو، جس میں اندھیریاں بھی ہوں، اور گرج بھی اور چمک

بھی، وہ کڑکوں کی آواز پر موت کے خوف سے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں دے لیتے ہیں اور اللہ نے کافروں کو گھیرے میں لے رکھا ہے۔

مدینہ منورہ نے اپنے دامن میں تین یہودی قبیلوں کو بسایا ہوا تھا، قبیلہ بنو قینقاع، بنو نضیر، بنو قریظہ، ان قبیلوں کی فطرت ہی میں دھوکہ چال بازی اور غداری کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، یہ لوگ آپ ؐ کی صفات وعلامات تورات میں پڑھتے تھے لیکن آپ ؐ کے پاس سے ایسے گزر جاتے جیسے یہ بالکل ان پڑھ ہیں جن کو نہ پڑھنا آتا ہے اور نہ لکھنا، ان کی اسی عادت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسے گدھے سے تشبیہ دی جو بہت سی کتابیں اپنے اوپر لادے لیکن ان سے ذرہ برابر فائدہ نہ اٹھائے۔

"مثل الذین حملوا التورۃ ثم لم یحملوھا کمثل الحمار یحمل اسفارا بئس مثل القوم الذین کذبوا بایات اللہ واللہ لا یھدی القوم الظالمین o" (سورۃ الجمعہ:۵)

(جن لوگوں پر تورات کا بوجھ ڈالا گیا، پھر انہوں نے اس کا بوجھ نہیں اٹھایا، ان کی مثال اس گدھے کی سی ہے جو بہت سی کتابیں لادے ہوئے ہو، بہت بری مثال ہے، ان کی جنہوں نے اللہ کی آیتوں کو جھٹلایا، اور اللہ ایسے ظالموں کو ہدایت تک نہیں پہنچاتا) آپ ﷺ کے زمانہ کے بعض کلمہ گو جن کے یہود سے مراسم بھی تھے، اس بات کے محتاج تھے کہ ان کے اخلاق کی اصلاح کے لئے بھی الٰہی رہنمائی کا انتظام ہو، کیونکہ بعض حضرات وہ تھے جو اللہ کے راستہ میں اپنا مال دکھاوے کے لئے دیتے تھے تو بعض احسان جتلانے اور تکلیف پہنچانے کے لئے دیتے تھے، چنانچہ وحی نازل ہوئی جس نے اللہ کی خوشنودی کے لئے خرچ کرنے والوں اور احسان جتلانے و تکلیف

پہنچانے اور دکھاوے کے لئے خرچ کرنے والوں کے موقف وارادہ کو خصوصی مثال سے واضح کیا۔

فرمان باری تعالیٰ ہے:

"یاایھا الذین امنوا لا تبطلو اصدقاتکم بالمن والاذی کالذی ینفق ماله رئاء الناس ولا یؤمن بالله والیوم الاخر فمثله کمثل صفوان علیه تراب فاصابه وابل فترکه صلدا لا یقدرون علی شیء مما کسبوا والله لا یهدی القوم الکافرین O" (سورۃ البقرہ:٢٦)

(اے ایمان والو! اپنے صدقات کو احسان جتلا کر اور تکلیف پہنچا کر اس شخص کی طرح ضائع مت کرو جو اپنا مال لوگوں کو دکھانے کے لئے خرچ کرتا ہے، اور اللہ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتا، چنانچہ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک چکنی چٹان پر مٹی جمی ہو، پھر اس پر زور کی بارش پڑے اور اس مٹی کو بہا کر چٹان کو (دوبارہ) چکنی بنا کر چھوڑے، ایسے لوگوں نے جو کمائی کی ہوتی ہے وہ ذرا بھی ان کے ہاتھ نہیں لگتی، اور اللہ (ایسے) کافروں کو ہدایت تک نہیں پہنچاتا۔)

اس آیت میں اہل ایمان کو ریا کاروں کے طرز پر خرچ کرنے سے منع کرتے ہوئے ان کے انفاق کو محض لاحاصل سعی قرار دیا ہے، اس کے برعکس جو لوگ اللہ کی خوشنودی کے حصول کے لیے اور اخلاص کی بناء پر خرچ کرتے ہیں ان کی مثال یوں دی۔

"مثل الذین ینفقون أموالهم فی سبیل اللّٰه کمثل حبة أنبتت سبع سنابل فی کل سنبلة مائة حبة واللّٰه یضاعف لمن یشاء واللّٰه واسع علیم O"

(سورہ البقرہ:٢٦١)

(جو لوگ اللہ کے راستے میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں ان کی مثال ایسی ہے جیسے ایک دانہ سات بالیں اگائے (اور) ہر بال میں سو دانے ہوں، اور اللہ جس کے لئے چاہتا ہے (ثواب میں) کئی گناہ اضافہ کر دیتا ہے، اللہ بہت وسعت دینے والا (اور) بڑے علم والا ہے۔)

یہ ہلکی سی جھلک تھی ان امثال قرآنیہ کی جو ہجرت سے پہلے و بعد میں نازل ہوئیں، مزید ہر تمثیل پر تفصیلی بحث انشاءاللہ متعلقہ آیات کے تذکرہ میں الگ سے آجائے گی۔

دسویں بحث: امثال قرآنیہ کو برا سمجھنا

بعض آیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ بعض مخاطبین امثال کو برا سمجھتے تھے اور تعجب کرتے تھے، وجہ اس کی یہ تھی کہ امثال قرآنیہ ان کے منصوبوں اور ان کی اندرونی صورت حال کو آشکارہ کرتی تھیں، اور ان کے خوابوں کو مٹی میں ملا دیتی تھیں، یہ بات ان کو پریشان اور اضطراب میں مبتلا کر دیتی تھی، یہ انکار عام طور پر ان امثال کے بارے میں تھا جن میں اللہ تعالی نے کبھی مکھی، مکڑی، مچھر کی مثال دی ہے تو کبھی کتے و گدھے کی مثال۔

علامہ زمخشری نے فرمایا:

"والتمثيل انما يصار اليه لكشف المعانى، وادناء المتوهم من الشاهد فان كان المتمثّل له عظيما كان المتمثل به مثله، وان كان حقيرا كان المتمثل به كذلك" (الاتقان فی علوم القرآن ج۲ ص۵۴۲)

کہ تمثیل معنی کی وضاحت اور وہمی شخص کو مشاہدہ کے قریب کرنے کے لئے پیش

کی جاتی ہے، جس کے لئے مثال پیش کی جارہی ہے (مخاطب) اگر وہ کوئی بڑا آدمی ہے تو مثال بھی اسی کے شایان شان ہوتی ہے لیکن اگر جس کے لئے مثال پیش کی جا رہی ہو وہ کوئی حقیر وکمتر آدمی ہو تو پھر مثال بھی اسی درجہ کی ہوگی۔

یہ شبہ ہمارے موجودہ زمانہ میں بھی گردش کرتا نظر آتا ہے، بعض لوگوں کو حشرات اور بالکل حقیر چیزوں کی مثال ذکر کرنے پر بڑا تعجب ہے، یہ لوگ اس بات کو نظر انداز کردیتے ہیں کہ امثال میں الفاظ اور جس چیز کے ساتھ مثال دی جارہی ہے اس کا اعتبار نہیں ہے، بلکہ پیش نظر ممثل لہٗ اور اس چیز کے اجزاء ترکیبیہ ہوتے ہیں۔

اب ہمیں کیا معلوم! کہ مچھر کی جسمانی بناوٹ میں کیا کیا راز پنہاں ہیں، اور کیا کیا صنعت گری اور کارکردگی کا دخل ہے؟ یقیناً اس میں ایسی تخلیقی کاری گری دکھائی گئی ہے جس کا مشاہدہ ہم بڑے بڑے جسم والی چیزوں میں نہیں کرسکتے، ان سب چیزوں کو پیدا کرنے والی اکیلی ذات اللہ کی ہے، اللہ تعالی ہر چھوٹی و بڑی چیز کا رب ہے، وہی مچھر اور ہاتھی کو پیدا کرنے والا ہے، مچھر کے اندر جو معجزہ ہے وہی معجزہ ہاتھی میں بھی ہے وہ ہے حیات وزندگی کا معجزہ، اور ان پوشیدہ رازوں کا معجزہ جن کو اللہ ہی جانتا ہے، مثال میں حجم کی کوئی حیثیت نہیں ہے، کیونکہ امثال تو صرف وضاحت اور روشن کرنے کا ذریعہ ہیں، اور ایسی چیز ضرب الامثال میں معیوب وناپسندیدہ بھی نہیں اور نہ ہی ان کے ذکر کرنے میں کوئی حیا وشرم کی بات ہے، اللہ تعالی بڑی حکمت والا ہے وہ تو ان مثالوں کے ذریعہ دلوں کو پرکھنا چاہتا ہے کہ کون درست راستہ پر آتا ہے۔

گیارھویں بحث: امثال قرآنیہ کے بیان میں

آپ جان چکے ہیں کہ قرآن میں ذکر کردہ ضرب الامثال، عمومی پھیلی ہوئی

ضرب الامثال سے مختلف ہیں، جب اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وتلک الامثال نضربھا ... اس سے عمومی امثال مراد نہیں ہوتیں بلکہ تمثیل مراد ہوتی ہے، اور یہ تمثیلات کا باب علوم القرآن میں ایک منفرد و مستقل باب کا درجہ رکھتا ہے اور علوم القرآن کے معارف میں سے ایک عظیم مقام رکھتا ہے۔ بہت سے لوگوں نے اس کے رمز و حقائق پر کتابیں اور رسالے بھی لکھے ہیں ان میں سے بعض کا ذکر ہم مقدمہ کے آخر میں کریں گے، البتہ اس کتاب میں جن آیات پر بحث کرنی ہے، ان آیات پر چونکہ پڑھنے والے کو ایک لمحہ کے لئے ٹھہرانا مقصود ہے اس لئے ہم سورتوں کی ترتیب سے ان تمثیلات قرآنیہ کو ذکر کرتے ہیں:

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا ۚ فَلَمَّا أَضَاءَتْ مَا حَوْلَهُ ذَهَبَ اللَّهُ بِنُورِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِي ظُلُمَاتٍ لَا يُبْصِرُونَ ۞ صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ ۞

(سورۃ البقرۃ:۱۷)

أَوْ كَصَيِّبٍ مِنَ السَّمَاءِ فِيهِ ظُلُمَاتٌ وَرَعْدٌ وَبَرْقٌ ۚ يَجْعَلُونَ أَصَابِعَهُمْ فِي آذَانِهِمْ مِنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ ۚ وَاللَّهُ مُحِيطٌ بِالْكَافِرِينَ ۞ يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ أَبْصَارَهُمْ ۖ كُلَّمَا أَضَاءَ لَهُمْ مَشَوْا فِيهِ وَإِذَا أَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوا ۚ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَأَبْصَارِهِمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۞

(سورۃ البقرۃ:۱۸)

إِنَّ اللَّهَ لَا يَسْتَحْيِي أَنْ يَضْرِبَ مَثَلًا مَا بَعُوضَةً فَمَا فَوْقَهَا ۚ فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا فَيَعْلَمُونَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ ۖ وَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَيَقُولُونَ مَاذَا أَرَادَ اللَّهُ بِهَٰذَا مَثَلًا ۘ يُضِلُّ بِهِ كَثِيرًا وَيَهْدِي بِهِ كَثِيرًا ۚ وَمَا يُضِلُّ بِهِ إِلَّا الْفَاسِقِينَ ۞

(سورۃ البقرۃ:۲۶)

وَمَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِيْ يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً وَّنِدَآءً ؕ صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ۝

(سورۃ البقرۃ:۱۷۱)

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ۝

(سورۃ البقرۃ:۲۶۱)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى ۙ كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا ؕ لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ۝

(سورۃ البقرۃ:۲۶۴)

وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ ۚ فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ۝

(سورۃ البقرۃ:۲۶۵)

اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ لَهٗ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۙ وَاَصَابَهُ الْكِبَرُ وَلَهٗ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَآءُ ۚ فَاَصَابَهَآ اِعْصَارٌ فِيْهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ۝

(سورۃ البقرۃ:۲۶۶)

مَثَلُ مَا يُنْفِقُوْنَ فِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَثَلِ رِيْحٍ فِيْهَا صِرٌّ اَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فَاَهْلَكَتْهُ ؕ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ۝

(سورۃ آل عمران:۱۱۷)

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ۝ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ ۚ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ۭ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ۝ سَاۗءَ مَثَلَا ۨ الْقَوْمُ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاَنْفُسَهُمْ كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ۝

(سورۃ الاعراف:۱۷۵)

اِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَاۗءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَاۗءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ مِمَّا يَاْكُلُ النَّاسُ وَالْاَنْعَامُ ۭ حَتّٰٓي اِذَآ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ وَظَنَّ اَهْلُهَآ اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَيْهَآ ۙ اَتٰىھَآ اَمْرُنَا لَيْلًا اَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنٰهَا حَصِيْدًا كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ ۭ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ۝

(سورۃ یونس:۲۴)

مَثَلُ الْفَرِيْقَيْنِ كَالْاَعْمٰى وَالْاَصَمِّ وَالْبَصِيْرِ وَالسَّمِيْعِ ۭ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ۭ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ۝

(سورۃ ھود:۲۴)

لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ۭ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَاۗءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ۭ وَمَا دُعَاۗءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ۝

(سورۃ الرعد:۱۴)

اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌۢ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا ۭ وَمِمَّا يُوْقِدُوْنَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ ابْتِغَاۗءَ حِلْيَةٍ اَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهٗ ۭ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ ڛ فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاۗءً ۚ وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ ۭ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ۝

(سورۃ الرعد:۱۷)

مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ اشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ يَوْمٍ عَاصِفٍ ؕ لَا يَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰى شَيْءٍ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ۝

(سورۃ ابراھیم:۱۸)

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ ۝ تُؤْتِيْۤ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍۭ بِاِذْنِ رَبِّهَا ؕ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۝

(سورۃ ابراھیم:۲۴۔۲۵)

وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةِ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ ۝

(سورۃ ابراھیم:۲۶)

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّمَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّجَهْرًا ؕ هَلْ يَسْتَوٗنَ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

(سورۃ النحل:۷۵)

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ اَحَدُهُمَاۤ اَبْكَمُ لَا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّهُوَ كَلٌّ عَلٰى مَوْلٰىهُ ۙ اَيْنَمَا يُوَجِّهْهُّ لَا يَاْتِ بِخَيْرٍ ؕ هَلْ يَسْتَوِيْ هُوَ ۙ وَمَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ ۙ وَهُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝

(سورۃ النحل:۷۶)

فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ۝ حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ ؕ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ۝

(سورہ الحج:۳۰/۳۱)

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ
لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ؕ وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْـًٔا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ
مِنْهُ ؕ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ ۝

(سورۃ الحج:۷۳)

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ؕ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ ؕ
اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ ۙ يَّكَادُ
زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ؕ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ؕ يَهْدِى اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ
الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمٌ ۝

(سورۃ النور:۳۵)

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۭ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ؕ
حَتّٰۤى اِذَا جَآءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْـًٔا وَّوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ؕ
وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝ۙ

(سورۃ النور:۳۹)

اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَّغْشٰىهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ؕ
ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ؕ اِذَاۤ اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرٰىهَا ؕ
وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ۝ع

(سورۃ النور:۴۰)

اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ اَوْ يَعْقِلُوْنَ ؕ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ
اَضَلُّ سَبِيْلًا ۝ع

(سورۃ الفرقان:۴۴)

مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ۚ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا ؕ
وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝

(سورۃ العنکبوت:۴۱)

وَهُوَ الَّذِیْ یَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَیْهِ ؕ وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ۝

(سورۃ الروم:۲۷)

ضَرَبَ لَکُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِکُمْ ؕ هَلْ لَّکُمْ مِّنْ مَّا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ مِّنْ شُرَکَآءَ فِیْ مَا رَزَقْنٰکُمْ فَاَنْتُمْ فِیْهِ سَوَآءٌ تَخَافُوْنَهُمْ کَخِیْفَتِکُمْ اَنْفُسَکُمْ ؕ کَذٰلِکَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ۝

(سورۃ الروم:۲۸)

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِیْهِ شُرَکَآءُ مُتَشٰکِسُوْنَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ ؕ هَلْ یَسْتَوِیٰنِ مَثَلًا ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۚ بَلْ اَکْثَرُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝

(سورۃ الزمر:۲۹)

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۫ سِیْمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِکَ مَثَلُهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ ۚۖۛ وَمَثَلُهُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ ۚ۫ کَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰی عَلٰی سُوْقِهٖ یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِیَغِیْظَ بِهِمُ الْکُفَّارَ ؕ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا ۝

(سورۃ الفتح:۲۹)

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا کَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۫ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا یَغْتَبْ بَّعْضُکُمْ بَعْضًا ؕ اَیُحِبُّ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّاْکُلَ لَحْمَ اَخِیْهِ مَیْتًا فَکَرِهْتُمُوْهُ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِیْمٌ ۝

(سورۃ حجرات:۱۲)

مَثَلُ الَّذِیْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ یَحْمِلُوْهَا کَمَثَلِ الْحِمَارِ یَحْمِلُ اَسْفَارًا ؕ بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ۝

(سورۃ الجمعۃ:۵)

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ ؕ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَیْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَیْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ یُغْنِیَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَیْـًٔا وَّقِیْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِیْنَ۝

(سورۃ التحریم:۱۰)

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ ۘ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِیْ عِنْدَكَ بَیْتًا فِی الْجَنَّةِ وَنَجِّنِیْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ۝

(سورۃ التحریم:۱۱۔۱۲)

فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِیْنَ۝ۙ كَاَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ۝ۙ فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ۝

(سورۃ التحریم:۴۹،۵۰)

مذکورہ بالا آیات جن پر ہم نے آگے جا کر بحث کرنی ہے۔ان شاء اللہ

اگر چہ یہ جامع نہیں ہے کیونکہ اس میں بعض ایسی آیات بھی ہیں جو تمثیل کے معنی پر مشتمل تو ہیں لیکن ان میں لفظ مثل یا کوئی حرف تشبیہ نہیں پایا جاتا ،لیکن اس کے باوجود تمثیل کے بنیادی ارکان وعناصر بہر حال موجود ہیں جیسے: ''الـذیـن یأکلون الربوا لایقومون الا کما یقوم الذی یتخبطه الشیطان من المس''

(سورۃ البقرۃ:۲۷۵)

سود کھانے والے کو اس شخص سے تشبیہ دی جس کو جن چھو گیا ہو، جس کی وجہ سے وہ سہا ہوا ہے کہ عقل ودماغ اس کے قابو میں نہیں ہے، اسی طرح کی اور دیگر آیات۔ پیچھے گذرا ہے کہ ایسی امثال کو کامنہ کہتے ہیں۔

بعض علماء نے فرمایا:

ضـرب الامثـال فـی الـقـرآن یستـفـاد منه امور کثیرة : التذکیر، و الـوعظ، والحث والزجر، والاعتبار والتقریر ، وتقریب المراد للعقل، و

تصویرہ بصورة المحسوس، فان الامثال تصوّر المعانی بصورة الاشخاص ، لانها اثبت فی الذهن لاستعانة الذهن منها بالحواس ، ومن ثم کان الغرض من المثل تشبیه الخفی بالجلی والغائب بالشاهد وتأتی امثال القرآن مشتملة علی تفاوت الاجر، وعلی المدح والذم والثواب والعقاب و علی تفخیم الامر وتحقیرہ، وعلی تحقیق امر وابطاله .

(ریاض السالکین:۵/۴۶۱)

قرآن کریم میں ضرب الامثال سے کئی امور حاصل ہوتے ہیں، یاددہانی، وعظ ونصیحت، کسی چیز پر ابھارنا یا روکنا، عبرت حاصل کرنا، کسی بات کو ثابت کرنا، مقصود کو عقل کے قریب کرنا، مقصود کو حسی مثال کی صورت میں پیش کرنا، کیونکہ امثال معانی کو اشخاص کی صورت میں پیش کرتی ہیں، جو کہ ذہن میں اچھی طرح راسخ ہوجاتی ہے کیونکہ ذہن حواس کو بھی کام میں لاتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ مثل کی غرض ومقصد کسی پوشیدہ چیز کو ظاہر واضح چیز سے اور غائب کو موجودہ وحاضرہ سے تشبیہ دینا ہے۔

اسی طرح امثال قرآنیہ اجروثواب کے فرق ودرجات ، مدح وذم ، ثواب وعقاب، کسی معاملہ کے اعلی ادنی ہونے اور کسی معاملے کے پائے جانے یا نہ پائے جانے پر مشتمل ہوتی ہیں، اب ہم ان آیات کو جن میں لفظ مثل کی تصریح پائی جاتی ہے ذکر کرتے ہیں:

۱ ...... وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ (سورۃ الاسراء ۸۹)

۲ ...... وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ (سورۃ الکہف ۵۴)

۳...... وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ (سورۃ النحل ۶۰)

۴...... وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ (سورۃ الروم ۲۷)

۵...... وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ؕ (سورۃ الروم ۵۸)

۶...... وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۝

(سورۃ الزمر ۲۷)

۷...... كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ ۝ (سورۃ الرعد ۱۷)

۸...... وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۝ (سورۃ ابراہیم ۲۵)

۹...... وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْاَمْثَالَ ۝ (سورۃ ابراہیم ۴۵)

۱۰...... وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ (سورۃ النور ۳۵)

۱۱...... وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ۝

(سورۃ العنکبوت ۴۳)

۱۲...... وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ۝ (سورۃ الحشر ۲۱)

۱۳...... كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ اَمْثَالَهُمْ ۝ (سورۃ محمد ۳)

۱۴...... وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ وَّمَثَلًا مِّنَ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ وَ
مَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝ (سورۃ النور ۳۴)

۱۵...... وَلَا يَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ تَفْسِيْرًا ۝ (سورۃ الفرقان ۳۳)

بارھویں بحث: وہ آیات جو امثال کے قائم مقام ہیں:

قرآن کریم پورا کا پورا حکمت ونصیحت اور دعوت وعبرت سے بھرا ہوا ہے کئی محققین نے قرآن مجید میں ذکر کردہ حکمتوں کو تلاش کر کے نکالا جو مختلف زمانوں میں عملی زندگی میں ضرب الامثال کے طور پر استعمال زبان زد رہیں، چنانچہ یہ عام وہر جگہ پھیل گئیں۔ یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ قرآن مجید میں ذکر کردہ حکمتیں بغیر کسی سابقہ نمونہ کے نازل ہوئی ہیں، زمانہ نزول کے وقت ان پر مثل کا اطلاق نہیں ہوتا تھا لیکن زمانہ کے گزرنے اور لوگوں کے زبان زد ہونے کے ساتھ ساتھ ان پر مثل کا اطلاق ہونے لگا۔

علامہ جعفر ابن شمس الخلافہؒ نے ایک مستقل باب قرآنی الفاظ کو بیان کرنے کے لئے باندھا جو بطور ضرب الامثال کے استعمال ہوتے ہیں ''الاتقان فی علوم القرآن'' میں علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے اسی قسم کے امثال پر ایک باب قائم کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں: یہی وہ انوکھی قسم ہے جس کا نام " ارسال المثل " رکھا گیا ہے ،اس باب کی چند ذکر کردہ مثالیں درج ذیل ہیں:

۱...... وَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔـا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ (سورۃ البقرہ:۲۱۶)

۲...... كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً (سورۃ البقرہ:۲۴۹)

۳...... لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۭ (سورۃ البقرہ:۲۸۶)

۴...... لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ڛ (سورۃ ال عمران:۹۲)

۵...... مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ ۭ (سورۃ المائدہ:۹۹)

۶...... قُلْ لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ (سورۃ المائدہ:۱۰۰)

۷...... لِكُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ (سورۃ الانعام:۶۷)

۸...... وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِيْهِمْ خَيْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ ؕ (سورۃ الانفال:۲۳)

۹...... مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ ؕ (سورۃ التوبۃ:۹۱)

۱۰...... آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ (سورۃ یونس:۹۱)

۱۱...... اَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيْبٍ ۝ (سورۃ ھود:۸۱)

۱۲...... قُضِيَ الْاَمْرُ الَّذِيْ فِيْهِ تَسْتَفْتِيٰنِ ۝ؕ (سورۃ الحج:۷۳)

۱۳...... اَلْـٰٔنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ ز (سورۃ الروم۳۲)

۱۴...... قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ ؕ (سورۃ الاسرا:۸۴)

۱۵...... ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ يَدٰكَ (سورۃ الحج:۱۰)

۱۶...... ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ ۝ (سورۃ الحج:۷۳)

۱۷...... كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ۝ (سورۃ الروم:۳۲)

۱۸...... ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ (سورۃ الروم:۴۱)

۱۹...... وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ ۝ (سورۃ سباء:۱۳)

۲۰...... وَحِيْلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ (سورۃ سباء:۵۴)

۲۱...... وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ ۝ (سورۃ فاطر:۱۴)

۲۲...... وَلَا يَحِيْقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ ؕ (سورۃ فاطر:۴۳)

۲۳...... وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ ؕ (سورۃ یٰس:۷۸)

۲۴...... لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ ۝ (سورۃ الصافات:۶۱)

۲۵...... وَقَلِيْلٌ مَّا هُمْ ۚ (سورۃ ص:۲۴)

۲۶...... لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَاشِفَةٌ ۝ (سورۃ النجم:۵۸)

۲۷...... هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ۝ (سورۃ الرحمٰن:۶۰)

۲۸...... فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ ۝ (سورۃ الحشر:۲)

۲۹...... تَحْسَبُهُمْ جَمِيْعًا وَّقُلُوْبُهُمْ شَتّٰى ۚ (سورۃ الحشر ۱۶)

۳۰...... كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ ۝ (سورۃ المدثر:۳۸)

یہ وہ آیات تھیں جو علامہ سیوطیؒ نے الاتقان میں، علامہ جعفر بن شمس الخلافہ[1] کی کتاب ''الآداب'' سے نقل کی ہیں، اگر چہ الآداب میں ذکر کردہ مثالیں تقریبا ۶۹ سے زائد ہیں، یہ آیات ان کے زمانہ میں ضرب الامثال کا درجہ اختیار کر چکی تھیں، علامہ شہاب الدین نے اپنی کتاب " المستطرف فی کل فن مستظرف " میں ان قرآنی حکمتوں کی تعداد جو امثال کے قائم مقام ہیں علامہ سیوطی کی بیان کردہ تعداد سے زیادہ ذکر کی ہیں۔

صاحب مستطرف فرماتے ہیں:

''ان الامثال من اشرف ما وصل بـه اللبيب خطابه ، وحلى بجواهر كتابه ، وقد نطق كتاب الله وهو اشرف الكتب المنزلة بكثير منها، و لم يخل كلام سيدنا رسول الله صلى الله عليه وسلم عنها وهو افصح العرب لسانا واكملهم بيانا ، فكم فى ايراده واصداره من مثل يعجزعن مباراته فى البلاغة كل بطل ...... فمن امثال كتاب الله ،

۱۔ هوابنو الفضل جعفر بن محمد شمس الخلافة الافضلى البصرى المتولد عام ۵۴۳ھ ترجمه ابن خل كان فى وثيات الاعيان مؤلف كتاب " الآداب " وهو كتاب وجيز فى الحكم والامثال من النثر والنظم طبع فى مصر عام ۱۳۴۹ھ .

قولہ تعالی: (لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون)(الان حصحص الحق) (قضی الامر الذی فیه تستفتیان)۔"

(المستطرف فی کل فن مستظرف ج۱اص ۲۷)

بے شک امثال ان معزز چیزوں میں سے ہے جس کے ذریعے ایک عقل مند آدمی اپنے کلام میں ربط پیدا کرتا ہے اور امثال کے موتیوں سے اپنی تحریر کو آراستہ کرتا ہے، کتاب اللہ جو تمام نازل شدہ کتابوں میں سب سے افضل ترین کتاب ہے اس نے بکثرت امثال بیان کیں، اور اسی طریقہ سے جو عرب میں سب سے زیادہ فصیح زبان اور کامل البیان تھے ان کا کلام بھی امثال سے خالی نہیں۔

ان تمثیلات میں ایسی ایسی امثال پائی جاتی ہیں جن کے مقابلہ میں بڑے بڑے فصیح و بلیغ افراد بھی عاجز آ گئے ہیں، انہی امثال قرآنیہ میں سے لن تنالوا البر ......الخ

جن لوگوں نے امثال قرآنیہ پر کچھ لکھا ہے انہوں نے ان امثال پر ان حکمتوں کا بھی اضافہ کیا ہے جن کی تعداد تقریبا ۲۴۵ تک پہنچتی ہے، پروفیسر محمد حسین الصغیر نے اپنی کتاب کے خاتمہ میں یہی طرز اختیار کیا ہے اور انہوں نے ۴۹۵ تعداد ذکر کی ہے، لیکن انہوں نے اس بات کو نظر انداز کر دیا کہ یہ آیات اپنے نزول کے وقت امثال نہ تھیں، بلکہ زمانہ کے گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ امثال کا درجہ اختیار کرتی گئیں،

اخیر میں ہم بعض ان آیات کا اضافہ بھی کر رہے ہیں جو اکثر اسلامی ممالک میں بطور ضرب الامثال کے زبان زد ہیں، ان میں سے بعض آیات کا ذکر "آداب" کے مصنف جعفر بن شمس الخلافہ نے بھی کیا ہے، وہ آیات درج ذیل ہیں:

۱...... وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا (سورۃ الاعراف ۳۱)

۲...... هٰذَا فِرَاقُ بَيۡنِىۡ وَبَيۡنِكَ‌ۚ (سورۃ الکہف:۷۸)

۳...... نُوۡرٌ عَلٰى نُوۡرٍ‌ؕ (سورۃ النور ۳۵)

۴...... وَمَا عَلَى الرَّسُوۡلِ اِلَّا الۡبَلٰغُ الۡمُبِيۡنُ‏ ۝ (سورۃ النور:۵۴)

۵...... يُخۡرِجُ الۡحَـىَّ مِنَ الۡمَيِّتِ وَيُخۡرِجُ الۡمَيِّتَ مِنَ الۡحَـىِّ (سورۃ الروم:۱۹)

۶...... قُلۡ هَلۡ يَسۡتَوِى الَّذِيۡنَ يَعۡلَمُوۡنَ وَالَّذِيۡنَ لَا يَعۡلَمُوۡنَ‌ ؕ (سورۃ الزمر:۹)

۷...... يَدُ اللّٰهِ فَوۡقَ اَيۡدِيۡهِمۡ‌ ۚ (سورۃ الفتح ۱۰)

۸...... هَلۡ جَزَآءُ الۡاِحۡسَانِ اِلَّا الۡاِحۡسَانُ‌ ۝ (سورۃ الرحمٰن:۶۰)

۹...... لِمَ تَقُوۡلُوۡنَ مَا لَا تَفۡعَلُوۡنَ‏ ۝ (سورۃ الصف:۲)

۱۰...... لَـكُمۡ دِيۡنُكُمۡ وَلِىَ دِيۡنِ‏ ۝ (سورۃ الکافرون:۶)

یہ دس آیات ہیں جو مسلمانوں میں بطور امثال کے بھی استعمال ہوتی ہیں، اس کے علاوہ اس موضوع پر ''الامثال فی القرآن الکریم'' مولفہ عبدالرحیم بھی بہترین ہے جس میں پانچ سو (۵۰۰) سے زائد امثال موجود ہیں علامہ بہاء الدین عاملی (۹۵۳۔۱۰۳۰ھ) نے اپنی کتاب میں ''فیما ورد عن کتاب اللہ تعالی مناسبا لکلام العرب'' کے عنوان سے ایک فصل قائم کی ہے، اس فصل کا مقصد اس بات کو واضح کرنا ہے کہ قرآن پاک میں بعض حکمتیں ایسی ہیں جو عربی زبان میں پائی جانے والی حکمتوں کے بدلہ اور اس کے مقابلہ میں آئی ہیں، بطور مثال درج ذیل آیات اور امثال ذکر کی ہیں۔

اہل عرب کسی معاملہ کے واضح ہونے پر کہتے ہیں: ''قد صبح لذی عینین'' یعنی آنکھوں والے کے لئے صبح کی مانند واضح وروشن ہوگئی)، قرآن کریم نے اس کے مقابلہ میں کہا: ''الآن حصحص الحق'' (الحج:۵۱)۔ اہل عرب کسی

چیز کے فوت ہوجانے پر کہتے ہیں " سبق السیف العذل " (تلوار اپنا کام کر چکی اب ملامت کا وقت گزر گیا) قرآن نے اس کے مقابلہ میں کہا: " قضی الامر الذی فیه تستفتیان " (یوسف : ۴۱) ۔ اہل عرب کسی برائی کی تلافی کے موقع پر کہتے ہیں: " عادغیث علی ما افسد " (بارش لوٹ آئی خرابی کے بعد دوبارہ) قرآن نے اس کے مقابلے میں کہا: " مکان السیئة الحسنة " (الاعراف: ۹۵) ۔ وہ شخص جو احسان قبول نہ کرتا ہو اس کی برائی کو اہل عرب اس طرح بیان کرتے ہیں " اعط اخاک ثمرة فان ابی فجمرة " (اپنے بھائی کو پھل دو، اگر انکار کرے تو آگ کا شعلہ دو) اگر کسی کے ساتھ اچھائی کا معاملہ کرو لیکن وہ نخرے کرے تو پھر اس کے ساتھ برائی کے ساتھ پیش آؤ، اسکا دماغ ٹھیک ہوجائے گا۔ قرآن نے اس کے مقابلہ میں کہا: " ومن یعش عن ذکر الرحمن نقیض له شیطانا فهو له قرین ٥ " (الزخرف ۳۶) .. بدلے کے فائدہ کے وقت اہل عرب یہ مثل استعمال کیا کرتے تھے: " القتل انفی للقتل " (قتل کے بدلہ میں قتل کرنا قتل کو روکنے والا ہے) قرآن نے کہا: " لکم فی القصاص حیاة " (البقرة: ۱۷۹)

ان مثالوں کو بیان کرنے کے بعد علامہ بہاؤ الدین عاملی نے اپنی کتاب " المخلاة " میں دوبارہ موضوع کی طرف آتے ہوئے بعض ایسی ضرب الامثال بھی ذکر کیں جن کو اہل عرب نے قرآن مجید سے اخذ کیا تھا، ان مثالوں سے اس بات کی وضاحت کردی کہ ان امثال کا اصل منبع و ماخذ قرآن کریم ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:

ا...... " ماتزرع تحصد " (جو بوؤ گے وہی کاٹو گے) " من یعمل سوء یجزبه "

(ترجمہ: جو بھی برا عمل کرے گا، اس کی سزا پائے گا،) (سورہ النساء ۱۲۳)

ب...... " للحیطان آذان " (دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں) " وفیکم

سماعون لهم" ترجمہ: خود تمہارے درمیان ایسے لوگ موجود ہیں جو ان کے مطلب کی باتیں خوب سنتے ہیں، (یعنی ان کے جاسوس تمہاری صفوں میں موجود ہیں)

(سورۃ التوبۃ ۴۷)

ج......"اتق شر من احسنت الیه" جس کے ساتھ تو نے احسان کیا اس کے شر سے ڈر۔ "وما نقموا الا ان اغناهم الله ورسوله من فضله" ترجمہ: انہوں نے صرف اس بات کا بدلہ دیا کہ اللہ اور اس کے رسول نے انہیں اپنے فضل سے مالدار بنا دیا ہے۔ (سورۃ التوبہ ۷۴)

د......"لا تلد الحیة الا حیة" (سانپ تو سانپ ہی جنے گا)، "ولا یلدوا الا فاجرا کفارا" ترجمہ: ان سے جو اولاد پیدا ہوگی وہ بدکار اور پکی کافر ہی پیدا ہوگی۔

(سورہ نوح ۲۸) (کتاب المخلاۃ ۲۰۷)

علامہ عاملی نے جو بات ذکر کی ہے یہ وہی بات ہے جو دوسرے حضرات کے کلام میں "الامثال الکامنة" کے عنوان کے تحت گزری ہے۔

علامہ ابن شمس الخلافہ، علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے جو بات ذکر کی ہے وہ تو لوگوں میں رواج پذیر حکمتوں کا ایک جزء ہے، یا باقی مثالوں کو ایک قالب میں ڈھالنے کا ایک نمونہ ہے، اور یہ بات قرآن مجید کے حوالہ سے کوئی بعید بھی نہیں ہے، ایسا کیوں نہ ہو جبکہ خود آپ ﷺ نے قرآن کے بارے میں فرمایا: (لا تحصی عجائبه ولا تبلی غرائبه۔)

تیرھویں بحث: الامثال النبویہ:

اگر مثل کے ذریعے کسی معنوی چیز کو مشاہد میں پیش کر دے، عقلی چیز کو محسوس کا لبادہ اڑا دے اور مشکل حقائق کو آسان انداز میں پیش کر دے تو یہ تعلیم و تبلیغ کے اسالیب میں سے ہے، اسی وجہ سے امثال قرآن کریم آپ ﷺ اور صحابہ کرام کے کلمات میں بکثرت پائی جاتی ہیں یہاں تک کہ فصحاء و بلغاء کے کلام میں بھی اس کا اثر پایا جاتا ہے۔ بہت سے محدثین نے امثال نبویہ کو جمع کیا ہے، اسی اہمیت کی بناء پر شیخ محمد الغزوی نے اپنی کتاب ''الامثال النبویہ'' کے مقدمہ میں اس موضوع سے متعلق تقریباً دس کتابوں کا ذکر کیا ہے، چنانچہ ان کی کتاب کو شامل کر کے یہ کل گیارہ کتابیں ہوئیں، ''امثال الحدیث'' نامی کتاب کے مؤلف عبدالمجید محمود کے حوالہ سے یہ بات ذکر کی کہ: ''لوگوں نے جس طرح امثال قرآنی اور امثال عربی میں دلچسپی لی اس طرح کی دلچسپی امثال الحدیث میں نہیں لی، صحاح ستہ کے مصنفین میں سے کسی نے بھی اس حوالہ سے نہ کوئی کتاب لکھی اور نہ ہی اپنی کتاب میں اس حوالہ سے کوئی باب قائم کیا سوائے امام ترمذی کے جنہوں نے اپنی کتاب میں امثال الحدیث کے لیے ایک باب بعنوان'' ابواب الامثال عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ''قائم فرمایا، لیکن اس باب کے تحت صرف چودہ احادیث ذکر کی ہیں اس پر ابن عربی تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ولم ار احدا من اھل الحدیث صنف فافرد لھا بابا غیر ابی عیسی، یعنی الترمذی، وللہ درّہ لقد فتح بابا او بنی قصرا او دارا و لکن اختط خطا صغیرا، فنحن نقتنح بہ ونشکرہ علیہ۔

ابن عربیؒ فرماتے ہیں: میں نے کسی ایک محدث کو بھی ایسا نہیں پایا جس نے اپنی کتاب میں امثال الحدیث کے لیے کوئی باب قائم کیا ہو سوائے امام ترمذی کے، اللہ ان کا بھلا کرے بعد والوں کے لیے دروازہ کھول گئے، دوسروں کے لیے محل و گھر تعمیر کر گئے، لیکن اس کی حدود بہت مختصر رکھی، اس کے باوجود ہم اس کو بھی کافی سمجھتے ہیں اور اس پر ان کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔

محقق شیخ غزوی نے منتشر امثال نبوی کو تفسیر کیساتھ حروف تہجی کی ترتیب پر دو بڑے حصوں میں جمع کر دیا ہے، اور اپنی کتاب کا نام ''الامثال النبویہ'' رکھا، یہ کتاب بیروت سے چھپ چکی ہے۔

اب ہم امثال نبویہ کے چند نمونے پیش کرتے ہیں جن کو علامہ سیوطیؒ نے ''الجامع الصغیر'' کی زینت کو دوبالا کرنے کے لیے جمع فرمادیا ہے۔

۱......''مثل الایمان مثل القمیص تقمصه مرة، وتنزعه اخری''۔

ایمان کی مثال قمیض کی سی ہے کہ کبھی اس کو بطور قمیص پہنتا ہے تو کبھی اس کو اتارتا ہے،

۲......مثل البخیل والمتصدق کمثل رجلین علیهما جبتان من حدید من ثدیهما الی تراقیهما، فاما المنفق فلا ینفق الا سبغت علی جلده، حتی تخفی بنانه، وتعفو اثره، واما البخیل فلا یرید ان ینفق شیئا الا لزفت کل حلقة مکانها، فهو یوسعها فلا تتسع۔

بخل کرنے والے اور صدقہ کرنے والے کی مثال ان دو آدمیوں کی طرح ہے جن کے سینہ سے گلے تک کے حصہ پر لوہے کا جبہ ہے، چنانچہ خرچ کرنے والا جیسے جیسے خرچ کرتا ہے ویسے ویسے وہ جبہ کشادہ ہوتا جاتا ہے یہاں تک اس کی انگلیوں کے پورے تک چھپ جاتے ہیں اور اس کا اثر بھی باقی نہیں رہتا ہے یعنی مکمل طور پر اس

جبہ میں محفوظ ہو جاتا ہے اور ہاتھ آزادانہ حرکت کر سکتے ہیں، جبکہ بخیل خرچ کرنے کا ارادہ نہیں کرتا مگر جبہ کی کڑیاں سکڑتی جاتی ہیں، وہ اس کو کشادہ کرنا چاہتا ہے لیکن ہو نہیں پاتا۔

۳......''مثل البيت الذی يذكر الله فيه و البيت الذی لا يذكر الله فيه، مثل الحی و الميت''۔

جس گھر میں اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے اس کی مثال زندہ کی سی ہے جب کہ جس گھر میں اللہ کا ذکر نہ کیا جاتا ہو اس کی مثال مردہ کی سی ہے۔

۴......''مثل الجليس الصالح و الجليس السوء، كمثل صاحب المسك و كير الحداد، لايعدمك من صاحب المسك، اما ان تشتريه او تجد ريحه، و كير الحداد يحرق بيتك او ثوبك، او تجد منه ريحا خبيثة''

نیک ساتھی اور برے ساتھی کی مثال مسک (خوشبو) والے اور لوہار کی بھٹی کی طرح ہے کہ خوشبو والے سے محروم نہیں ہو گے، یا تو مسک خرید لو گے یا کم از کم اس کی خوشبو تو حاصل ہو جائے گی، جب کہ لوہار کی بھٹی تیرا گھر یا کپڑے جلا دے گی ورنہ تو کم از کم اس کی بدبو اور دھواں تو حاصل ہو ہی جائے گا۔

۵......''مثل الجليس الصالح مثل العطار، ان لم يعطك من عطره اصابك من ريحه'' نیک دوست کی مثال عطر فروش کی سی ہے، کہ اگر وہ عطر نہ دے تب بھی بہر حال خوشبو تو حاصل ہو ہی جائے گی۔

۶......''مثل الرافلة فی الزينة فی غير اهلها، كمثل ظلمة يوم القيامة لانور لها''

اپنے شوہر کی علاوہ بناؤ سنگھار کرنے والی عورت کی مثال قیامت والے دن کے اس اندھیرے کی طرح ہے جس میں کوئی روشنی نہ ہو۔

۷......"مثل الصلوات الخمس کمثل نهر جار عذب علی باب احدكم،يغتسل فيه كل يوم خمس مرات ، فما يبقى ذالک من الدنس"

پانچ نمازوں کی مثال اس نہر کی طرح ہے جو تم میں سے کسی کے دروازہ پر بہہ رہی ہو، جس میں ہر روز پانچ مرتبہ غسل کرتا ہو، اس کے جسم پر میل کچیل بالکل بھی باقی نہیں رہے گا، (اسی طرح نماز پڑھنے والے کے گناہ نماز کی برکت سے جھڑ جاتے ہیں)

۸......"مثل العالم الذی يعلم الناس الخير وينسى نفسه ، كمثل السراج يضيیء للناس ويحرق نفسه"۔

وہ عالم جو دوسروں کو تو خیر سکھائے لیکن خود عمل نہ کرے اس کی مثال چراغ کی طرح ہے کہ دوسروں کو تو روشن کرے لیکن اپنے آپ کو جلائے۔

۹......"مثل القلب مثل الريشة تقلبها الرياح بفلاة"۔

دل کی مثال اس پر کی طرح ہے جو میدان میں پڑا ہو کہ ہوا اس کو الٹ پلٹ کرتی رہتی ہیں۔

۱۰......"مثل الذی يعتق عندالموت كمثل الذی يهدى اذا شبع"۔

جو شخص بالکل مرنے کیوقت (اپنے غلام) کو آزاد کرے اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو (خوب کھائے) جب پیٹ بھر جائے (اور کوئی گنجائش باقی نہ رہے تو) دوسروں کو ھدیہ کردے۔

۱۱......"مثل الذی يتعلم العلم ثم لايحدث به كمثل الذی يكنز الكنز

فلاینفق منہ"۔

جو شخص علم حاصل کرنے کے بعد دوسروں کو نہ سکھائے اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو خزانہ جمع تو کرے لیکن خرچ نہ کرے۔

۱۲......"مثل الذی یتعلم العلم فی صغرہ کالنقش علی الحجر، ومثل الذی یتعلم العلم فی کبرہ، کالذی یکتب علی الماء"۔

جو شخص کم عمری میں علم حاصل کرے اس کی مثال ان نقوش کی طرح ہے جو پتھر پر کندہ کر دیئے گئے ہوں، جبکہ بڑی عمر میں علم حاصل کرنے والے کی مثال پانی پر لکھنے والے شخص کی طرح ہے۔

۱۳......"مثل الذی یتکلم یوم الجمعۃ والامام یخطب، مثل الحمار یحمل اسفارا، والذی یقول لہ: "انصت" لا جمعۃ لہ"۔

جو شخص جمعہ کے دن خطبہ کے دوران بات کرے اس کی مثال کتابوں کا انبار اٹھائے ہوئے گدھے کی طرح ہے جو شخص اس کو کہے "چپ ہو جاؤ" اس کا جمعہ نہیں ہے یعنی ثواب میں کمی ہو جائے گی۔

۱۴......"مثل الذی یعلم الناس الخیر وینسی نفسہ مثل الفتیلۃ، تضیء للناس وتحرق نفسھا"۔

جو شخص دوسروں کو تو خیر سکھائے لیکن خود عمل نہ کرے اس کی مثال چراغ کی بتی کی طرح ہے کہ دوسروں کو تو روشن کرتی ہے لیکن اپنے آپ کو جلاتی ہے۔

۱۵......"مثل الذی یعین قومہ علی غیر الحق، مثل بعیر تردی وھو یجر بذنبہ"۔

جو شخص اپنی قوم کی غلط طریقہ پر مدد کرے اس کی مثال اس اونٹ کی طرح

ہے جو کسی کھائی میں گر گیا ہو اس حال میں کہ وہ اس کی دم کھینچ رہا ہو۔

۱۶......"مثل الذین یغزون من امتی ویأخذون الجعل یتقوون به علی عدوهم ، مثل ام موسیٰ ، ترضع ولدها وتأخذ اجرها"۔

میری امت کے وہ لوگ جو جہاد کرتے ہیں اور حق الخدمت وصول کرتے ہیں تاکہ اسکے ذریعہ دشمن کے مقابلہ میں قوت حاصل کریں، ان کی مثال حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی طرح ہے کہ اپنے بیٹے کو دودھ پلایا اور اجرت بھی وصول کی۔

۱۷......"مثل المؤمن کمثل العطار ، ان جالسته نفعک ، وان ماشیته نفعک وان شارکته نفعک"۔

مومن کی مثال عطر فروش کی طرح ہے، اگر تو اس کے ساتھ بیٹھے تو وہ نفع دے، اس کے ساتھ چلے تو نفع دے، اسکے ساتھ کام میں شریک ہو تو نفع دے۔

۱۸......"مثل المؤمن مثل النخلة ما اخذت منها من شیئ نفعک"۔

مومن کی مثال کھجور کے درخت کی طرح ہے اس کی ہر چیز فائدہ مند ہوتی ہے اس میں سے جو کچھ بھی لے گا وہ تجھے نفع دے گی۔

۱۹......"مثل المؤمن اذا لقی المومن فسلم علیه ، کمثل البنیان یشد بعضا"۔

مومن جب مومن سے ملتا ہے اور سلام کرتا ہے اس کی مثال عمارت کی طرح ہے کہ ایک حصہ دوسرے کو مضبوط و مستحکم کرتا ہے۔

۲۰......"مثل المومن مثل النحلة ، لاتأکل الاطیبا، ولاتضع الاطیبا"۔

مومن کی مثال شہد کی مکھی کی طرح ہے کہ وہ اچھی چیز ہی کھاتی ہے اور اچھی چیز ہی نکالتی ہے۔

۲۱......''مثل المومن مثل السنبلة، تمیل احیانا ، وتقوم احیانا''۔

مومن کی مثال خوشہ کی طرح ہے جو کبھی ادھر ادھر جھکتا ہے تو کبھی اپنی جگہ سیدھا کھڑا ہوجاتا ہے۔

۲۲......''مثل المومن مثل السنبلة، تستقیم مرة، وتخر مرة ، مثل الکافر مثل الارزّة ، لاتزال مستقیمة حتی تخرّ ولاتشعر''۔

مومن کی مثال خوشہ کی طرح ہے جو کبھی اپنی جگہ کھڑا رہتا ہے تو کبھی ادھر ادھر جھک جاتا ہے، جبکہ کافر کی مثال صنوبر درخت کی طرح ہے کہ ایک وقت تک اپنی جگہ سیدھا کھڑا رہتا ہے لیکن جب گرتا ہے تو ایسا گرتا ہے پتا بھی نہیں چلتا۔

۲۳......''مثل المومن مثل الخامة، تحمر مرة وتصفر اخریٰ ، والکافر کالارزة''۔

مومن کی مثال خام مال یعنی ابتدائی پودے کی طرح ہے کبھی سرخ ہوتا ہے تو کبھی پیلا، جبکہ کافر کی مثال صنوبر کے درخت کی طرح ہے۔

۲۴......''مثل المومن کمثل خامة الزرع من حیث اتتها الریح کفتها ، فاذا سکنت اعتدلت ، وکذلک المومن ، یکفا بالبلاء ومثل الفاجر کالارزة صمّاء معتدلة، حتی یقصمها الله تعالیٰ اذا شاء''۔

مومن کی مثال ابتدائی کونپل کی طرح ہے جب ہوائیں چلتی ہیں تو اس کو جھکا دیتی ہیں۔لیکن جب کچھ سکون ہوتا ہے ہوائیں رک جاتی ہیں تو وہ دوبارہ اپنی جگہ، اصلی حالت پر آجاتا ہے، مومن بھی اسی طرح ہوتا ہے کہ مصیبتیں اس کو ہچکولے دیتی ہیں جبکہ کافر صنوبر کے درخت کی مانند اکڑا ہوا ہوتا ہے یہاں تک کہ جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے تو اس کو جڑ سے اکھاڑ پھینکتا ہے۔

۲۵......"مثل المؤمن الذی یقرأ القرآن کمثل الاترجة ریحها طیب وطعمها طیب ، ومثل المومن الذی لا یقرأ القرآن کمثل التمرة لاریح لها ، وطعمها حلوٌ، ومثل المنافق الذی یقرأ القرآن کمثل الریحانة ریحها طیب وطعمها مرٌّ، ومثل المنافق الذی لایقرأ القرآن کمثل الحنظلة لیس لها ریح وطعمها مرٌّ"۔

قرآن مجید کی تلاوت کرنے والے مومن کی مثال مالٹے ترنج کی طرح ہے، جس کی خوشبو اور ذائقہ دونوں بہت خوب ہیں، جبکہ تلاوت نہ کرنے والے کی مثال کھجور کی طرح ہے جس کی خوشبو تو کچھ نہیں لیکن ذائقہ میٹھا ہے (بخلاف) تلاوت کرنیوالے منافق کے کہ اس کی مثال کلی کی طرح جس کی خوشبو اچھی ہے لیکن ذائقہ کڑوا ہے، تلاوت نہ کرنے والے منافق کی مثال حنظلہ (اندرائن/ایلوا) کی طرح ہے جس کی کوئی خوشبو نہیں اور ذائقہ کڑوا ہے۔

۲۶......"مثل المومن مثل النحلة ان أکلت أکلت طیبا وان وضعت وضعت طیبا وان وقعت علی عود نخر لم تکسره ، ومثل النومن مثل سبیکة الذهب ان نفحت علیها احمرت ، وان وزنت لم تنقص"۔

مومن کی مثال شہد کی مکھی کی طرح ہے، جو کھاتی بھی اچھی چیز ہے اور نکالتی بھی اچھی چیز ہے، اور اگر پرانی لکڑی پر بیٹھ جائے تو اس کو توڑتی نہیں ہے، اور مومن کی مثال سونے کی ڈھلی ہوئی چیز کی طرح ہے جس پر اگر تو پھونک مارے تو وہ لال ہو جائے لیکن اگر وزن کرے تو کم نہ ہو۔

۲۷......"مثل المومن کالبیت الخرب فی الظاهر فاذا دخلته وجدته مونقا، ومثل الفاجر کمثل القبر المشرف المجصص، یعجب من رآه

وجوفه ممتلی نتناً''۔

مومن کی مثال اس گھر کی ہے جو بظاہر تو خراب نظر آئے لیکن جب تو اس میں داخل ہو تو اس کو بالکل جدید اور غیر استعمال شدہ پائے جبکہ فاجر و گنہ گار کی مثال پکی اور اونچی قبر کی طرح ہے، جو اس کو دیکھتا ہے تعجب کرتا ہے لیکن اندر سے مکمل طور پر بدبو سے بھری ہوئی ہے۔

۲۸......''مثل المومنین فی توادّھم وتراحمھم وتعاطفھم مثل الجسد اذا اشتکی منہ عضو تداعی لہ سائر الجسد بالسھر والحمّی''۔

تمام مؤمنین ایک جسم کی طرح ہیں آپس میں محبت، اور مہربانی کرنے کے اعتبار سے، اگر ایک حصہ کو تکلیف ہوتی ہے تو سارے اعضا جاگنے اور بخار کی تکلیف میں شریک ہوتے ہیں۔

۲۹......''مثل المجاھد فی سبیل اللہ کمثل الصائم القائم الدائم لایفتر من صیام ولاصدقۃ حتی یرجع ،وتوکل اللّٰہ تعالٰی للمجاھد فی سبیلہ ان توفّاہ ان یدخلہ الجنۃ او یرجعہ سالما مع اجر او غنیمۃ''۔

اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے والے کی مثال یہاں تک کہ وہ واپس لوٹے اس روزہ دار اور دائمی عبادت کرنے والے شخص کی طرح ہے جو روزہ اور صدقہ میں ذرا برابر کوتاہی نہیں کرتا، اور اللہ تعالیٰ نے مجاہد کی ذمہ داری لی ہے کہ اگر اس کو اپنے راستہ میں موت دی تو جنت میں داخل کرے گا یا اس کو صحیح سالم اجر و ثواب یا مال غنیمت کیساتھ واپس لوٹا دے گا۔

۳۰......''مثل المرأۃ الصالحۃ فی النساء کمثل الغراب الاعصم الذی احدی رجلیہ بیضاء''۔

نیک وصالح عورت کی مثال اس کوے کیطرح ہے جس کی ایک ٹانگ سفید ہو۔

۳۱......''مثل المنافق کمثل الشاة العائرة بین الغنمین ، تعیر الی ھذہ مرة والیٰ ھذہ مرة لاتدری ایھما تتبع''۔

منافق کی مثال اس بکری کی طرح ہے جو دو ریوڑوں کے درمیان مشتاق وپریشان پھر رہی ہو، کبھی ایک کی طرف جاتی ہے تو کبھی دوسرے کی طرف پتانہیں کہ کس کے ساتھ چلے۔

۳۲......''مثل ابن آدم والی جنبه تسعة وتسعون منیّة ان اخطاته المنایا وقع فی الھرم حتی یموت''۔

انسان کے پیچھے ننانوے مصیبتیں ہیں، اگر ان سے بچتا ہے تو بڑھاپے میں گھر جاتا ہے بالآخر موت آجاتی ہے۔

۳۳......''مثل اصحابی مثل الملح فی الطعام، لایصلح الطعام الابالملح''۔

میرے صحابہ کی مثال کھانے میں نمک کی طرح ہے، کہ کھانا بغیر نمک کے بےذائقہ ہوتا ہے۔

۳۴......''مثل امتی مثل المطر لا یدری اوله خیر ام اٰخرہ''۔

میری امت کی مثال بارش کی طرح ہے کہ معلوم نہیں کہ اس کا اول بہتر ہے یا آخر۔

۳۵......''مثل اھل بیتی مثل سفینة نوح ، من رکبھا نجا ومن تخلف عنھا غرق''۔

میرے اہل بیت کی مثال نوح کی کشتی کی طرح ہے، جو اس پر سوار ہو گیا وہ نجات پا گیا، جو سوار نہیں ہوا وہ غرق ہو گیا۔

۳۶......"مثل بلال كمثل نحلة، غدت تاكل من الحلو والمر ثم يمسى حلوا كله"۔

حضرت بلال کی مثال شہد کی مکھی کی طرح ہے، صبح نکلتی ہے میٹھی وکڑوی ہر طرح کی چیزیں کھاتی ہے، لیکن شام کو یہ ساری چیزیں میٹھی ہو جاتی ہیں۔

۳۷......"مثل بلعم بن باعورا فی بنی اسرائیل ، كمثل امية بن الصلت فی هذه الامة"۔

بنی اسرائیل میں بلعم بن باعوراء کی مثال اس امت میں امیۃ بن ابی الصلۃ کی طرح ہے۔

۳۸......"مثل هذه الدنيا مثل ثوب شق من اوله الى اٰخره فبقى متعلقا بخيط فى اٰخره فيوشك ذالك الخيط ان ينقطع"۔

دنیا کی مثال اس کپڑے کی طرح ہے جو مکمل طور پر پھٹ گیا ہو سوائے صرف آخری دھاگہ کے کہ وہ بھی ٹوٹنے والا ہو،

۳۹......"مثلى ومثلكم كمثل رجل اوقد نارا فجعل الفراش والجنادب يقعن فيها وهو يذبهن عنها ، وأنا اٰخذ بحجزكم عن النار ، وانتم تفلتون من يدى"۔

میری اور تمہاری مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے آگ جلائی تو پروانے اور ٹڈیاں جنادب اس میں گرنے لگیں وہ ان کو آگ سے دور کرتا ہے، میں بھی تمہیں پکڑ پکڑ کر آگ سے بچاتا ہوں لیکن تم ہو کہ میرے ہاتھ سے چھوٹ چھوٹ کر بھاگتے ہو۔

(الجامع الصغیر:۲/۵۲۷-۵۳۵)

چودھویں بحث: امثال لقمان حکیم:

حضرت لقمان حکیم کی شخصیت کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ وہ نبی تھے یا نہیں؟

روی ابن عمر، قال : سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول : لم یکن لقمان نبیا، ولکن کان عبدا کثیرا التفکر حسن الیقین، احب الله فاحبه ومن علیه بالحکمة" (مجمع البیان ج۴ ص ۳۱۵)

حضرت ابن عمر سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے سنا آپ نے فرمایا: "لقمان نبی نہیں تھے، لیکن بہت غور وفکر کرنیوالے اچھا یقین واعتقاد رکھنے والے بندے تھے، انہوں نے اللہ تعالی سے محبت کی، اللہ نے ان سے محبت کی اوران پر اپنی حکمت کے دروازے کھول دیئے تھے۔ ان کے کلام کا درجہ اس قدر بلند ہے کہ اللہ تعالی نے ان کی حکمت کی بعض باتیں خود قرآن مجید میں بیان فرمائی ہیں، یہاں تک ایک سورت انہی کے نام سے نازل کی، اس کے علاوہ کئی علماء نے مختلف کتابوں میں پھیلی ہوئی انکی حکمتوں کو جمع کیا ہے۔

لقمان حکیم کے بارے میں بعض حضرات لکھتے ہیں:

حضرت لقمان حکیم کو حکمت ان کے حسب ونسب، مال ودولت، یا جسمانی بہتری وحسن وجمال کی وجہ سے نہیں دی گئی، بلکہ (وہ تو بہت سے اعلی صفات کے حامل تھے، اللہ تعالی کے احکامات کو مضبوط سے تھامنے والے، اللہ تعالی سے خوب خوب ڈرنے والے، خاموش طبیعت، گہری نظر رکھنے والے، طویل غور وفکر کرنے والے، تیز نظر تھے

وہ دن میں کبھی بھی نہیں سوئے۔ مجلس میں نہ کبھی ٹیک لگائی اور نہ ہی تھوکا، نہ کبھی کسی چیز سے کھیلا، ستر پوشی میں اتنا اہتمام تھا کہ کسی نے ان کو نہ کبھی قضاء حاجت کرتے دیکھا اور نہ ہی نہاتے ہوئے، کبھی کسی چیز کا مذاق نہیں اڑایا، گناہ کے خوف کی وجہ سے کبھی غصہ نہیں کیا، کسی شخص سے مزاح نہیں کیا، دنیا کی چیز ملنے پر خوش نہیں ہوئے اور نہ ہی چلے جانے پر غم کیا، اگر دو لڑنے والوں یا جھگڑا کرنیوالوں کے پاس سے گزرتے تو ان کے درمیان صلح کروا دیتے اور ان کو ایک دوسرے سے علیحدہ کر دیتے، جب کسی سے کوئی اچھی بات سنتے تو اس سے اس کی وضاحت پوچھتے اور یہ معلوم کرتے کہ یہ بات کس سے لی ہے، بکثرت فقہاء وعلماء کی صحبت میں رہتے قاضیوں، بادشاہوں اور سلاطین کے پاس (ان کی اصلاح کی خاطر) جاتے اور قاضی حضرات جس چیز میں مبتلا ہیں ان پر مرثیہ پڑھتے، بادشاہوں اور سلاطین کے لیے رحم کی دعا کرتے ان کی عزت اور اطمینان کی وجہ سے، ہر وہ چیز سیکھتے اور مشق کرتے جس کے ذریعہ نفس پر کنٹرول حاصل ہو جائے، بادشاہ سے احتراز کرتے، اپنے نفس کا علاج غور و فکر اور عبرت آموز واقعات سے کرتے صرف مفید بات کو آگے نقل کرتے صرف معاون چیز کا جائزہ لیتے انہی صفات کی وجہ سے ان کو حکمت سے نوازا گیا اور قضاء کا منصب عطا کیا گیا۔

پندرھویں بحث: امثال قرآنیہ سے متعلق مؤلفہ کتب:

عربی امثال کے بارے میں تالیف کی گئی کتابیں

عربی کی قدیم وجدید امثال کے بارے میں کئی ساری کتابیں لکھی گئی ہیں اور اس سلسلے کی سب سے جامع کتاب احمد بن محمد بن ابراہیم نیشاپوری المیدانی (المتوفی ۵۱۸ھ) کی تالیف کردہ کتاب ہے جس کا نام انہوں نے ''مجمع الامثال'' رکھا تھا، یہ

کتاب امثال کی بہت بڑی تعداد تقریباچھ ہزار سے بھی زائد پر مشتمل ہے، اس لیے یہ کتاب اسم بامسمیٰ ہے۔

نیز اسکے علاوہ امثال قرآنیہ کی اسی اہمیت کی وجہ سے اسلام کے کئی قدیم وجدید علماء نے امثال قرآنی سے متعلق رسائل اور کتابیں لکھیں۔ان میں سے ہمیں جو معلوم ہوئیں وہ ہم ذکر کرتے ہیں:

☆...... امثال القرآن: یہ جنید بن محمد القواریری (المتوفی 298ھ) کی کتاب ہے۔

☆...... الامثال من الکتاب والسنۃ: ابی عبداللہ بن علی المعروف بالحکیم الترمذی (المتوفی 320ھ)

☆...... امثال القرآن: یہ ابراہیم بن محمد بن عرفۃ بن مغیرہ (323المتوفیھ) جو''نفطویہ'' کے نام سے مشہور ہیں کی کتاب ہے۔

☆...... الدرۃ الفاخرۃ فی الامثال السائرۃ: یہ حمزہ بن حسن اصبہانی (المتوفی 351ھ) کی کتاب ہے۔

☆...... امثال القرآن: یہ ابوعلی محمد بن احمد بن جنید اسکافی (المتوفی 381ھ) کی کتاب ہے۔

☆...... امثال القرآن، تالیف ابی علی بن احمد بن الجنید الاسکانی (المتوفی ۳۸۱)

☆...... امثال القرآن: یہ شیخ ابوعبدالرحمٰن محمد بن حسین سلمی نیشاپوری (المتوفی 412ھ) کی کتاب ہے۔

☆...... الامثال القرآنیہ: یہ امام ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب ماوردی الشافعی (المتوفی 450ھ) کی کتاب ہے۔

☆...... امثال القرآن: یہ شیخ شمس الدین بن محمد بن ابی بکر بن قیم جوزیہ (المتوفی 754ھ) کی کتاب ہے جو دیر سے طبع ہوئی۔

☆...... الامثال القرآنیہ: یہ عبدالرحمٰن حسن حنبکہ میدانی کی کتاب ہے۔

☆...... امثال القرآن: یہ ڈاکٹر محمود بن شریف کی کتاب ہے

☆...... امثال القرآن: یہ مولی احمد بن عبداللہ کوزکانی تبریزی (المتوفی 1327ھ) کی کتاب ہے جو حجر کی طبع کردہ ہے سن 1324ء میں تبریز سے طبع ہوئی۔

☆...... الامثال فی القرآن الکریم: یہ ڈاکٹر محمد جابر فیاضی کی کتاب ہے جو موخر طبع ہوئی۔

☆...... الصورۃ الفنیۃ فی المثل القرآنی: یہ ڈاکٹر محمد حسین علی صغیر کی کتاب ہے جو موخر طبع ہوئی۔

☆...... امثال القرآن: یہ فارسی میں علی اصغر حکمت کی کتاب ہے۔

☆...... تفسیر امثال القرآن: یہ فارسی میں ڈاکٹر اسماعیل اسماعیلی کی کتاب ہے جو موخر طبع ہوئی۔

☆...... الامثال فی القرآن الکریم: علامہ جعفر سبحانی کی کتاب ہے، یہ بھی موخر الطبع ہے۔

☆...... عون الحنان فی شرح الامثال فی القرآن: یہ شیخ علی احمد عبدالعالی الطہطاوی کی کتاب ہے۔

☆...... الامثال فی القرآن الکریم: یہ محمد عبدالرحیم کی کتاب ہے۔

☆...... امثال القرآن: یہ مولانا خالد محمود صاحب کی کتاب ہے۔

☆...... الامثال الکامنہ فی القرآن تالیف الحسن بن الفضل

☆...... الامثال الکامنہ فی القرآن، تالیف ابی محمد الحسن بن عبدالرحمٰن بن اسحاق القضاعی

☆...... التربیۃ بضرب الامثال تالیف عبدالرحمٰن النخلاوی

☆...... ضرب الامثال فی القرآن: اھدافہ فی التربیۃ وآثارہ، تالیف عبدالمجید، دارالقلم

☆...... امثال القرآن وصورہ من ادبہ الرفیع تاملات وتدبر، تالیف عبدالرحمٰن حسن الحنکہ المیدانی

☆...... الامثال فی القرآن الکریم تالیف الدکتور الشریف بن عون

ابوعبدالباسط عبدالمتین بن محسن گل عفا اللہ عنہ
جامعہ انوار العلوم مہران ٹاؤن کورنگی کراچی
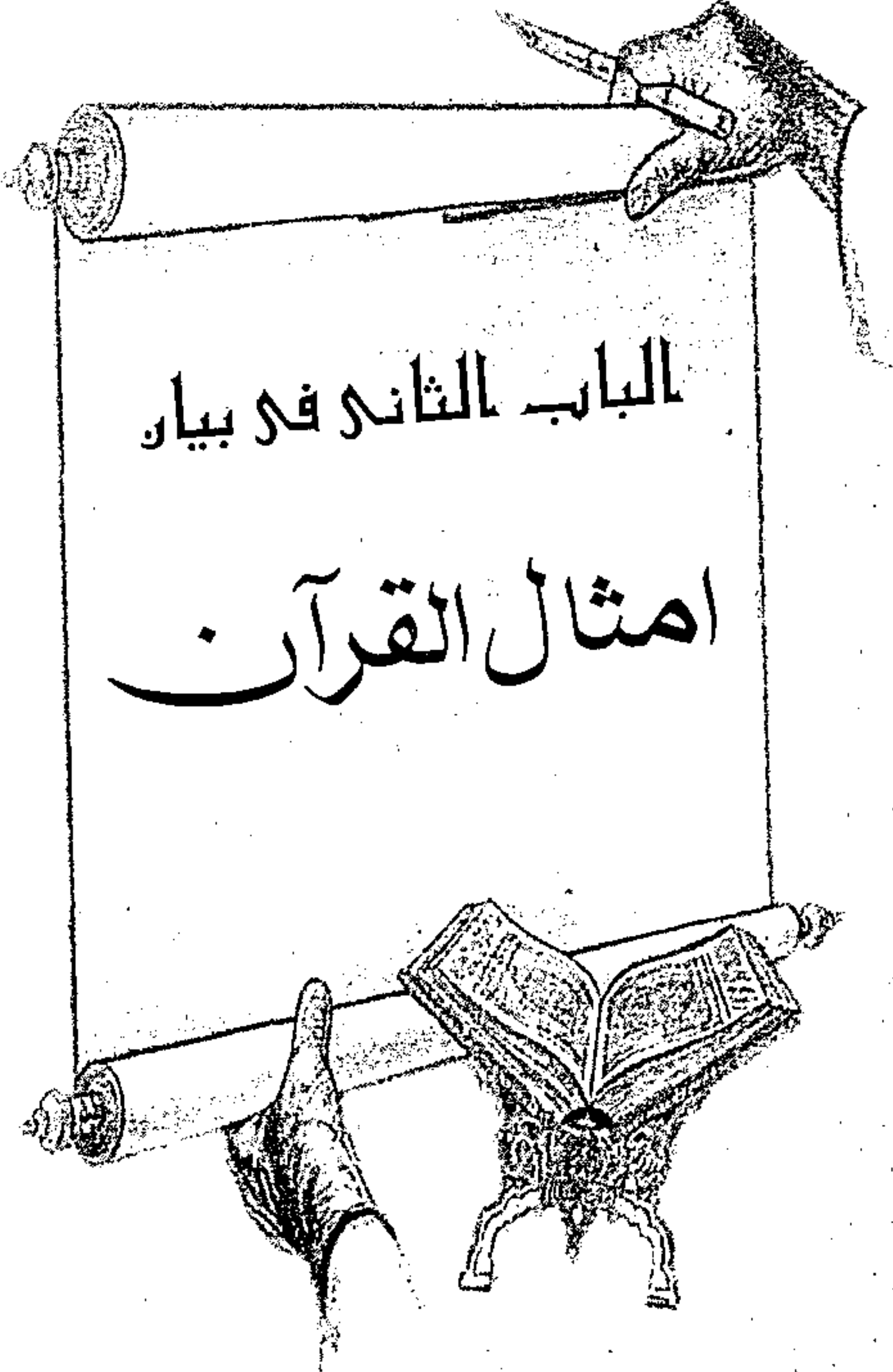
الباب الثانی فی بیان
امثال القرآن

عمومی طور پر قرآن کریم کا یہ اسلوب ہے کہ متقابلات میں متضاد اشیاء کی مثالیں بیان کی جاتی ہیں مثلاً مؤمن کیلئے زندہ کی اور کافر کیلئے مردہ کی، اسی طرح اعمٰی وبصیر، نور وظلمات اور آگ و پانی کی چنانچہ پہلے ناری و مائی کی امثال ملاحظہ ہوں۔

مثال المنافق کالمستوقد ناراً

قال اللہ تعالٰی:

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا ۚ فَلَمَّا أَضَاءَتْ مَا حَوْلَهُ ذَهَبَ اللَّهُ بِنُورِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِي ظُلُمَاتٍ لَا يُبْصِرُونَ ۝ صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ ۝

(سورۂ بقرہ: ۱۷، ۱۸)

ترجمہ: ان کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے ایک آگ روشن کی، پھر جب اس (آگ نے) اس کے ماحول کو روشن کر دیا تو اللہ نے ان کا نور سلب کر دیا اور انھیں اندھیریوں میں چھوڑ دیا کہ انھیں کچھ دکھائی نہیں دیتا وہ بہرے ہیں گونگے ہیں، اندھے ہیں، چنانچہ اب وہ واپس نہیں آئیں گے۔

المثال الاول:

صاحب روح المعانی علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں: ماقبل والی آیت میں جب منافقین کی حماقت کا ذکر ہوا تو اس آیت میں اور آنے والی آیت میں ان کی حماقت کو محسوس طریقے پر تصویر کشی کر کے ان کو از سر بام بیان کر دیا گیا۔

تشریح: اس مثال میں اللہ عزوجل نے منافقین کی مثال اس شخص سے دی ہے جو خوفناک صحراء میں تاریک رات کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں گھرا ہوا ہو وہ ایسی

دہشت ناک منظر میں راہ کی تلاش میں حیران و پریشان ہو کہ منزل تک رسائی ہو جائے اسی واسطے وہ آگ روشن کر دیتا ہے جس سے وہ راہ کے خطرات سے محفوظ ہو کر چلنے لگتا ہے اچانک ایک تیز آندھی آ کر اس کی جلائی ہوئی آگ کو بجھا دے اور اس کو دوبارہ اس تاریکی میں حیران و سرگرداں چھوڑ جائے۔

مفسرین نے اس مثال کو ممثل لہٗ کی مطابقت کے لیے کئی وجوہات بیان کی ہے۔

توجیہ اول:

یہ مثال ان منافقین کی ہے جنھوں نے ابتداءً ایمان لایا اور اس ایمانی روشنی میں کفر کی تاریکیوں اور ظلمت کدہ سے نکل گئے لیکن پھر انھوں نے دنیا کے متاع کو ترجیح دے کر نور ایمان کو خواہشات کے تیز آندھی کے نظر کر کے بجھا دیا۔

چونکہ ایمان نور ہے اور کفر اندھیروں کا مرکز ہے فرمان ربانی ہے: **یخرجھم من الظلمٰت الی النور ای من الکفر الی الایمان**

توجیہ ثانی:

یا یہ مثال ان منافقین کی ہے جو ابتداء ہی اسلام سے دور رہے لیکن ان کی فطری نور ان کو کفر کی ظلمتوں سے نکالنے کا ذریعہ تھا لیکن انھوں نے اس فطری نور کے اجالوں کو اپنی شیطانی خواہشات کے طوفانی ہواؤں سے بجھا دیا۔

تیسری توجیہ:

اس توجیہ کے اعتبار سے ''استوقد نارا'' سے مراد پیغمبر رحمۃ للعالمین اور قرآن کا نور ہے جن کا یہ دِن رات مشاہدہ کرتے اور اس ظاہر روشنی کے باوجود اپنی خواہشات کے اندھیرے میں رہ کر اتباع پیغمبری اور نور قرآنی کو نظر انداز کر کے کفر کے قعر مذلت میں گر پڑے۔

قولہ تعالیٰ ''لقد جاء کم من اللہ نور و کتاب مبین'' [مائدہ:۱۵]

قولہ تعالیٰ ''وداعیا الی اللہ باذنہ وسراجا منیرا'' [الاحزاب۴۶]

(الامثال فی القرآن الکریم ۵۸)

چوتھی توجیہ:

یہ منافقین ظاہری ایمان لاکر اسلام کی روشنی میں ظاہری ایمان کی بناء پر دنیا میں بے خوفی میں زندگی بسر کرنے لگے لیکن جیسے ہی دنیا کی سکرین سے اوجھل ہو گئے تو عذاب میں مبتلا ہوئے۔

صاحب جلالین لکھتے ہیں:

''فکذلک ھؤلاء امنوا باظھار کلمۃ الایمان فاذا ماتوا جاء ھم الخوف والعذاب'' (جلالین ۱/۶)

''صم عن الحق فلایسمعونہ سماع قبول''

(بہرے ہیں صدائے حق کو سنتے ہی نہیں)۔

''بکم خرس عن الخیر فلایقولونہ''

(کلمہ حق کے ادا کرنے میں ان کی زبانیں گنگ ہیں)۔

''عمی عن طریق الھدی فلایرونہ''

دید حق سے ان کی آنکھیں اندھی ہو چکی ہیں۔

علمی وضاحت:

''مثلھم'' سے لے کر ''وترکھم فی ظلمت لایبصرون'' تک تشبیہ مرکب ہے وہ اس طرح کہ مشبہ بہ یعنی مستوقد کی جانب میں چند چیزوں کا لحاظ کرلیا گیا مثلاً آگ روشن کرنا، آگ کا یکلخت بجھ جانا، اس آگ کا روشن کرنے والے کا راستے کی

رہنمائی کرنا (جس کی خاطر اس نے آگ جلائی تھی) محروم ہو کر حسرت زدہ رہ جانا۔

اسی طرح مشبہ کی جانب میں بھی متعدد چیزوں کا لحاظ ہے مثلاً ہدایت کا فی الجملہ حاصل ہو جانا اور اسے کھو بیٹھنا اور ابدی نعمتوں سے محروم ہو کر حسرت زدہ رہ جانا۔

اور وجہ تشبیہ یہ ہے کہ فریقین وسیلہ مقصود حاصل ہو جانے کے بعد نامرادی اور محرومی کی حسرت میں پڑے رہ گئے۔ (تفسیر بیضاوی)

مثال المنافق كالخائف من الصواعق

قال الله تعالیٰ:

اَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِيهِ ظُلُمٰتٌ وَّرَعْدٌ وَّبَرْقٌ ۚ يَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ ۗ وَاللّٰهُ مُحِيْطٌ بِالْكٰفِرِيْنَ ۝ يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ ۗ كُلَّمَآ اَضَآءَ لَهُمْ مَّشَوْا فِيْهِ ۙ وَاِذَآ اَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوْا ۗ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ۗ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

(البقرة:۱۹-۲۰)

ترجمہ: یا پھر (ان منافقوں کی مثال ایسی ہے) جیسے آسمان سے برستی ایک بارش ہو، جس میں اندھیریاں بھی ہوں، گرج بھی اور چمک بھی، وہ کڑکوں کی آواز پر موت کے خوف کی وجہ سے اپنی انگلیاں کانوں میں دیتے ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ بجلی ان کی آنکھوں کو اُچک لے جائے گی جب بھی ان کے لیے روشنی کر دیتی ہے وہ اس (روشنی) میں چل پڑتے ہیں اور جب وہ ان پر اندھیرا کر دیتی ہے تو کھڑے رہ جاتے ہیں، اور اگر اللہ چاہتا ہے تو ان کے سننے اور دیکھنے کی طاقتیں چھین لیتا ہے، بے شک اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

تشریح: یہ آیت منافقین کی دوسرے طبقہ کی ہے جو یکسر منکر نہ تھے بلکہ آج کل کے انتہائی روشن خیالوں کی طرح متشککین ومذبذبین میں سے تھے اسلام کی ظاہری قوت وشوکت اور مادّی اقتدار وفتح مندی کو دیکھ کر کبھی چند قدم اس کی طرف بڑھتے اور جب مسلسل یہ کامیابی نہ پاتے تو پھر پیچھے ہٹ جاتے۔

هذا مثل اٰخر ضربه الله تعالٰی لضرب اٰخر من المنافقین وهم قوم یظهر لهم الحق تارة ویشکون تارة اخری (ابن کثیر)

اس مثال میں بھی تشبیہ مرکب ہے کہ اسلام کو ایک برستی ہوئی بارش سے تشبیہ دی گئی ہے اور اس میں کفر وشرک کی خرابیوں کا جو بیان ہے اسے اندھیریوں سے اور اس میں کفر وشرک پر عذاب کی جو دھمکیاں دی گئی ہیں، انھیں گرج سے تشبیہ دی گئی ہے نیز قرآن کریم میں حق کے جو دلائل اور حق کو تھامنے والوں کے لیے جنت کے جو وعدے کیے گئے ہیں، انھیں بجلی کی روشنی سے جب یہ روشنی ان کے سامنے چمکتی ہے تو وہ چل پڑتے ہیں مگر کچھ دیر میں ان کی خواہشات کی ظلمت ان پر چھا جاتی ہے تو کھڑے رہ جاتے ہیں۔ (توضیح القرآن المعروف آسان ترجمہ ۴۷۔۴۸)

مثال البعوضة

قال الله تعالٰی:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيٖٓ اَنْ يَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا ۭ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَيَقُوْلُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۘ يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا ۙ وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا ۭ وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ ۝

(سورۃ البقرۃ:۲۶)

ترجمہ: بے شک اللہ اس بات سے نہیں شرماتا کہ وہ (کسی بات کو واضح کرنے کے لیے) کوئی مثال دے چاہے وہ مچھر (جیسی معمولی چیز) کی ہو، یا کسی ایسی چیز کی ہو جو مچھر سے بھی زیادہ (معمولی) ہو، اب جو لوگ مومن ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ یہ مثال ایک حق بات ہے جو ان کے پروردگار کی طرف سے آئی ہے۔ البتہ جو لوگ کافر ہیں وہ یہی کہتے ہیں کہ بھلا اس (حقیر) مثال سے اللہ کا کیا ہے؟ (اس طرح) اللہ اس مثال سے بہت سے لوگوں کو گمراہی میں مبتلا کرتا ہے اور بہت سوں کو ہدایت دیتا ہے۔ (مگر) وہ گمراہ انہی کو کرتا ہے جو نافرمان ہیں۔

تشریح:

قرآن مجید میں اپنے اپنے موقع اور محل پر تذکرہ بڑی سے بڑی مخلوق کا بھی آیا ہے اور چھوٹی سے چھوٹی کا بھی۔ جانوروں میں سے ایک طرف ہاتھی، اونٹ، شیر کا اور دوسری طرف چیونٹی، مکھی اور مچھر کا۔ اسی تذکرہ پر بعض نافہموں نے کہنا شروع کیا کہ واہ! دعویٰ تو کلام الٰہی ہونے کا ہے اور مضامین اس کے اندر ایسے حقیر! یہ نافہم اور کم عقل معترضین بعض روایتوں میں آتا ہے کہ یہود تھے، بعض میں آتا ہے کہ مشرکین اور بعض میں منافقین۔ عجب نہیں کہ تینوں ہوں، ”نزلت فی الیھود (روح المعانی عن ابن عباس) نزلت فی المنافقین (روح المعانی عن مجاھد) والقول الثالث ان ھذا الطعن کان من المشرکین قال القفال الکل محتمل ھھنا“

(تفسیر کبیر: امام فخر الدین الرازیؒ بحوالہ تفسیر ماجدی ۱/۱۴)

حیاء کی اصل تعریف:

وہ تبدیلی اور شرمندگی جو انسان کو عیب و مذمت کے خوف سے پیش آتی ہے اللہ

تعالیٰ کی ذات تو قدیم ہے وہ تغیر اور خوفِ مذمت سے پاک ہے، لیکن ''ترک'' حیا کے لوازم میں سے ہے اس لیے ترک کو حیاء سے تعبیر کیا گیا ہے۔

جبکہ علامہ بیضاویؒ فرماتے ہیں: کہ حیاء وقاحت اور خجل کے بین بین ہے، وقاحت نام ہے قبائح پر جری ہونے اور ان کے حق میں لاپرواہ ہونے کا (اسی کو اردو میں ڈھٹائی، بے حیائی، جسارت کہتے ہیں) اور خجل نفس کا مطلق فعل سے رُک جانا ہے، خواہ غیر قبیح ہی کیوں نہ ہو (اس کو شاید اردو میں محجوبیت سے تعبیر کرتے ہیں گو خجل کے لغوی معنی شرمندگی ہیں)۔

اور جب حیا کو باری تعالیٰ کی صفت بنا کر ذکر کیا جائے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے

''ان اللہ یستحي من ذی الشیبة المسلم ان یعذبه''

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ بوڑھے مسلمان آدمی کو عذاب دینے سے حیا کرتے ہیں۔

''ان اللہ حی کریم، یستحی ان یرفع العبد یدیه ان یردھما صفرا حتی یضع فیھما خیرا''

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ باحیا اور جواد ہے کہ جب بندہ اپنے مالک کے سامنے ہاتھ اُٹھاتا ہے تو ارحم الراحمین کو حیا آتی ہے کہ اسے خالی ہاتھ پھیر دے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ حیا سے مراد ترکِ فعل ہے جو انقباض طبع کو لازمی ہے۔

(التقریر الحاوی فی حل تفسیر البیضاوی ۳/۷۵)

خلاصہ یہ ہوا کہ ذکر سبب اور مراد مسبب ہے یہ ضابطہ ہر اُن صفات میں ہے جہاں ان صفات کا اطلاق اللہ تبارک وتعالیٰ پر اپنے ظاہر کے لحاظ سے صحیح نہ ہو۔

دوسرا قول:

یہ بھی درست ہے کہ یہ عبارت کفار کے کلام میں پائی جاتی ہو کہ انھوں نے کہا

''مایستحی رب محمد ان یضرب مثلا بالذباب و العنکبوت ''محمد کا رب حیا نہیں کرتا کہ مکھی و مکڑی کا مثال بیان کرے تو مقابلے اور سوال کے مطابق (ترکی بہ ترکی) جواب دینے کے لیے اس طرح فرمایا اور یہ کلام بدیع میں سے ہے۔

(تفسیر مدارک للنسفیؒ ۱/۱۶)

مثال کی غایت یہ ہے کہ وہ مسئلہ کو ذہن کے سامنے زیادہ کھول کر اور زیادہ وضاحت کے ساتھ لے آئے۔ اب یہ مقصد جس مثال سے پورا ہو سکے اسی کو بہترین کہا جائے گا، خواہ وہ چیز جو مثال میں پیش کی گئی ہے بجائے خود کیسے ہی ہو۔

اب مچھر جو بظاہر ایک بہت حقیر اور بے وقعت سی مخلوق ہے اب جہاں مخلوق کی بے حقیقی بیان کرنا ہوگی وہاں موزوں مثال ظاہر ہے کہ مچھر ہی کی ہوگی پھر اس پر اعتراض کرنا پرلے درجے کی حماقت کے اور کیا ہو سکتا ہے؟

امام رازیؒ نے یہ بات بھی خوب لکھی ہے کہ صناع عالم اور خلّاق عالم کی بنائی کوئی شے بھی درحقیقت حقیر اور بے حقیقت نہیں بلکہ جو چیز بظاہر جتنی زیادہ چھوٹی اور حقیر ہوگی اسی قدر اس کا بیان کمال علم، کمال اطلاع اور کمال حکمت پر اور زیادہ دلالت کرے گا۔

(تفسیر کبیر)

تفسیر ابن کثیرؒ میں علامہ نے حضرت ربیع بن انسؓ کا قول نقل کیا ہے فرماتے ہیں کہ مچھر کی مثال اللہ تعالیٰ نے اہل دنیا کی بیان فرمائی ہے مچھر جب تک بھوکا رہتا ہے زندہ رہتا ہے اور جب کھا کر موٹا ہو جاتا ہے تو مر جاتا ہے اسی طرح اہل دنیا جب دنیا سے خوب سیر اور سیراب ہو جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کا مواخذہ کرتا ہے پھر وہ ہلاک وتباہ ہو جاتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''فلما نسوا ما ذکّروا به فتحنا علیهم ابواب کل شیء حتی اذا

فرحوا بما اُوتوا اخذناهم بغتة فاذا هم مبلسون" (تفسیر ابن کثیر:۱۰۴/۱)

"انه الحق من ربهم" انہ کی ضمیر کا مرجع مثل کی طرف راجع ہے۔ (ابن کثیر)

دوسرا قول یہ ہے کہ ضمیر کا مرجع قرآن مجید ہے: "ای یعلمون انه کلام الرحمن و انه من عند الله" (ابن کثیر عن قتادۃ)

"یضل به کثیرا" یعنی بندہ جب اپنی رائے اور ارادے سے گمراہی اختیار کرنے لگتا ہے تو حق تعالیٰ اس کا بھی سامان بہم پہنچا دیتا ہے یہ نہیں کرتا کہ سامان اکٹھے ہو جائیں اور نتیجہ نہ برآمد ہونے دے۔ (ملخصا تفسیر ماجدی، ص۱۴، ج۱)

اسی طرح اللہ کی بیان کردہ مثالوں سے اہل ایمان کے ایمان میں اضافہ اور اہل کفر کے کفر میں اضافہ ہوتا ہے اور یہ سب اللہ کے قانون، قدرت و مشیت کے تحت ہی ہوتا ہے جیسے قرآن میں ہے: نولّه ما تولی (سورۃ النساء:۱۱۰)

(جس طرف کوئی پھرتا ہے ہم اسی طرف اس کو پھیر دیتے ہیں)۔

اور حدیث میں "کل میسر لما خلق له" سے تعبیر کیا گیا ہے۔

(صحیح بخاری تفسیر سورۃ اللیل)

"وما یضل به الا الفاسقین"

آیت نے خود اس مضمون کو صاف کر دیا کہ گمراہی تو بس انہیں کے حصہ میں آئی ہے جو خود گمراہ رہنا چاہتے ہیں اللہ تعالیٰ کسی پر ہرگز چپک نہیں دیتا۔ بار بار کی ارادی نافرمانیوں اور عدول حکمیوں سے اندر کا نور بجھ کر رہ جاتا ہے اور طبیعت میں حق کی طلب اور صداقت کی تلاش باقی نہیں رہ جاتی بلکہ اس کے برعکس باطل اور ناحق پر جمود پیدا ہو جاتا ہے اور اس سلسلہ کا خاتمہ کفر اور انکار پر ہوتا ہے۔

فائدہ: فسق لغت میں خروج کو کہتے ہیں اور اصطلاح میں احکام سے تجاوز کر جانے

کواور فاسق وہ ہے جو دائرہ اطاعت سے بار بار نکل جائے۔

الفسق العصیان والترک لامر اللہ عز وجل والخروج عن طریق الحق (لسان) المنافق والکافر سمیا فاسقین لخروجھما عن طاعۃ ربھما

(ابن جریر)

ائمہ لغت نے کہا ہے کہ فاسق کے استعمال کی مثال عربی میں اسلام سے قبل عہد جاہلی میں نہیں ملی۔ (تاہم فُوَیْسِقَۃٌ چوہیا کیلئے مستعمل ہوا ہے، مصحح)

فیروز آبادی کا قول ہے:

لیس فی کلامھم ولا شعرھم فاسق علی انه عربی (قاموس)

ابن الاعرابی نے کہا ہے: ''لم یسمع من کلام الجاھلیۃ ولا فی شعرھم ھذا عجب وھو کلام عربی'' (لسان) فسق بحیثیت فعل بے جان چیزوں کے سلسلہ میں ضرور استعمال میں تھا۔ لیکن بحیثیت اسم، فاسق کا استعمال انسان کے لیے کلام عرب میں نہیں ملتا۔

''لم یسمع الفاسق فی وصف الانسان فی کلام العرب''

(راغب عن الاعرابی)

اصطلاحی معنی میں اس کا استعمال اب عربی بلکہ اردو میں عام ہے یہ تمام تر ایک اسلامی لفظ ہے اور چند لفظوں میں سے جو قرآن نے آکر عربی زبان کو دیئے۔

''لایعرف اطلاقھا علی ھذا المعنی قبل الاسلام'' (تاج)

آج انگریزی زبان بھی باوجود اپنی وسعت کے حلت، حرمت، طہارت، تقویٰ کے مفہوم کے بہت سے الفاظ سے محروم ہے۔ (ماجدی ۱/۱۴)

۞۞۞

الکافر کالناعق بالغنم

قال اللہ تعالیٰ :

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ

(البقرۃ:۱۷۱)

ترجمہ : اور جن لوگوں نے کفر کو اپنالیا ہے ان (کو حق کی دعوت دینے) کی مثال کچھ ایسی ہے جیسے کوئی شخص اُن (جانوروں) کو زور زور سے بلائے جو ہانک پکار کے سوا کچھ نہیں سنتے۔ یہ بہرے، گونگے، اندھے ہیں، لہذا کچھ نہیں سمجھتے۔

تشریح: اس آیت کے دو مطلب قابل ذکر ہیں:

۱......یعنی کافروں اور ان کے بتوں کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو اسکو پکارے جو سنتا نہیں، مطلب یہ ہے کہ کافر اپنے ان معبودوں کو اپنی حاجات میں پکارتے ہیں لیکن وہ انکی پکار کو سن بھی نہیں سکتے چہ جائیکہ ان کی مدد کریں۔

لیکن اس تفسیر پر ایک اشکال ہوتا ہے کہ ''الا دعاء و نداء'' سے سمجھ آتا ہے کہ وہ معبود پکار ونداء کو جانوروں کی طرح سنتے تو ہیں لیکن نہ سمجھ سکتے ہیں اور نہ جواب دیتے ہیں حالانکہ یہ بت تو سن بھی نہیں سکتے تو یہاں انہیں مراد لینا کیسے صحیح ہوسکتا ہے؟

اس اشکال کے ۳ جوابات دیئے گئے ہیں:

۱۔ یہاں ''الا'' زائد ہے معنی یہ ہوا ''بمالا یسمع دعاء ونداء''، کمافی قول الشاعر ''جراجیح ما تنفک الا منا خه'' أی : ''ماینفک منا خه''

لیکن یہ جواب صحیح نہیں اسلئے کہ الا زائد واقع نہیں ہوتا۔

۲۔ یہاں تشبیہ صرف پکارنے میں ہے مدعو کی تمام خصوصیات مقصود نہیں (یعنی ان کی پکار محض فضول ہے)۔

۳۔ معنی یہ ہے کہ ان لوگوں کی مثال اپنے ان معبودوں کو پکارنے میں جو انکی پکار کو سمجھ نہیں سکتے اس طرح ہے جیسے کوئی پکارنے والا اپنی بکریوں کو پکارے کہ اسکا یہ پکارنا کسی کام کا نہیں محض نداء و پکار ہی ہے، اسی طرح مشرک کو بھی اس پکارنے سے محض مشقت اور تکلیف ہی حاصل ہوتی ہے (یعنی صرف لغو ہی نہیں بلکہ باعث ملال بھی ہے)۔

۴......اور یہ بھی کہا گیا کہ معنی یہ ہے کہ کفار کی مثال ان چوپاؤں کی طرح ہے جو چرواہے کی آواز و پکار سنتے ہیں لیکن سمجھتے نہیں، تو یہاں پکارنے والا داعی اور پکارے جانے والے بہائم سے مراد کفار ہیں۔

اس معنی کے اعتبار سے مضاف مقدر ہوگا۔ علامہ بیضاویؒ نے فرمایا ہے:

''علی حذف مضاف تقدیرہ مثل داعی الذین کفروا'' (بیضاوی)

یعنی اس جانور کی طرح جس کے کان میں پکارنے والے کی آواز اور الفاظ تو آرہے ہیں باقی وہ معنی و مفہوم کچھ نہیں سمجھتا بس وہی معاملہ یہ منکرین دعوتِ حق کے ساتھ کررہے ہیں۔ داعی کے الفاظ تو سن لیتے ہیں لیکن اُس کے معنیٰ و مفہوم پر غور ہی نہیں کرتے، ''مثل الدابۃ تنادی فتسمع ولا تعقل مایقال لھا کذالک الکافر یسمع الصوت لایعقل'' (ابن جریر عن ابن عباس) صمٌّ یعنی بہرے ہیں، آوازِ حق کی طرف سے۔ ''صُمّ عن الحق فلایسمعونہ ولاینفعونہ بہ'' (ابن جریر عن قتادہ)۔ ''بُکم'' یعنی اقرارِ حق کیلئے اُن کی زبان گونگی ہے ''بکم عن الحق

فلاینطقون به "۔ (ابن جریر عن قتادہ) "عُمْیٌ" یعنی اندھے ہیں خود اپنے نفع ونقصان کے بارے میں "عمی عن الھدیٰ فلایبصرونہ" (ابن جریر عن قتادہ)
اس سے ملتا جلتا ایک فقرہ توریت میں بھی موجود ہے۔ وہ نہیں جانتے اور نہیں سمجھتے کہ اُن کی آنکھیں بھی گئیں سو وہ دیکھتے نہیں اور ان کے دل بھی، سو وہ سمجھتے نہیں۔

(بحوالہ تفسیر ماجدی، ۱/۶۳)

المثال الاول للمنفق فی سبیل اللّٰہ

قال اللّٰہ تعالیٰ:

مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ کَمَثَلِ حَبَّۃٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ کُلِّ سُنْۢبُلَۃٍ مِّائَۃُ حَبَّۃٍ ؕ وَاللّٰہُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ۝

(سورۃ البقرۃ:۲۶۱)

ترجمہ : جولوگ اللہ کے راستے میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں ان کی مثال ایسی ہے جیسے ایک دانہ سات بالیں اگائے (اور) ہر بال میں سو دانے ہوں، اور اللہ جس کے لیے چاہتا ہے (ثواب میں) کئی گنا اضافہ کردیتا ہے۔ اللہ بہت وسعت والا اور بڑے علم والا ہے۔

تشریح : اس مثال میں اللہ تعالیٰ نے اپنی راہ میں خرچ کرنیوالے کو اس شخص کیساتھ تشبیہ دی ہے جو بیج بوئے اور ہر بیج سے سات خوشے نکلیں اور ان میں سے ہر خوشہ سو دانوں پر مشتمل ہو تو اسی طرح اللہ تعالیٰ خرچ کرنیوالے کے اخلاص اسکے صدقہ کے منافع، اسکی مقدار اور اسکے مواقع کے موافق اسکے اجر میں اضافہ کرتے ہیں

اس مثال میں مزید یہ نکتہ بھی ہے کہ یہاں منفق کو بیج بونے والے سے تشبیہ دی ہے اور یہ جب ہے کہ وہ بیج عمدہ ہو اور زرخیز زمین میں بویا جائے، اسی طرح صدقہ کے لیے بھی ایمان اور اخلاص زرخیز زمین کی مانند ہے، پھر اسکی پیداوار اس کی مقدار کے موافق اسی وقت حاصل ہوتی ہے جب اس کی مکمل نگہبانی کی جائے اور اسے فاضل جڑی بوٹیوں سے صاف رکھا جائے اور اسکی خوراک اور سیرابی کا انتظام کیا جائے اسی طرح یہ صدقہ بھی اسی وقت قابل پیداوار ہوتا ہے جب اسے ریاکاری اور احسان جتلانے کے مضرات سے بچایا جائے تو ایسی حالت میں اس زمین پر ہلکی بارش ہو یا زیادہ وہ عمدہ فصل پیدا کرتی ہے۔

المثال الثانی للمنفق فی سبیل اللہ

قال اللہ تعالیٰ:

وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍۭ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ ۚ فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝

(سورۃ البقرۃ:۲۶۵)

ترجمہ : اور جو لوگ اپنے مال اللہ کی خوشنودی طلب کرنے کے لیے اور اپنے آپ میں پختگی پیدا کرنے کے لیے خرچ کرتے ہیں ان کی مثال ایسی ہے جیسے ایک باغ کسی ٹیلہ پر واقع ہو، اس پر زور کی بارش برسے تو وہ دگنا پھل لے کر آئے۔ اور اگر اس پر ایسی زور کی بارش نہ بھی برسے تو ہلکی پھوار بھی اس کے لیے کافی ہے۔ اور

تم جو عمل بھی کرتے ہو، اللہ اسے خوب اچھی طرح دیکھتا ہے۔

تشـــریح: ابن قیم جوزیؒ فرماتے ہیں: تو اس اخلاص وایمان کی زرخیز زمین پر تھوڑی مقدار میں صدقہ کا بیج بویا جائے یا زیادہ، بہرصورت اجر وثواب سے بھرپور ہوگا۔

اس آیت میں اخلاص سے مال خرچ کرنے کی مثال کا بیان ہے، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

زور کے مینہ سے مراد بہت مال خرچ کرنا اور پھوار سے مراد تھوڑا مال خرچ کرنا اور دلوں کو ثابت کرنے سے مراد یہ ہے کہ ثابت کریں دلوں کو ثواب پانے میں یعنی ان کو یقین ہے کہ خیرات کا ثواب ضرور ملے گا، سو اگر نیت درست ہے تو بہت خرچ کرنے میں بہت ثواب ملے گا، اور تھوڑی خیرات میں بھی فائدہ ہوگا، جیسے خالص زمین پر باغ ہے تو جتنا مینہ برسے گا اتنا ہی باغ کو فائدہ ملے گا اور نیت درست نہیں تو جس قدر زیادہ خرچ کرے اتنا ہی مال ضائع ہوگا اور نقصان پہنچے گا کیونکہ زیادہ دینے میں ریاء اور دکھاوا بھی زیادہ ہوگا جیسا کہ پتھر پر دانہ اگے گا تو جتنا زور کا مینہ برسے گا اتنا ہی ضرر زیادہ ہوگا۔

(تفسیر عثمانی:١:١٦٢)

مثال للریاء والمن والأذی

قال اللہ تعالٰی:

اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ لَهٗ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۙ وَاَصَابَهُ الْكِبَرُ وَلَهٗ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَاۤءُ ۚ فَاَصَابَهَاۤ اِعْصَارٌ فِيْهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ ۗ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ۝

(سورۃ بقرۃ ۲۶۶)

ترجمہ : کیا تم میں کوئی یہ پسند کرے گا کہ اس کا کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ ہو جس کے نیچے نہریں بہتی ہوں (اور) اس کو اس باغ میں اور بھی ہر طرح کے پھل حاصل ہوں، اور بڑھاپے نے اسے آ پکڑا ہو، اور اس کے بچے ابھی کمزور ہوں، اتنے میں ایک آگ سے بھرا بگولا آ کر اس کو اپنی زد میں لے لے اور پورا باغ جل کر رہ جائے؟ اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے لیے اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان کرتا ہے تا کہ تم غور کرو۔

تشریح: حافظ ابن کثیرؒ اس آیت کی تشریح میں عبید بن عمیرؒ کی روایت لاتے ہوئے لکھتے ہیں:

عبید بن عمیرؒ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے ایک مرتبہ صحابہ کرامؓ سے دریافت کیا کہ مذکورہ آیت ''ایود احدکم '' کس بارے میں نازل ہوئی ہے۔ صحابۂ کرامؓ نے جواب دیا کہ واللہ اعلم حضرت عمرؓ نے غضب ناک ہو کر فرمایا: کہو کہ ہمیں معلوم ہے یا نہیں۔

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: اس آیت مبارکہ کے متعلق میں کچھ جانتا ہوں۔

حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا کہ بھتیجے! ہاں تم بتاؤ اور (کم عمر ہونے کی وجہ سے) اپنے آپ کو کمتر خیال نہ کرو۔ حضرت ابن عباسؓ نے کہا اس آیت کریمہ میں عمل کی تمثیل بیان کی گئی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اس شخص کی تمثیل بیان کی گئی ہے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرماں برداری کرتا ہے۔ پھر اللہ ربّ العزت اس پر شیطان مسلط کردیتا ہے چنانچہ پھر وہ نافرمانی کرنے لگتا ہے بالآخر وہ اپنے اعمال برباد کردیتا ہے۔

(تفسیر ابن کثیر)

کافر شخص کا بھی یہی ہے کہ جب وہ اللہ کے پاس جاتا ہے تو وہاں اس کو کچھ کرنے کی طاقت نہیں ہوتی۔ جس طرح اس بوڑھے کو اور جو کچھ اس نے کیا ہے کفر کی آگ والی آندھی نے برباد کردیا۔ اب پیچھے سے بھی اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا، جس طرح اس بوڑھے شخص کی کم سن اولاد اسے کوئی فائدہ نہیں دے سکتی۔

(تفسیر ابن کثیر ۲/۴۳)

علامہ ابن قیم جوزیؒ فرماتے ہیں: جس نے اپنی کھیتی کو احسان جتلانے یا ریاکاری کی آفت سے برباد کردیا تو جس وقت وہ اسکے ثواب کا شدید محتاج ہوگا یعنی قیامت کے دن، اسے کچھ ہاتھ نہ آئے گا وہ دن اسکے لیے حسرت کا دن ہوگا۔

(امثال القرآن لابن الجوزیؒ:۸۲)

أمثلة للرياء والمن والأذى

قال اللہ تعالیٰ :

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى ۙ كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا ۭ لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰي شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ۝

(سورۃ البقرۃ:۲۶۴)

ترجمہ : اے ایمان والو! اپنے صدقات کو احسان جتلا کر اور تکلیف پہنچا کر اُس شخص کی طرح ضائع مت کرو جو اپنا مال لوگوں کو دکھانے کے لیے خرچ کرتا ہے اور اللہ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتا۔ چنانچہ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک چکنی چٹان پر مٹی جمی ہو، پھر اس پر زور کی بارش پڑے اور اس (مٹی کو بہا کر چٹان) کو (دوبارہ) چکنی بنا چھوڑے۔ ایسے لوگوں نے جو کمائی کی ہوتی ہے وہ ذرا بھی ان کے ہاتھ نہیں لگتی، اور اللہ (ایسے) کافروں کو ہدایت تک نہیں پہنچاتا۔

تشریح: علامہ ابن قیم جوزیؒ فرماتے ہیں کہ: اس مثال میں اس شخص کے صدقہ کا حال بیان کیا گیا ہے جو منّ اور ریاء کے ذریعہ اسے ضائع کردے، ریاء صدقہ کے انعقاد سبب للثواب سے ہی مانع بن جاتی ہے، جبکہ منّ اور اذی اس صدقہ پر ملنے والے ثواب کو ضائع کردیتے ہیں، اس مثال میں سخت چٹیل پتھر سے مراد اس شخص کا قسوۃ بھرا دل ہے کہ اسکی قسوت اور صلابت ایمان واخلاص کو قبول نہیں کرتی

،اور ریاء کاری پر مبنی اعمال صالحہ کی مثال اس پتھر پر پڑنے والی دھول اور غبار کی سی ہے جسے کوئی ثبات حاصل نہیں، کہ جیسے ہی بارش برسے وہ مٹی وغبار بہہ جاتا ہے اسی طرح جب اسکے دل پر بھی امر ونہی اور قضاء وقدر کی بارش برستی ہے تو اسکے دل سے ان کھوکھلے اعمال کا غبار بہہ پڑتا ہے اور اسکی حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے، ایسے لوگ اپنے ان اعمال کے اجر وثواب سے محروم ہونگے اور یہ اعمال اس دن ان کے کچھ کام نہ آئیں گے جس دن کہ لوگ ان کے شدید محتاج ہونگے۔ (امثال القرآن لابن الجوزیؒ)

۞۞۞

مثل لمن أنفق ماله فی غیر سبیل الله

قال الله تعالیٰ:

مَثَلُ مَا يُنفِقُونَ فِي هَٰذِهِ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا كَمَثَلِ رِيحٍ فِيهَا صِرٌّ أَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ فَأَهْلَكَتْهُ ۚ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللَّهُ وَلَٰكِنْ أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿١١٧﴾

(سورۃ آل عمران: ۱۱۶،۱۱۷)

ترجمہ: جو کچھ یہ لوگ دنیوی زندگی میں خرچ کرتے ہیں، اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک سخت سردی والی تیز ہوا ہو جو ان لوگوں کی کھیتی کو جا لگے جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کر رکھا ہو، اور وہ اس کھیتی کو برباد کر دے۔ ان پر اللہ نے ظلم نہیں کیا، بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے رہے ہیں۔

تشریح: اس آیت میں ان لوگوں کی مثال بیان کی گئی ہے جو محض نمود ونمائش، فخر وریا کاری، اللہ کے رستے سے روکنے اور انبیاء کی دشمنی میں اپنے اموال

خرچ کرتے ہیں کہ انکی مثال اس شخص کی سی ہے جو فصل اگائے اور اس سے فائدہ کی توقع رکھے ہوئے ہو کہ اچانک دن یا رات کے کسی پہر میں کوئی تیز سرد آندھی اس پر گذرے اور اسے تہس نہس کر کے رکھ دے، بالکل یہی حال ان کے انفاق کا بھی ہے کہ یہ سب انھیں کچھ نفع نہ دے گا بلکہ بالآخر اپنے اس فعل پر حسرت کریں گے، وقال تعالیٰ: ''أصابت حرث قوم ظلموا أنفسهم'' کہ یہ عذاب بلا وجہ مسلط نہیں ہوتا بلکہ انکے برے اعمال نے اس عذاب کو ان کے اوپر مسلط کیا ہے۔

۞۞۞

الكلب يلهث

قال اللہ تعالیٰ:

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ۝ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ ۚ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ۝ سَآءَ مَثَلَا ۨ بُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاَنْفُسَهُمْ كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ۝

(سورۃ الأعراف:۱۷۵،۱۷۶)

ترجمہ : اور (اے رسول)! ان کو اُس شخص کا واقعہ پڑھ کر سناؤ جس کو ہم نے اپنی آیتیں عطا فرمائیں، مگر وہ اُن کو بالکل ہی چھوڑ نکلا، پھر شیطان اُس کے پیچھے لگا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ گمراہ لوگوں میں شامل ہو گیا۔ اور اگر ہم چاہتے تو ان آیتوں کی بدولت اُسے سربلند کرتے، مگر وہ تو زمین ہی کی طرف جھک کر رہ گیا، اور اپنی خواہشات

کے پیچھے پڑا رہا، اس لیے اُس کی مثال اُس کتے کی سی ہوگئی کہ اگر تم اُس پر حملہ کرو تب بھی وہ زبان لٹکا کر ہانپے گا، اور اگر اُسے (اُس حال پر) چھوڑ دو تب بھی زبان لٹکا کر ہانپے گا۔ یہ ہے مثال اُن لوگوں کی جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہے۔ لہٰذا تم یہ واقعات ان کو سناتے رہو، تاکہ یہ کچھ سوچیں۔

تشریح: اس مثال میں اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو جسے اپنی کتاب کا علم دیا اور پھر اس نے اسکے مطابق عمل کو چھوڑ کر اپنی خواہشات کا اپنا امام بنالیا اور اللہ کی رضا پر دنیا کو ترجیح دی، تمام حیوانات میں بے چین اور بے صبر جانور کتے سے تشبیہ دی کہ جسے کسی حال میں قرار نہیں، چاہے وہ سکون کی حالت میں ہو یا متحرک ہو ہر وقت ہانپتا رہتا ہے اس طرح یہ شخص بھی دنیا کی حرص، اتباع الشہوات (خواہشات کی پیروی) اور قلتِ صبر میں ہر وقت ہانپتا رہتا ہے اسے کوئی نصیحت یا وعظ اس مرض سے نجات نہیں دے سکتا، یہ ہر وقت بے قرار رہتا ہے۔

اس تشبیہ میں ایک نکتہ یہ بھی ہے کہ جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”آتینٰہ آیتنا فانسلخ منھا“ کہ آیات کے علم کی عطا کو اپنی طرف منسوب کیا اور ”انسلاخ منھا“ کو اسکی طرف، کیونکہ پہلی چیز نعمت ہے جو اللہ کی ہی طرف سے ملتی ہے اور دوسری چیز نقمت ہے جس کے اسباب اس نے خود اختیار کیے اور غلط راستہ کو چنا جس کے نتیجہ میں اس محرومی میں گرفتار ہوا۔

مزید فرمایا ”فأتبعہ الشیطٰن فکان من الغاوین“ ”أی لحقہ وأدرکہ“ یعنی جبتک اللہ تعالیٰ کی توفیق و عصمت کا سہارا تھا شیطان اسے کوئی ضرر نہ پہنچا سکا لیکن جیسے ہی اللہ تعالیٰ نے اپنی توفیق و عصمت کا ہاتھ اٹھالیا شیطان نے اسے اپنا شکار بنالیا“ صدق ”لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

مزید فرمایا ”لو شئنا لرفعناہ بھا“ کہ ہم چاہتے تو اسے رفعت عطا

کرتے ،اس سے معلوم ہوا کہ محض علم رفعت کا سبب نہیں جب تک اتباع حق نہ ہو اور اللہ کی رضا مطلوب نہ ہو مجرد علم کسی کام کا نہیں، جیسے یہ شخص بلعم بن باعوراء اپنے وقت کا بہت بڑا عالم تھا،لیکن اسکے علم نے اسے کچھ نفع نہ دیا نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رفعت وپستی ان اسباب میں نہیں بلکہ محض اللہ کی قدرت میں ہے وہ جسے چاہے رفعت دے اور جسے چاہے ذلیل کرے۔

جبکہ ابن عطیہؒ فرماتے ہیں:

گمراہی کو مقصد حیات بنانے والوں کو جب دعوت دو تب بھی باز نہیں آتے بلکہ وہ اپنے حال پر ویسے ہی خوش ہیں تو وہ لوگ کتے کے مشابہ ہوئے جو ہر حال میں ہانپتا رہتا ہے۔ اس کی نظیر میں آیت ''ان تدعوهم الی الهدیٰ لایتبعوکم سواء علیکم ادعوتموهم ام انتم صامتون٥'' (اعراف:۱۹۳)

''اخلد الی الارض ''سعید ابن جبیرؒ فرماتے ہیں: دنیا کی طرف جھکاؤ یعنی دنیوی زندگی کو ترجیح دی اخروی زندگی پر

نیز فرمایا:''لو شئنا لرفعنا ہ بها ولکنه اخلد الی الارض واتبع هواه ''اس میں اشکال ہے کہ ''لکن'' استدراک کے لیے آتا ہے یعنی ''نفی ماقبلها باثبات ما بعدها یا اثبات ماقبلها بنفی ما بعدها ''لہٰذا یہاں فرمانا چاہیے تھا: ''لو شئنا لرفعنا ہ بها ولکنا لم نشأ ''یا ''لم نرفع '' تو'' لکنه أخلد الی الأرض '' کیوں فرمایا گیا ؟اس کا جواب یہ ہے کہ اس کلام میں الفاظ سے عدول کر کے معنی کو ملحوظ رکھا گیا ہے،لہٰذا مضمون آیت یہ ہے ''ولو شئنا لرفعناہ بها لکنه لم یتعطی الأسباب التی تقتضی رفعته بالآیات من ایثار اللہ تعالیٰ ومرضاته علی هواه بل أثر الدنیا وأخلد الی الأرض واتبع هواه''۔

مثال الحیوٰۃ الدنیا

قال اللہ تعالیٰ:

اِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ مِمَّا يَاْكُلُ النَّاسُ وَالْاَنْعَامُ ؕ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ وَظَنَّ اَهْلُهَاۤ اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَيْهَاۤ ۙ اَتٰىهَاۤ اَمْرُنَا لَيْلًا اَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنٰهَا حَصِيْدًا كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝

(سورۃ یونس:۲۴)

ترجمہ: دنیوی زندگی کی مثال تو کچھ ایسی ہے جیسے ہم نے آسمان سے پانی برسایا جس کی وجہ سے زمین سے اُگنے والی وہ چیزیں خوب گھنی ہو گئیں جو انسان اور مویشی کھاتے ہیں، یہاں تک کہ زمین نے اپنا یہ زیور پہن لیا، اور سنگھار کر کے خوشنما ہو گئی، اور اس کے مالک کہنے لگے کہ اب یہ پوری طرح ان کے قابو میں ہے، کہ کسی دن یا رات کے وقت ہمارا حکم آ گیا (تو اس پر کوئی آفت آ جائے) اور ہم نے اسے کٹی ہوئی کھیتی کے سپاٹ زمین میں اس طرح کر دیا جیسے کل وہ تھی ہی نہیں۔ اسی طرح ہم نشانیوں کو اُن لوگوں کے لیے کھول کھول کر بیان کرتے ہیں جو غور و فکر سے کام لیتے ہیں۔

تشریح: اس مثال میں اللہ تعالیٰ نے دنیا کی زندگی کو انسان کی نگاہوں میں اپنی زینت و شادابی اور اس کا اسکی طرف میلان اور فریفتگی اور اسکے دھوکے میں مبتلا ہونے اور پھر اسکے فنا و زوال کو اس زمین سے تشبیہ دی ہے جس پر بارش برسے اور سر سبز و شاداب ہو جائے حتی کہ نگاہوں کو خیرہ کرنے لگے اور صاحب ارض اسے اپنی دسترس و ملکیت میں ہونے پر مطمئن ہو کہ اچانک کوئی آفت اس فصل کو آ پکڑے اور لمحہ

بھر میں اسے اس طرح فنا کر کے رکھدے کہ اسکی تمام امیدوں پر پانی پھر جائے اور اسکے ہاتھ میں کچھ نہ رہے، بالکل یہی حال دنیا اور اس پر اعتماد کرنے والے کا بھی ہے، چونکہ دنیا ہی ان آفات ومصائب کی آماجگاہ ہے اور جنت ان مصائب وتکالیف سے سالم ہے اس وجہ سے اللہ نے فرمایا: "واللہ یدعو الی دار السلام" کہ جنت سلامتی کا گھر ہے اور آگے فرمایا: "ویھدی من یشاء الی صراط مستقیم" کہ اس سلامتی والے گھر کی دعوت عام دی، اور پھر ہدایت کو اپنی مشیت کے ساتھ خاص کیا، تو یہ عام دعوت اس کا فضل اور ہدایت کی مشیت کے ساتھ تخصیص اس کا عدل ہے۔

مثال الکفر والایمان

قال اللہ تعالیٰ:

مَثَلُ الْفَرِيْقَيْنِ كَالْاَعْمٰى وَالْاَصَمِّ وَالْبَصِيْرِ وَالسَّمِيْعِ ۭ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ۭ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝

(سورۃ ھود:۲۴)

ترجمہ: ان دو گروہوں کی مثال ایسی ہے جیسے ایک اندھا اور بہرا ہو اور دوسرا دیکھتا بھی ہو اور سنتا بھی ہو۔ کیا یہ دونوں اپنے حالات میں برابر ہو سکتے ہیں؟ کیا پھر بھی تم عبرت حاصل نہیں کرتے؟

تشریح: اس آیات سے پچھلی آیات میں مومنین اور کافرین اور سعادت مندوں اور بدبختوں دونوں کا تذکرہ کیا ہے، اب اس میں دونوں کی مثال بیان فرما کر

دونوں کی حقیقت کو مزید واضح کیا جا رہا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کفار کو حق کے سننے اور دیکھنے سے محرومی کی بناء پر نابینا سے تشبیہ دی ہے جو کچھ بھی نہیں دیکھ سکتا، اور مومنوں کو بینا (یعنی آنکھوں والے) سے تشبیہ دی ہے کہ فاقد البصیرۃ کو فاقد البصارت (یعنی دل کے اندھے کو آنکھوں سے اندھے کے ساتھ) اور صاحب بصیرت کو صاحب بصارت (دل کے بینا کو آنکھوں کے بینا) کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور آخر میں ''ھل یستویا ن مثلاً'' کہہ کر ان دونوں کے درمیان برابری کی نفی کی گئی ہے۔ جبکہ دوسرے مقام پر ہے ''لایستوی اصحٰب النار و اصحٰب الجنة اصحٰب الجنة ھم الفائزون'' (سورۃ حشر:۲۰)

اور سورۃ فاطر میں بھی یہی مضمون ہے۔

ومایستوی الاعمیٰ والبصیر ٥ ولاالظلمٰت ولاالنور ٥ ولا الظل ولاالحرور ٥ ومایستوی الاحیاء ولا الاموات ٥ (سورۃ الفاطر ۲۱/۱۹)

أمثلة الماء والنار فی حق المؤمنین

قال اللہ تعالیٰ:

اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌۢ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا ؕ وَمِمَّا يُوْقِدُوْنَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ ابْتِغَآءَ حِلْيَةٍ اَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهٗ ؕ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ ۬ؕ فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً ۚ وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ ؕ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ ۝

(سورۃ رعد:۱۷)

ترجمہ : اُسی نے آسمان سے پانی برسایا جس سے ندی نالے اپنی اپنی بساط کے مطابق بہہ پڑے، پھر پانی کے ریلے نے پھولے ہوئے جھاگ کو اوپر اُٹھالیا۔ اور اسی قسم کا جھاگ اس وقت بھی اٹھتا ہے جب لوگ زیور یا برتن بنانے کے لیے دھاتوں کو آگ پر تپاتے ہیں۔ اللہ حق اور باطل کی مثال اسی طرح بیان کررہا ہے کہ (دونوں قسم کا) جو جھاگ ہوتا ہے، وہ تو باہر گر کر ضائع ہوجاتا ہے، لیکن وہ چیز جو لوگوں کے لیے فائدہ مند ہوتی ہے، وہ زمین میں ٹھہر جاتی ہے۔ اسی قسم کی تمثیلیں ہیں جو اللہ بیان کرتا ہے۔

تشریح: اس مثال میں اللہ تعالیٰ نے وحی کو (جو دل، کان اور آنکھوں کی حیات بن کر نازل ہوئی) پانی کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور دلوں کو ندیوں کے ساتھ، تو جیسے بڑی ندی زیادہ پانی کی وسعت رکھتی ہے، اسی طرح بڑا دل وسیع علم کی گنجائش رکھتا ہے اور چھوٹا دل، چھوٹی سی ندی کی طرح، تھوڑے سے علم کا حامل ہوتا ہے۔

''فسالت أودية بقدرها '' اسی طرح دل بھی اپنی وسعت کے بقدر علم وہدایت کے دریا کو سمیٹتے ہیں اور جس طرح پانی جب زمین پر ندی کی طرح رواں ہوتا تو جھاگ اور کوڑا کرکٹ اپنے ساتھ اٹھا لے جاتا ہے اسی طرح دریائے علم وہدایت بھی جب دل میں جاری ہوتا ہے تو اپنے ساتھ تمام شھوات نفسانیہ اور شبھات باطلہ کو بہالے جاتا ہے، یہ مثال حق وباطل کی آبی مثال ہے (کہ حق پانی اور باطل جھاگ اور کوڑا کرکٹ کی مانند ہے) اور پھر ناری مثال بیان کی ہے ''ومما یوقدون علیه فی النار ابتغاء حیلة أو متاع زبد مثله '' اس مثال میں جس '' زبد'' یعنی جھاگ کا ذکر ہے یہ وہ تلچھٹ ہے جو سونے، چاندی، پیتل یا لوہے کو پگھلاتے وقت نکلتا ہے کہ آگ اسے اس خالص نفع بخش مادہ سے جدا کردیتی ہے اور پھر اسے پھینک دیا جاتا

ہے، اسی طرح شھوات نفسانیہ اور شبہات کو قلب مومن باہر پھینکتا ہے جیسے یہ آگ اور پانی اس تلچھٹ اور کوڑا کرکٹ کو، اور پھر ندی میں خالص صاف پانی رہ جاتا ہے جس سے لوگ اور انکے مویشی منتفع ہوتے ہیں، اسی طرح دل کی تہہ میں خالص اور صاف ستھرا ایمان باقی رہتا ہے جو خود صاحب ایمان کے لیے بھی نفع بخش ثابت ہوتا ہے اور دوسرے بھی اس سے منتفع ہوتے ہیں۔

أعمال الكافرين كالرماد

قال اللہ تعالیٰ:

مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ ٱِشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ يَوْمٍ عَاصِفٍ ؕ لَا يَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰى شَيْءٍ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ۝

(سورۃ ابراھیم:۱۸)

ترجمہ : جن لوگوں نے اپنے رب کے ساتھ کفر کی روش اختیار کی ہے، ان کی حالت یہ ہے کہ اُن کے اعمال اُس راکھ کی طرح ہیں جیسے آندھی طوفان والے دن میں ہوا تیزی سے اڑا لے جائے۔ انہوں نے جو کچھ کمائی کی ہوگی، اُس میں سے کچھ اُن کے ہاتھ نہیں آئے گا۔ یہی تو پرلے درجے کی گمراہی ہے۔

تشریح : اللہ تعالیٰ نے اس مثال میں کفار کے نیک اعمال کو انکے حق میں بے نفع اور رائگاں ہونے میں اس راکھ کے ساتھ تشبیہ دی ہے، جسے تیز ہوا اڑا کر لے جائے کہ آگ جلانے والے کے ہاتھ میں کچھ نہ آئے، جب کہ وہ اسکا حاجتمند ہو۔ اسی طرح قیامت کے دن یہ لوگ شدید حاجت کے وقت ان اعمال سے کچھ نہ پائیں

گے، اسلئے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں صرف وہی عمل مقبول ہے جو اخلاص پر مبنی اور موافق شریعت ہو، اور جو عمل صرف اخلاص پر مبنی اور مخالفِ شریعت ہو یا موافق شریعت لیکن اخلاص سے خالی ہو یا اخلاص اور شریعت دونوں سے عاری ہو، یہ تمام اعمال غیر مقبول اور مردود ہیں۔

نیز انکے اعمال کو راکھ کے ساتھ تشبیہ دینے میں ایک لطیف نکتہ یہ بھی ہے کہ جیسے یہ راکھ آگ میں جلتی اور ایندھن بنتی ہے اسی طرح یہ اعمال بھی ان کفار کے حق میں قیامت کے دن جہنم کا ایندھن بنیں گے اور عذاب کی صورت اختیار کریں گے جیسے مومنوں کے اعمال انکے حق میں نعمتوں اور راحتوں کی شکل اختیار کرلیں گے۔ نیز اس کی عکاسی یہ آیتیں خوب کررہی ہیں "وجوہ یومئذ مسفرۃ ○ضاحکۃ مستبشرۃ ○ووجوہ یومئذ علیھا غبرۃ ○ترھقھا قترۃ ○اولئک ھم الکفرۃ الفجرۃ○" (سورۃ عبس: ۳۸۔۴۲)

الکلمۃ الطیبۃ کشجرۃ طیبۃ

قال اللہ تعالیٰ:

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ ۝ تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍۢ بِاِذْنِ رَبِّهَا ۭ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۝

(سورۃ ابراھیم: ۲۴)

ترجمہ : کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے کلمۂ طیبہ کی کیسی مثال بیان کی

ہے؟ وہ ایک پاکیزہ درخت کی طرح ہے جس کی جڑ (زمین میں) مضبوطی سے جمی ہوئی ہے، اور اُس کی شاخیں آسمان میں ہیں، اپنے رب کے حکم سے وہ ہر آن پھل دیتا ہے۔ اللہ (اس قسم کی) مثالیں اس لیے دیتا ہے تاکہ لوگ نصیحت حاصل کریں۔

تشریح: اس مثال میں اللہ تعالیٰ نے پاکیزہ کلمات کو ایک پاکیزہ درخت کے ساتھ تشبیہ دی ہے کہ جیسے ایک عمدہ درخت سے عمدہ ثمرات پیدا ہوتے ہیں اسی طرح پاکیزہ کلمات سے نیک اور صالح اعمال بنتے ہیں یہاں ''الکلمة الطيبة'' سے مراد ''لا الٰہ الا اللہ'' کی شہادت یا ایمان ہے اور ''أصلها ثابت'' سے مراد اس میں اخلاص ہے اور ''فرعها في السماء'' سے مراد ''خشية الله'' ہے یہی وہ شجرۂ ایمان ہے جس سے اعمالِ صالحہ کے ثمرات ہر وقت پھوٹتے رہتے ہیں۔ اور اسی کلمہ توحید کی بناء پر اعمال کو قبولیت کے شرف سے نوازا جاتا ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

''اليه يصعد الكلم الطيب والعمل الصالح يرفعه'' (سورۃ الفاطر:۱۰)

اس مثال میں مزید نکتہ یہ بھی ہے کہ جیسے کسی کامل درخت کے لیے شاخوں، تنے، پھل اور جڑ کا ہونا ضروری ہے اس طرح شجرۂ ایمان کا کمال بھی مندرجہ ذیل ارکان پر موقوف ہے علم، معرفت اور یقین، اسکا تنا اخلاص اسکی شاخیں اعمال صالحہ اور اسکے ثمرات اعمال صالحہ پر مرتب ہونے والے آثار حمیدہ ہیں جیسے نیک سیرتی، پاکیزہ اخلاق اور عمدہ چال چلن وغیرہ، اور ان ثمرات کو ہی دیکھ کر شجرۂ ایمان کی قلب میں پیوستگی اور پختگی کا پتہ لگایا جاسکتا ہے۔

نیز اس میں ایک لطیف نکتہ یہ بھی ہے کہ جیسے درخت ہرا بھرا رہنے کے لیے پانی سے سیرابی، ہوا اور خوراک کا محتاج ہوتا ہے اسی طرح شجرۂ ایمان بھی اسی وقت سرسبز وشاداب رہ سکتا ہے جب اسے علم نافع، عمل صالح اور ذکر وفکر سے سیراب کیا جائے ورنہ عین ممکن ہے کہ وہ خشک ہو جائے، مسند احمد میں حضرت ابوھریرۃؓ سے مروی ہے قال

رسول اللہ ﷺ ''ان الایمان یخلق فی القلب کما یخلق الثوب فجددوا ایمانکم'' کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: دل میں ایمان بھی اسی طرح بوسیدہ ہوجاتا ہے جیسے کوئی کپڑا بوسیدہ ہوتا ہے لہٰذا اپنے ایمان کی تجدید کرتے رہا کرو۔

(مسند احمد: ۲/۲۵۹)

یہاں سے یہ بات بخوبی واضح ہوئی کہ بندے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مختلف اوقات میں مامور کردہ عبادات کے کتنے محتاج ہیں! اور اسکی کتنی بڑی رحمت اور اپنے بندوں پر عظیم احسان ہے کہ یہ عبادات ان پر مقرر کیں، تاکہ ان کے شجرۂ ایمان کو سیرابی حاصل ہوتی رہے اور ہر دم وہ شاداب و سرسبز رہے۔

اور اس میں ایک نکتہ یہ بھی ہے جیسے ایک صحت مند درخت اور فصل عادۃً فاضل جڑی بوٹیوں سے حفاظت کے بغیر اچھی طرح نشو نما نہیں پاسکتی، اسی طرح شجرۂ ایمان بھی اس وقت تر و تازہ اور پروان چڑھ سکتا ہے، جب فضول اور لایعنی اشیاء سے اسے محفوظ رکھا جائے۔

الکلمۃ الخبیثۃ کشجرۃ خبیثۃ

قال اللہ تعالیٰ:

وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيثَةٍ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْأَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ ﴿٢٦﴾

(سورۃ ابراھیم: ۲۶)

ترجمہ: اور ناپاک کلمے کی مثال ایک خراب درخت کی طرح ہے جیسے زمین کے اوپر ہی اوپر سے اُکھاڑ لیا جائے، اُس میں ذرا بھی جماؤ نہ ہو۔ جو لوگ

ایمان لائے ہیں، اللہ اُن کی اس مضبوط بات پر دُنیا کی زندگی میں بھی جماؤ عطا کرتا ہے، اور آخرت میں بھی اور ظالم لوگوں کو اللہ بھٹکا دیتا ہے، اور اللہ (اپنی حکمت کے مطابق) جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

تشریح: ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ''کلمہ خبیثہ'' سے مراد شرک ہے جو بمنزلہ شجرہ خبیثہ کے ہے اور ''شجرۃ خبیثۃ'' سے مراد مشرک ہے یعنی مشرک کے پاس نہ کوئی عقلی دلیل ہے نہ نقلی، اور نہ ہی اس نظریہ سے کوئی ثمرات حاصل کرسکتا ہے، تو گویا کہ اس آیت میں شرک اور اعمال کفار کی مثال بیان کی گئی ہے کہ اسکی کوئی مضبوط بنیاد نہیں اور نہ آسمان میں اسکی قبولیت کا راستہ ہے بلکہ وہ ایک کھوکھلے اور بے بنیاد عقیدہ ونظریہ پر قائم ہے جسے پائیداری اور قرار حاصل نہیں، اسکے بعد اللہ نے اپنے فضل کو ''ویثبت اللہ الذین اٰمنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا وفی الآخرۃ'' میں اور اپنے عدل کو ''ویضل اللہ الظالمین'' سے بیان فرمایا اور اس عدل وفضل کا سبب ان کا ظلم وایمان قرار دیا۔ ''و یفعل اللہ مایشاء'' اس آیت میں علم کا ایک عظیم خزانہ ہے کہ اس میں اللہ نے بتایا کہ بندہ اللہ کی رحمت اور تثبیت سے ہی راہِ راست پر قائم ہے اور یہ انسان ایک لمحہ کے لیے بھی اس سے مستغنی نہیں بلکہ ہر دم اس کا محتاج ہے، اگر اللہ تعالیٰ اپنی نظر کرم ہٹالیں تو بندے کے ایمان کے آسمان وزمین تہ وبالا ہوجائیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اکرم المخلوقات سید الاولین والآخرین ﷺ سے بھی فرمایا ''ولو لا أن ثبتنک لقد کدت ترکن الیھم شیئا قلیلا۝ (الاسراء : ۷۴)، وقال تعالیٰ :''اذ یوحی ربک الی الملا ئکۃ أنی معکم فثبتوا الذین آمنوا'' (الانفال : ۱۲) ،وفی الصحیحین من حدیث البجلی (یعنی جریر بن عبداللہ بن جابر البجلی جن کی کنیت اباعمر ہے) :

قال:"وھو یسئلھم ویثبّتھم" گویامخلوق دوطرح کی ہیں ایک موفق بالتثبیت اوردوسری مخذول بترک التثبیت ،اوراس تثبیت کی بنیاددوچیزوں پر ہے۔ قول ثابت یعنی ایمان اورحسنِ عمل تو جوشخص جتنا خلوص ایمان اورحسنِ عمل والا ہوگا وہ اتنا صاحبِ استقامت ہوگا۔

قال اللہ تعالیٰ :"ولو أنھم فعلوا مایوعظون بہ لکان خیرًا لھم وأشد تثبیتا ٥" (سورۃ النساء:٦٦)

ترجمہ:اورجس بات کی انہیں نصیحت کی جارہی ہے،اگر یہ لوگ اس پرعمل کر لیتے تو ان کے حق میں کہیں بہتر ہوتا،اوراُن میں خوب ثابت قدمی پیدا کردیتا۔حدیث میں ہے کہ یہ آیت عذابِ قبر کے متعلق نازل ہوئی ہے:

قال حماد بن سلمۃ عن محمد بن عمرو عن أبی سلمۃ عن أبی ھریرۃؓ قال:"قال رسول اللہ ﷺ: ((یثبت اللہ الذین اٰمنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ)) قال:اذا قیل لہ فی القبر:من ربّک؟ ومادینک؟ ومن نبیک؟ فیقول :ربی اللہ ودینی الاسلام ونبی محمّد ﷺ ،جاء نا بالبینٰت والھدی من عنداللہ فآمنت بُہ وصد قتُ ،فیقال لہ:"صدقتَ ،علی ھٰذا عِشتَ وعلیہ مُتَّ ،علیہ تُبعَثُ .

العبدا لمملوک و المرء المرزوق،

قال اللہ تعالیٰ:

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّمَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّجَهْرًا ؕ هَلْ يَسْتَوٗنَ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ

(سورۃ النحل:۷۵)

ترجمہ : اللہ ایک مثال دیتا ہے کہ ایک طرف ایک غلام ہے جو کسی کی ملکیت میں ہے، اُس کو کسی چیز پر کوئی اختیار نہیں، اور دوسری طرف وہ شخص ہے جس کو ہم نے اپنے پاس سے عمدہ رزق عطا کیا ہے، اور وہ اُس میں سے پوشیدہ طور پر بھی کھلے بندوں بھی خوب خرچ کرتا ہے۔ کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ ساری تعریفیں اللہ کی ہیں، لیکن ان میں سے اکثر لوگ (ایسی صاف بات بھی) نہیں جانتے۔

تشریح: قیاس کی دو انواع ہیں:

۱۔ قیاس طرد۔
۲۔ قیاس عکس۔

۱۔ قیاس طرد:

قیاس طرد یہ ہے کہ اصل کا حکم فرع میں بھی ثابت مانا جائے بوجہ علت اصل پائے جانے کے اور قیاس عکس یہ ہے کہ فرع میں اصل کی علت نہ پائے جانے کی وجہ سے اس سے حکم اصل کی نفی کی جائے یعنی علت کی موجودگی و عدم موجودگی کی بنا پر فرع میں حکم کی موجودگی و عدم موجودگی کا حکم لگایا جائے، یہاں پہلی مثال اللہ تعالیٰ نے معبود برحق کی اور ان بتوں کی بیان کی ہے جنہیں یہ لوگ پوجتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کے

مالک ہیں اوراپنے بندوں پر جیسے چاہیں خرچ کرتے ہیں ان کی عطااور خزانہ میں کوئی کمی نہیں جبکہ یہ بت مملوک ہیں نہ کہ مالک، اور عاجز و بے بس ہیں قادر نہیں تو تم کیسے انہیں میرے شریک ٹھہراتے ہو؟ اور مجھے چھوڑ کر انکی عبادت کرتے ہو؟ باوجودیکہ انکی اللہ تعالیٰ سے کوئی نسبت ہی نہیں، قالہ مجاھد وغیرہ ، :دوسرا قول یہ ہے کہ" مومن اور کافر کی مثال ہے یعنی کافر اس غلام کی طرح ہے جسے کسی شے پر قدرت نہیں اس لیے کہ وہ خیر سے محروم ہے جبکہ مومن کا ایمان اوراس کے اعمال سب ہی باعث خیر ہے، تو یہ دونوں شخص اہل عقل کے نزدیک برابر ہوسکتے ہیں؟؟

علامہ ابن قیم جوزیؒ فرماتے ہیں: "لیکن پہلا قول مرادِ قرآن کے زیادہ مشابہ ہے اس لیے وہ بطلان شرک میں زیادہ ظاہر ہے اور واضح دلیل ہے نیز دوسری آیات سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے،

قال تعالیٰ: "ویعبدون من دون اللہ مالایملک لھم رزقا مّن السمٰوات والارض شیئا." (سورۃ النحل:۱۶، ۷۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے جو تفسیر کی ہے وہ اس آیت کے لوازمِ معنی ومراد میں سے ہے اور ایسا حضرت ابن عباس اور دیگر اسلاف کے کلام میں بکثرت پایا جاتا ہے۔

قدرۃ اللہ و عجز ما سواہ

قال اللہ تعالیٰ :

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ اَحَدُهُمَآ اَبْكَمُ لَا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّهُوَ كَلٌّ عَلٰى مَوْلٰىهُ ۙ اَيْنَمَا يُوَجِّهْهُّ لَا يَاْتِ بِخَيْرٍ ۭ هَلْ يَسْتَوِيْ هُوَ ۙ وَمَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ ۙ وَهُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝

(سورۃ النحل:۷۶)

ترجمہ :اور اللہ ایک مثال دیتا ہے دو آدمی ہیں، اُن میں سے ایک گونگا ہے جو کوئی کام نہیں کر سکتا اور اپنے آقا پر بوجھ بنا ہوا ہے، وہ اُسے جہاں کہیں بھیجتا ہے، وہ کوئی ڈھنگ کا کام کر کے نہیں لاتا، کیا ایسا شخص اُس دوسرے آدمی کے برابر ہو سکتا ہے جو دوسروں کو بھی اعتدال کا حکم دیتا ہے، اور خود بھی سیدھے راستے پر قائم ہے؟

تشریح : یہ مثال بھی اللہ تعالیٰ نے معبود برحق اور ان بتوں کی لیے بیان کی ہے کہ جن بتوں کی یہ پوجا کرتے ہیں وہ اس گونگے اور بے عقل غلام کی طرح ہیں کہ کسی چیز پر بھی قدرت نہیں اور کسی ضرورت کے لیے بھیجا جائے تو کسی مصیبت و آفت کو ہی لے کر آتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ قادر اور متکلم ہیں عدل کا امر فرماتے ہیں کبھی ظلم، خلاف عقل یا باطل فیصلہ یا حکم نہیں فرماتے چاہے وہ امر تکوینی ہو یا تشریعی، یہاں دونوں کو شامل ہے کہ دونوں امر عدل پر ہی مبنی ہیں لاظلم فیہ بوجہ مّا ،وفی الحدیث:"اللھم انی عبدک ابن عبدک ابن امتک ناصیتی بیدک ماضٍ فی حکمک عدل فیّ قضاؤک". (مؤطا مالک: ۱/ ۲۸)

"وھو علی صراط مستقیم" یعنی اللہ تعالیٰ اپنے امر، قول، فعل ان

تمام چیزوں میں حق پر ہیں آپ کا قول حق، امر عدل اور فعل ذو مصلحت ہے، نیز صراط مستقیم بمعنی حق ہونے کی تائید اس ارشاد ربانی سے بھی ہوتی ہے "من یشاء یجعله علی صراط مستقیم". (الأنعام: ۳۹) "یعنی علی الحق" البتہ انبیاء اور انکے متبعین کے لیے صراط مستقیم کا مطلب اللہ تعالیٰ کے اوامر کی موافقت و اطاعت ہے اور اللہ تعالیٰ کا صراط مستقیم پر ہونے سے مراد جو چیز اللہ تعالیٰ کی حمد، کمال اور عظمت و بزرگی کا تقاضہ کرتی ہے یعنی حق فعل و قول اللہ تعالیٰ اس پر قائم ہیں۔

ہلاک المشرکین

قال اللہ تعالیٰ:

فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ﴿۳۰﴾ حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ ؕ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ﴿۳۱﴾

(سورۃ الحج: ۳۰، ۳۱)

ترجمہ: لہٰذا بتوں کی گندگی سے اور جھوٹی بات سے اس طرح بچ کر رہو۔ کہ تم یکسوئی کے ساتھ اللہ کی طرف رخ کیے ہوئے ہو، اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہ مانتے ہو۔ اور جو شخص اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائے تو گویا وہ آسمان سے گر پڑا، پھر یا تو پرندے اُسے اچک لے جائیں، یا ہوا اُسے کہیں دور دراز کی جگہ لا پھینکے۔

تشریح: اس تشبیہ میں دو باتیں ممکن ہیں: ایک یہ کہ اسے تشبیہ مرکب قرار دیا جائے تو اس صورت میں یہ مشرک کی تشبیہ ہے ایسے شخص کے ساتھ جو خود اپنی

ہلاکت کے اسباب اختیار کرے اسطرح کہ اسکی نجات ناممکن ہو، تو یہاں اسکی تصویر کھینچی گئی ہے کہ گویا کہ وہ شخص آسمان سے گرا اور پرندوں نے اسے اچک کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور وہ انکی غذا بن گیا یا ہواؤں نے اسے دور دراز مقام پر اٹھا پھنکا کہ جسکے بعد اسکی نجات کا کوئی امکان نہیں۔

اور دوسری توجیہ یہ ہو سکتی ہے کہ اسے تشبیہ مفرق قرار دیا جائے تو اس صورت میں مشبہ اور مشبہ بہ کے ہر ہر جزء کا علیحدہ علیحدہ تقابل کیا جائیگا تو اس صورت میں توحید وایمان کی تشبیہ بلندی، وسعت وشرف میں آسمان کے ساتھ ہوگی اور تارک توحید وایمان کی تشبیہ آسمان سے گرنے والے شخص کی ہے جو پستی، تکالیف اور سختی وتنگی میں پڑا ہوا اور ان اچکنے والے پرندوں کی مثال ان شیاطین کی سی ہے جو انہیں گمراہی کی طرف کھینچتے ہیں اور ہوا جو اسے دور دراز مقام پر جا پھینکتی ہے یہ مثال ہوائے نفسانی کی ہے جو اسے پستی اور ہدایت کے رستے سے دور لے جا پھینکتی ہے۔ یا یوں کہو کہ اس مثال میں دو قسم کے مشرکوں کا الگ الگ حال بیان ہوا ہے جو مشرک اپنے شرک میں پوری طرح پکا نہیں، مذبذب ہے کبھی ایک طرف جھک جاتا ہے کبھی دوسری طرف وہ ''فتخطفه الطير'' کا اور جو مشرک اپنے شرک میں پختہ اور مضبوط اور اٹل ہوں وہ ''تهوى به الريح فى مكان سحيق'' سے طبعی موت مرنا مراد ہو۔ اکثر مفسرین نے وجہ تشبیہ کے بیان میں اسی طرح کے احتمالات ذکر کیے ہیں لیکن حضرت شاہ صاحبؒ موضح القرآن میں لکھتے ہیں کہ ''جس کی نیت ایک اللہ پر ہے وہ قائم ہے اور جہاں نیت بہت طرف گئی ہے وہ سب اس کو (پریشان کر کے) راہ میں سے اچک لیں گے یا سب سے منکر ہو کر دہریہ ہو جائے گا۔

مثل الذباب

قال اللّٰہ تعالٰی:

يَآيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ۭ وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْــــًٔا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ۭ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ ۝

(سورۃ الحج:۷۳،۷۴)

ترجمہ : لوگو! ایک مثال بیان کی جارہی ہے، اب اُسے کان لگا کر سنو! تم لوگ اللہ کو چھوڑ کر جن جن کو دعا کیلئے پکارتے ہو، وہ ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے، چاہے اس کام کے لیے سب کے سب اِکٹھے ہو جائیں، اور اگر مکھی اُن سے کوئی چیز چھین کر لے جائے۔ تو وہ اُس سے چھڑا بھی نہیں سکتے۔ ایسا دُعا مانگنے والا بھی بودا اور جس سے دُعا مانگی جارہی ہے وہ بھی! ان لوگوں نے اللہ کی ٹھیک قدر ہی نہیں پہچانی۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ قوت کا بھی مالک ہے، اقتدار کا بھی مالک۔

تشریح : اس مثال میں شرک کا واضح بطلان بتایا گیا ہے اور مشرکین کے معبودین کی عاجزی و بے بسی کو عمدہ مثال سے بیان فرمایا ہے کہ نہ ہی ان میں ایک کمزور ترین مخلوق کو پیدا کرنے کی قدرت ہے اور نہ ہی وہ اس پر قادر ہیں کہ مکھی کے منہ سے اپنی چھینی ہوئی چیز واپس لے سکیں۔ تعجب ہے ان مشرکین کی عقلوں پر کہ کیسے ان عاجز و بے بسوں کو منصب الوہیت پر بٹھا دیا، حالانکہ اسکے لوازمات میں سے یہ ہے کہ وہ تمام مقدورات پر قدرت، تمام معلومات کا احاطہ، تمام مخلوقات سے بے نیاز اور تمام حاجات کو پورا کرنے کی قدرت رکھتا ہو۔ یہ تمام چیزیں جس میں پائی جائیں وہ معبود بنانے کے لائق ہے اور یہ خاصہ تو صرف اللہ تبارک وتعالٰی کا ہے نہ کہ ان بے

بس صورتوں اور تماثیل کو کہ جو سب مل کر بھی ایک چھوٹی سی مخلوق سے اپنی چیز واپس لینے سے عاجز ہیں۔

قال :"ضعف الطالب والمطلوب " طالب سے مراد وہ عابد اور مطلوب وہ معبود ہیں یا ۲۔ طالب، معبود اور مطلوب مکھی ہے، دونوں قول ہیں۔

قال :"وما قدروا الله حق قدره " کہ جس نے اللہ کو چھوڑ کر ان کمزوروں اور بے بسوں کو اپنا معبود بنایا انہوں نے اللہ تعالیٰ کی قدر نہیں پہچانی "ان الله لقوی عزیز" اللہ تعالیٰ ان کی طرح عاجز و مغلوب نہیں بلکہ طاقتور اور غالب ہے۔

۞۞۞

مثال مثلِ نوره كمشكوة

قال اللہ تعالیٰ:

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ؕ اَلْمِصْبَاحُ فِىْ زُجَاجَةٍ ؕ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّىٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ ۙ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِىْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ؕ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ؕ يَهْدِى اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمٌ ۙ

(سورۃ النور:۳۵)

ترجمہ: اللہ تمام آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔اس کے نور کی مثال کچھ یوں ہے جیسے ایک طاق ہو جس میں چراغ رکھا ہو، چراغ ایک شیشے میں ہو۔ شیشہ ایسا ہو جیسے ایک ستارہ، موتی کی طرح چمکتا ہوا! وہ چراغ ایسے برکت والے درخت یعنی زیتون سے روشن کیا جائے جو نہ (صرف) مشرقی ہو نہ (صرف) مغربی، ایسا لگتا ہو کہ

اس کا تیل خود ہی روشنی دیدے گا، چاہے اسے آگ بھی نہ لگے۔ نور بالائے نور! اللہ اپنے نور تک جسے چاہتا ہے، پہنچا دیتا ہے، اور اللہ لوگوں کے فائدے کے لیے تمثیلیں بیان کرتا ہے اور اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

تشریح:

نور اس کیفیت کا نام ہے جس کو آنکھ سب سے پہلے ادراک کرتی ہے، پھر اس کے ذریعے سے دوسری قابل دید چیزوں کا استکشاف کرتی ہے جیسے سورج کی روشنی کہ (پہلے سورج اس سے روشن ہوتا ہے پھر) ان چیزوں کا اس سے انجلا ہوجاتا ہے جو سورج کے سامنے ہوتی ہے، اس تعریف کی رو سے لفظ نور کا ذات باری تعالیٰ پر حقیقی اطلاق ممکن نہیں ہے (کیونکہ یہ نور مادی ہے اور عوارض مادیات میں سے ہے) لامحالہ تاویل کی جائے گی تاویل کی چند صورتیں ہیں:

۱ مضاف کو محذوف مانا ہے یعنی اللہ زمین وآسمان کو نور عطا کرنے والا ہے۔

۲ بطور مبالغہ مصدر کو اللہ پر محمول کیا جائے (اللہ میں اتنی زیادہ نور ہے کہ گویا خدا خود نور ہوگیا)

۳ یا مصدر اسم فاعل (منوِر) کے معنی ہے یعنی اللہ زمینوں اور آسمانوں کو چاند سورج اور ستاروں سے انبیاء اور ملائکہ اور مومنین سے روشن والا ہے۔

بعض نے کہا: اللہ نور ہے یعنی تمام انوار اسی کے ہیں جیسے کہا جاتا ہے فلاں شخص ہمارے لیے رحمت ہے یعنی ہم کو جو رحمت حاصل ہوئی ہے وہ اسی سے حاصل ہے۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں: اللہ اہل آسمان وزمین کا ہادی (رہنما) ہے یعنی نور بمعنی ہدایت ہے۔

بغویؒ نے لکھا ہے اس تمثیل کی تشریح میں اہل علم کے اقوال مختلف ہیں۔

بعض علماء کا خیال ہے کہ یہ نور محمدی کی تمثیل ہے۔

حضرت ابن عباسؓ نے کعب احبارؓ سے فرمایا تھا آیت ''مثل نورہ کمشکوٰۃ'' کے معنی کی تشریح کریں۔ کعب احبارؓ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اپنے نبی کی حالت بطور تمثیل کی بیان کی ہے۔

مشکوٰۃ سے مراد رسول کا مبارک سینہ اور شیشہ سے مراد ہے آپ کا دِل، اور مصباح سے مراد نبوت، اور یکاد زیتھا یضیء کا یہ مطلب ہے کہ اگر رسول نے نبوت کا دعویٰ نہ بھی کیا ہوتا تب بھی قریب تھا کہ آپ کا نور جگمگانے لگتا۔ اور لوگوں کے سامنے آپ کا ہادی و نبی ہونا خود بخود آ جاتا۔ (ملخصا تفسیر مظہری ۸/۲۴۴ تا ۲۴۶)

قاضی ثناء اللہ برد اللہ مضجعہ نے اس تشریح کو پسند فرمایا ہے اور پھر اس کی تائید میں تین چار صفحات پر مشتمل آپ کے نبوت سے پہلے کے واقعات نقل فرمائے۔

اسی تمثیل کی محمد بن کعب قرظی نے اس طرح تشریح کی ہے کہ ''مشکوٰۃ'' حضرت ابراہیم تھے اور ''زجاجه'' حضرت اسماعیل اور ''مصباح'' رسول اللہ۔ آپ ہی کی ذات کو اللہ تعالیٰ نے آیت میں ''سراجا منیرا'' میں ''سراج'' فرمایا ہے یہ چراغ ایک برکت والے درخت کے تیل یعنی ابراہیمؑ کی ذات سے روشن۔ حضرت ابراہیمؑ یقیناً بہت ہی بابرکت تھے اکثر انبیاء آپ ہی کی نسل سے ہیں پھر آپ ایسے درخت کی طرح تھے جو نہ مشرقی ہو اور نہ غربی یعنی آپ نہ یہودی تھے نہ عیسائی، یہودی مغرب کو منہ کر کے عبادت کرتے ہیں اس لیے یہود کو غربی قرار دیا اور عیسائیوں کو شرقی قرار دیا، ''یکاد زیتھا یضیء ولو لم تمسسه نار'' سے اس طرف اشارہ ہے کہ وحی آنے سے پہلے رسول اللہ کے کمالات اور محاسن ظہور پذیر ہونے والے تھے (آگ کے چھونے یعنی وحی آنے کے بعد تو ان کا ظہور ہو ہی گیا وحی سے پہلے ہی وہ قریب

الظہور تھے) ''نور علی نور'' نور بالائے نور کا یہ مطلب ہے کہ نور اصل نور نسل کے ساتھ شامل ہو گیا۔ ایک تو نور ابراہیمی پھر نور محمدی اس کے ساتھ شامل ہو گیا تو نور محمدی نور بالائے نور ہو گیا۔ (مظہری ۸/۲۵۰)

آخر میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی توجیہ ذکر کی جارہی ہے جسے اکثر حضرات نے پسند کیا، علامہ لکھتے ہیں: یعنی یوں تو اللہ کے نور سے تمام موجودات کی نمود ہے۔ لیکن مومنین مہتدین کو نور الٰہی سے ہدایت وعرفان کا جو خصوصی حصہ ملتا ہے اُس کی مثال ایسی سمجھو گویا مومن قانت کا جسم ایک طاق کی ہے جس کے اندر ایک چمک دار شیشہ (قندیل) رکھا ہو۔ یہ شیشہ اس کا قلب ہوا جس کا تعلق عالم بالا سے ہے، اس شیشہ (قندیل) میں معرفت وہدایت کا چراغ روشن ہے یہ روشنی صاف وشفاف تیل سے حاصل ہو رہی ہے جو ایک نہایت ہی مبارک درخت (زیتون) سے نکل کر آیا ہے اور زیتون بھی وہ جو کسی حجاب سے نہ مشرق میں ہو نہ مغرب میں یعنی کسی طرف دھوپ کی روک نہیں کھلے میدان میں کھڑا ہے جس پر صبح وشام دونوں وقت کی دھوپ پڑتی ہے، تجربہ سے معلوم ہوا کہ ایسے زیتون کا تیل اور بھی زیادہ لطیف وصاف ہوتا ہے۔ غرض اس کا تیل اس قدر صاف اور چمک دار ہے کہ بدون آگ دکھلائے ہی معلوم ہوتا ہے کہ خود بخود روشن ہو جائے گا۔ یہ تیل میرے نزدیک اسی حسن استعداد اور نور توفیق کا ہوا جو نور مبارک کے القاء سے بدءِ فطرت میں مومن کو حاصل ہوا تھا۔ جس طرح شجرہ مبارکہ کو ''لاشرقیۃ ولاغربیۃ'' فرمایا تھا وہ نور ربانی بھی جہت کی قید سے پاک ہے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ مومن کا شیشۂ دل نہایت صاف ہوتا ہے اور خدا کی توفیق سے اس میں قبول حق کی ایسی زبردست استعداد پائی جاتی ہے کہ بدون دیا سلائی دکھائے جل اٹھنے کو تیار ہوتا ہے۔ اب جہاں ذرا آگ دکھائی یعنی وحی وقرآن کی تیز روشنی نے اس

کو مس کیا فوراً اس کی فطری روشنی بھڑک اٹھی۔ اسی کو "نور علیٰ نور" فرمایا۔ باقی یہ سب کچھ اللہ کے قبضہ میں ہے، جس کو چاہے اپنی روشنی عنایت فرمائے اور وہ ہی جانتا ہے کہ کس کو یہ روشنی ملنی چاہئے کس کو نہیں۔ ان عجیب وغریب مثالوں کا بیان فرمانا بھی اسی غرض سے ہے کہ استعداد رکھنے والوں کو بصیرت کی ایک روشنی حاصل ہو۔ حق تعالیٰ ہی تمثیل کے مناسب موقع ومحل کو پوری طرح جانتا ہے، کسی کو قدرت کہاں کہ ایسی موزوں وجامع مثال پیش کر سکے۔ (تفسیر عثمانی ۱۸۸/۲)

أعمال الكافرين والضالين: سراب وظلمات

قال الله تعالیٰ:

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۢ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءًۭ ۗ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْـًٔا وَّوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ۗ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝۳۹

(سورۃ النور: ۳۹)

ترجمہ: اور (دوسری طرف) جن لوگوں نے کفر اپنا لیا ہے، اُن کے اعمال کی مثال ایسی ہے جیسے ایک چٹیل صحرا میں ایک سراب ہو جسے پیاسا آدمی پانی سمجھ بیٹھتا ہے، یہاں تک کہ جب اُس کے پاس پہنچتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ کچھ بھی نہیں تھا، اور اس کے پاس اللہ کو پاتا ہے، چنانچہ اللہ اُس کا پورا پورا حساب چکا دیتا ہے۔ اور اللہ بہت جلدی حساب لے لیتا ہے۔

تشریح: علامہ ابن قیم جوزیؒ امثال القرآن میں لکھتے ہیں: یہاں اللہ

تعالیٰ نے کفار کے لیے دو مثالیں بیان کی ہیں، ایک سراب کی اور دوسری ظلمات کی جو آگے آرہی ہے، اس لیے کہ ہدایت وحق سے اعراض کرنیوالے لوگ دو طرح کے ہوتے ہیں ایک وہ جو خود کو اپنے مزعومہ دلائل کی روشنی میں حق وہدایت پر سمجھتے ہیں، جیسے بدعتی وخواہش پرست، لیکن جب حقیقت کھلتی ہے تو ان کو اپنے اپنے بطلان کا پتہ چلتا ہے اور انکے وہ عقائد واعمال انہیں سراب کی طرح معلوم ہوتے ہیں جو دیکھنے والے کی نظر میں دور سے پانی لگتا ہے لیکن قریب سے مشاہدہ کرتا ہے تو کچھ بھی نہیں پاتا، اسی طرح وہ نیک اعمال بھی جو غیر اللہ کے لیے کیے جائیں یا اسکے حکم کے مطابق نہ ہوں اس سراب کی ہی طرح ہیں کہ عامل کے حق میں کچھ بھی مفید نہیں۔ پھر اس مثال میں مزید نکتہ یہ بھی ہے کہ یہاں ''کسراب بقیعة'' فرمایا گیا یعنی وہ سراب جو خالی چٹیل میدان میں ہو اور یہ عین ان کے حال کے مشابہ ہے کہ انکے اعمال سراب کی طرح ہیں اور اسکا محل ایمان وہدایت سے محروم خالی قلوب ہیں۔

آگے فرمایا ''یحسبه الظمآن ماءً حتی اِ ذا جاء ہ لم یجدہ شیئاو وجداللہ عندہ فوفّاہ حسابه واللہ سریع الحساب'' کہ ایک پیاسا شخص اس سراب کو پانی سمجھ کر اسکی طرف دوڑتا ہے لیکن وہ ایک دھوکہ ثابت ہوتا ہے بالکل اس طرح ہر صاحبِ باطل اپنے باطل سہارے سے امیدیں وابستہ رکھتا ہے، لیکن جب وہ اسکا محتاج ہوتا ہے تو وہ اسے فریب دے دیتا ہے اسی طرح غیر اللہ کے لیے کیے گئے اعمال ان عاملین کے لیے قیامت کے دن محض سراب کی طرح دھوکہ ثابت ہونگے جب یہ لوگ اس کے شدید محتاج اور اس سے اپنی امیدیں وابستہ کیے ہوئے ہونگے اور بالآخر اللہ کے حضور حساب کے لیے پیش کیے جائینگے۔

جبکہ علامہ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ یہ مثال جہل مرکب کی ہے۔

(ابن کثیر: ج ۳/۳۲۶)

مفسر قرآن حضرت مولانا ادریس کاندھلویؒ فرماتے ہیں: پہلی قسم کے کفار کے اعمال کی مثال ایسی ہے جیسے کسی چٹیل میدان میں چمکتی ہوئی ریت، کہ پیاسا شخص اس کو دور سے دیکھ کر پانی خیال کرتا ہے اور اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے یہاں تک کہ جب وہ پیاسا آدمی اسے پانی سمجھ کر وہاں پہنچتا ہے تو اپنے خیال وگمان کے مطابق کچھ نہیں پاتا، پانی کے بجائے اپنے پاس اللہ کا قہر وغضب پاتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ اس کے حساب وکتاب کو پورا چکا دیتا ہے اور اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔ اسے حساب لینے میں کوئی دیر نہیں لگتی، اس کیلئے کوئی دشواری یا مشکل نہیں، یہ ان کفار کے اعمال کی مثال ہے جنہوں نے دنیا میں کچھ اچھے کام کئے، اپنے زعم کے مطابق صدقہ خیرات کیا اور ان کو آخرت کا ذریعہ خیال کیا، ہم نے چند نیکیاں حاصل کر لی ہیں اور ہمیں اس کا ثواب اور بدلہ ملے گا، پس یہ کافر دنیا میں اپنے اعمال کو پانی کی طرح سمجھتا رہا کہ وقت آنے پر میرے کام آئیں گے حالانکہ کفر وشرک کی نحوست کی وجہ سے وہ (اعمال) حقیقت میں پانی نہ تھے، بلکہ ظاہری طور پر صورت وشکل کے اعتبار سے وہ پانی کے مشابہ تھے اور درحقیقت وہ سراب تھے چمکتی ہوئی ریت کے مشابہ تھے، جب پیاس سے بے تاب اور بے چین ہو کر وہاں پہنچا تو کچھ نہ پایا، اور اس وقت حقیقت آشکارا ہوئی اور ساری امیدوں پر پانی پھر گیا، اور ہزاروں حسرتوں اور غم میں پیاسا مر گیا، اسے امید تھی کہ اللہ تعالیٰ میرے ان اعمال سے راضی ہوگا، جب مر کر خدا کے حضور پہنچا، تو آب حیات کے بجائے غضب الٰہی کی آگ نظر آ گئی، اور عمر بھی کی بداعمالیوں کا حساب چکا دیا گیا ہمیشہ کیلئے مبتلا عذاب ہو کر تباہ وبرباد ہو گیا۔

(معارف القرآن کاندھلوی: جلد ۵/۴۴۱، ۴۴۲)

من عرفوا الحق و آثروا علیہ الباطل

قال اللہ تعالیٰ:

اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِیْ بَحْرٍ لُّجِّیٍّ یَّغْشٰىهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ؕ ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ؕ اِذَاۤ اَخْرَجَ یَدَهٗ لَمْ یَكَدْ یَرٰىهَا ؕ وَ مَنْ لَّمْ یَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ۠﴿۴۰﴾

(سورۃ النور:۴۰)

ترجمہ : یا پھران اعمال کی مثال ایسی ہے جیسے کسی گہرے سمندر میں پھیلے ہوئے کو ایک موج نے ڈھانپ رکھا ہو، جس کے اوپر ایک اور موج ہو، اوراس کے اوپر بادل، غرض اوپر تلے اندھیرے ہی اندھیرے! اگر کوئی اپنا ہاتھ باہر نکالے تو اُسے بھی نہ دیکھ پائے۔ اور جس شخص کو اللہ ہی نور عطا نہ کرے، اس کے نصیب میں کوئی نور نہیں

تشریح: دوسری قسم کے کافروں کے اعمال کی مثال بڑے گہرے سمندر کی تاریکیوں اور اندھیروں کی طرح ہے، جس پر موج سوار ہے اور موج کے اوپر ایک اور موج ہے اور پھر اس کے اوپر ایک بادل ہے جو ستاروں کی روشنی کو بھی چھپائے ہوئے ہے، یہ تاریکیاں ایک دوسرے پر تہہ بہ تہہ ہیں، اندھیرے پر اندھیرا ہے، مقصد یہ ہے کہ نہایت درجہ کا اندھیرا ہے، جب وہ اپنے ہاتھ کو باہر نکال کر دیکھنا چاہتا ہے جو (ہاتھ) تمام اعضاء میں اس کے قریب تر ہے، اور قریب سے دکھائی دیتا ہے تو تاریکیوں اور اندھیروں کی شدت کی وجہ سے اپنے ہاتھ کو بھی نہیں دیکھ سکتا، جو آنکھ کے بالکل قریب ہے تو اور چیزوں کو بطریق اولیٰ نہیں دیکھ سکے گا، دوسری مثال ان کافروں کے اعمال کی ہے جو ہمہ وقت نفسانی خواہشات اور دنیاوی لذات میں مستغرق ہیں اور اعمال بد کے اندھیروں اور تاریکیوں میں چھپے ہوئے ہیں کہ ان اندھیروں سے نکلنا

ان کے لئے ممکن نہیں، کفر اور جہالت کے تاریک اور عمیق سمندر میں غرق ہیں، جہاں روشنی کا نام ونشان تک نہیں، ہر سو تاریکی ہی تاریکی اور اندھیرا ہی اندھیرا چھایا ہوا ہے۔ اعتقاد بھی تاریک، قول بھی تاریک اور عمل بھی تاریک ان لوگوں کے پاس روشنی کی اتنی بھی چمک نہیں جتنی سراب کو دیکھ کر نظر آتی ہے، یہ لوگ ہر ہر طرف سے تاریکیوں میں ہوتے ہیں، روشنی کا کہیں نام ونشان بھی نہیں، اور جسے اللہ تعالیٰ روشنی عطاء نہ فرمائے، تو اس کے لئے پھر کہیں بھی روشنی نہیں، روشنی تو دین اسلام میں ہے، کفر وشرک میں روشنی کہاں سے آئی؟

ان کافروں کی مثال کے آخر میں یہ جملہ ایسا ہے جیسا مومنین کی مثال کے آخر میں ارشاد فرمایا تھا: ''یهدی الله لنوره من یشاء'' یہاں اس کے مقابل میں فرمایا: ''ومن لم یجعل الله له نورا فماله من نور'' مؤمن کی حالت تو روشنی ہے اور نور پر نور ہے اور کافر کی حالت تاریک ہے اور اندھیروں پر اندھیرے ہیں۔

(معارف القرآن کاندھلویؒ ۵/۴۴۱، ۴۴۲)

ابن قیم جوزیؒ فرماتے ہیں حق سے اعراض کرنیوالے دوسری قسم کے لوگ وہ ہیں جو حق وہدایت کو جاننے کے باوجود گمراہی وضلالت کو ترجیح دیتے اور باطل کی پیروی کرتے ہیں یہ لوگ سمندر میں ڈوبتے ہوئے اس شخص کی مانند ہیں جو ظلمات اور تاریکیوں کا شکار ہو اسی طرح یہ شخص بھی ظلمت طبع، ظلمت نفس اور ظلمتِ جہالت میں گھرا ہوا ہے جہالت اس لیے کہ انھوں نے اپنے علم کے مطابق عمل نہ کیا تو جاہلوں کی ہی مانند ہوئے۔

اِن آیات پر علامہ ابن قیم جوزیؒ لف نشر غیر مرتب کے طور پر لکھتے ہیں:

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے تین (۳) قسم کے لوگوں کی مثال بیان کی ہے

۱. ضالین.

۲. مغضوب علیهم.

۳. منعم علیهم.

۱۔ منعم علیهم اہل النور ہیں، قال الله تعالیٰ:

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ؕ اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَةٍ ؕ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّیٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ ۙ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِیْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ؕ نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ ؕ يَهْدِی اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمٌ ۝

(سورۃ النور: ۳۵-۳۸)

ترجمہ : اللہ تعالیٰ تمام آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔ اس کے نور کی مثال کچھ یوں ہے جیسے ایک طاق ہو جس میں چراغ رکھا ہو، چراغ ایک شیشے میں ہو۔ شیشہ ایسا ہو جیسا ایک ستارہ موتی کی طرح چمکتا ہوا، وہ چراغ ایسے برکت والے درخت یعنی زیتون سے روشن کیا جائے جو نہ (صرف) مشرقی ہو نہ (صرف) مغربی، ایسا لگتا ہو کہ اس کا تیل خود ہی روشنی دیدے گا، چاہے اسے آگ بھی نہ لگے۔ نور بالا نور! اللہ اپنے نور تک جسے چاہتا ہے، پہنچا دیتا ہے، اور اللہ لوگوں کے فائدے کیلئے تمثیلیں بیان کرتا ہے، اور اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔ جن گھروں کے بارے میں اللہ نے یہ حکم دیا ہے کہ ان کو بلند مقام دیا جائے، ان میں صبح وشام وہ لوگ تسبیح کرتے ہیں جنہیں کوئی تجارت یا کوئی خرید وفروخت نہ اللہ کی یاد سے غافل کرتی ہے نہ نماز قائم کرنے سے اور نہ زکوٰۃ دینے سے۔ وہ اس دن سے ڈرتے ہیں جس میں دل اور نگاہیں الٹ پلٹ ہو کر رہ جائیں گی۔ نتیجہ یہ ہے کہ اللہ ان لوگوں کو ان کے اعمال کا

بہترین بدلہ دے گا۔ اور اپنے فضل سے مزید کچھ اور بھی دے گا، اور اللہ جس کو چاہتا ہے، بے حساب دیتا ہے۔

۲۔ضالین اصحاب السراب ہیں جو بغیر علم وبصیرت کے محض اپنے اسلاف کی اندھی تقلید کرتے ہیں:

قال اللہ تعالیٰ

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۢ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَاۗءً ۭ حَتّٰٓي اِذَا جَاۗءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَـيْـــًٔـا وَّوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ۭ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝ۙ اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّـجِّيٍّ يَّغْشٰـىهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ۭ ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ۭ اِذَآ اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرٰىهَا ۭ وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ۝

(النور:۳۹)

ترجمہ: اور (دوسری طرف) جن لوگوں نے کفر اپنا لیا ہے، ان کے اعمال کی مثال ایسی ہے جیسے ایک چٹیل صحرا میں ایک سراب ہو جسے پیاسا آدمی پانی سمجھ بیٹھتا ہے، یہاں تک کہ جب اس کے پاس پہنچتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ کچھ بھی نہیں تھا، اور اس کے پاس اللہ کو پاتا ہے، چنانچہ اللہ اس کا پورا پورا حساب چکا دیتا ہے اور بہت جلدی حساب لے لیتا ہے۔

۳۔اور "مغضوب علیهم اصحاب الظلمات" ہیں جنکے دلوں نے حق کو جاننے کے باوجود باطل کی تقلید کی، قال تعالیٰ "أو كظلمٰت فى بحر لجى يغشاه .....ومن لم يجعل الله له نورًا فماله من نور".

(سورۃ النور:۴۰)

ضالین کی مثال اعمال باطلہ کرنیوالوں کوشامل ہے اور اصحاب ظلمات میں وہ لوگ بھی داخل ہیں جو علم وفکر یا غیر مفید ابحاث میں مشغول ہیں جنکے دلوں پر شکوک وشبھات اور تلبیسات کی تاریکیاں چھائی ہوئی ہیں ، اخیر میں اللہ تعالیٰ نے ان کا ظلمتوں میں ہونے کا سبب بھی بتادیا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے نور ہدایت سے نوازانہ تھا بلکہ ان کی فطری ظلمت پر ہی انہیں برقرار رکھا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''اللہ ولی الذین اٰمنوا یخرجھم من الظلمات الی النور .''

(سورۃ البقرۃ:۲۵۷)

اور مسند احمد میں حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ان اللہ خلق خلقه فی ظلمة وألقی علیھم من نورہ فمن أصابه من ذلک النور اھتدی ومن أخطأہ ضلّ.''

(مسند احمد:۲/۱۷۶)

یہی وہ نور ہدایت ہے جس سے قلب وروح کی حیات ہے جیسے روح سے بدن کی حیات ہے اسی وجہ سے وحی کو قرآن میں روح کہا گیا ہے کہ حقیقی حیات اسی پر موقوف ہے،

قال تعالیٰ :

''ینزل الملائکة بالروح من أمرہ علی من یشاء من عبادہ .''

(سورۃ النحل:۲)

وقال تعالیٰ :''کذلک أوحینا الیک روحاً من أمرنا ما کنت تدری ما الکتب ولا الایمان ولکن جعلناہ نوراً نھدی به من نشاء من عبادنا .''

(سورۃ الشوریٰ:۵۲)

تو یہ وحی روح بھی ہے اور نور بھی، لہٰذا جو اس روح سے خالی ہے وہ مردہ ہے اور جو اس نور سے محروم ہے وہ ظلمتوں میں ہے۔

المعاندون کالانعام

قال اللہ تعالیٰ :

أَمْ تَحْسَبُ أَنَّ أَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُونَ أَوْ يَعْقِلُونَ ۚ إِنْ هُمْ إِلَّا كَالْأَنْعَامِ ۖ بَلْ هُمْ أَضَلُّ سَبِيلًا ﴿۴۴﴾

(سورۃ الفرقان:۴۴)

ترجمہ : یا تمہارا خیال یہ ہے کہ ان میں سے اکثر لوگ سنتے یا سمجھتے ہیں؟ نہیں! ان کی مثال تو بس چار پاؤں کے جانوروں کی سی ہے، بلکہ یہ اُن سے زیادہ راہ سے بھٹکے ہوئے ہیں۔

تشریح : اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی اکثریت کو چوپاؤں اور جانوروں سے تشبیہ دی ہے وہ وجہ شبہ یہ ہے کہ دونوں عدم قبول ہدایت اور عدم اتباع میں مساوی ہیں اور پھر ان کی اکثریت کو جانوروں سے بھی زیادہ گمراہ کہا "بل هم أضلّ سبيلاً" اس لیے کہ چوپاؤں کو چرواہا سیدھے رستے کی طرف ہنکاتا ہے تو وہ راہِ راست پر چلنے لگتے ہیں، اور اس سے دائیں بائیں نہیں ہٹتے، جبکہ انسانوں کو انبیاء و رسل نے سیدھی راہ اور ہدایت کی دعوت بھی دی لیکن انھوں نے سیدھا رستہ اختیار نہ کیا، نیز جانور اپنے لیے مضر نباتات اور ضرر رساں رستہ کو پہچانتے اور امتیاز کر سکتے ہیں اور اس بناء پر نافع کو

اختیار اور مضر سے اجتناب کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے انھیں عقل نہیں دی اور نہ ہی بولنے کے لیے زبان دی ہے، جبکہ اکثر انسان ان تمام چیزوں سے بہرور ہونے کے باوجود غلط اور صحیح میں امتیاز نہیں کرتے باوجودیکہ انہیں غلط و صحیح کی نشاندہی بھی کر دی گئی ہے تو یہ لوگ جانوروں سے بھی گئے گزرے ہوئے ہیں کہ جانور انسانی خصوصیات سے بہرور ہیں لیکن انسان کی اکثریت باوجود انکے ہونے کے ان سے استفادہ سے محروم ہے۔

اولیاء المشرکین اولیاءً کاتخاذ العنکبوت بیتاً

قال اللہ تعالیٰ:

مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ۚ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا ۭ وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝

(سورۃ العنکبوت:۴۱)

ترجمہ : جن لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر دوسرے رکھوالے بنا رکھے ہیں، ان کی مثال مکڑی کی سی ہے جس نے کوئی گھر بنالیا ہو۔ اور کھلی بات ہے کہ تمام گھروں میں سب سے کمزور گھر مکڑی کا ہوتا ہے۔ کاش کہ یہ لوگ جانتے!۔

تشریح : اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ مشرکین خود بھی کمزور اور عاجز ہیں (اخروی اعتبار سے) اور پھر جنہیں انھوں نے اپنا معبود بنایا ہے وہ ان سے بھی زیادہ کمزور اور عاجز ہیں کہ اپنی مدد پر بھی قادر نہیں ان کی مدد خاک کریں گے؟؟؟ ان کا

ان عاجزوں کو اپنا معبود بنانا ایسا ہی ہے جیسے کوئی مکڑی پناہ کے لیے جالا تنے ، جو تمام مساکن میں سب سے زیادہ کمزور ہوتا ہے ، یہاں اعتراض ہوتا ہے کہ مشرکین تو یہ جانتے تھے کہ مکڑی کا گھر سب سے زیادہ کمزور ہوتا ہے تو پھر "لو کانوا یعلمون " کہہ کران سے علم کی نفی کیوں کی گئی ؟ تو اس کا جواب یہ ہیکہ یہاں اس چیز کی نفی نہیں کی کہ انہیں اس کی کمزوری کا علم نہیں تھا بلکہ اس چیز کی نفی ہے کہ اللہ کو چھوڑ کر معبودان باطلہ کو اپنا معبود بنانا اس مکڑی کی طرح ہے جو اپنی پناہ کے لیے کمزور سا گھر بنا لیتی ہے کاش وہ جانتے کہ ان کا یہ فعل بھی اس مکڑی کے فعل ہی کی طرح ہے تو وہ کبھی ایسا نہ کرتے۔

۞۞۞

مثل العبد المشترک

قال اللہ تعالیٰ:

ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ؕ هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَآءَ فِيْ مَا رَزَقْنٰكُمْ فَاَنْتُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ تَخَافُوْنَهُمْ كَخِيْفَتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝

(سورۃ الروم:۲۸)

ترجمہ : وہ تمہیں خود تمہارے اندر سے ایک مثال دیتا ہے۔ہم نے جو رزق تمہیں دیا ہے، کیا تمہارے غلاموں میں سے کوئی اُس میں تمہارا شریک ہے کہ اُس رزق میں تمہارا درجہ اُن کے برابر ہو (اور) تم غلاموں سے ویسے ہی ڈرتے ہو جیسے آپس میں ایک دوسرے سے ڈرتے ہو؟ ہم اسی طرح دلائل اُن لوگوں کے لیے کھول کھول کر بیان کرتے ہیں جو عقل سے کام لیں۔

تشــریح: یہ قیاسی دلیل ہے یہ ایسی حقیقت ہے جسے مشرکین خود اپنے دلوں میں تسلیم کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: کہ کیا تم اس بات پر راضی ہو کہ تمہارے غلام تمہارے اموال واملاک میں تمہارے شریک بن جائیں اور تم حقیقی شرکاء کی طرح ان سے بھی خوفزدہ رہو کہ کہیں وہ تقسیم کا مطالبہ نہ کر بیٹھیں یا اپنا حصہ وصول نہ کرلیں، ہرگز نہیں! پر جب تم اپنے حق میں ان غلاموں کو شریک بنانے پر رضامند نہیں ہو، حالانکہ یہ ممکن ہے، کیونکہ وہ بھی تمہاری طرح میرے بندے اور تمہارے بھائی ہی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے تمہارے ماتحت بنایا ہے، تو تم کیسے اللہ تعالیٰ کے لیے ان بندوں میں سے میرا شریک ٹھہراتے ہو، جبکہ وہ میرے بندے، میرے مملوک اور میری مخلوق ہیں تو ان کی میرے ساتھ نسبت کیا ہے کہ یہاں تم شریک بنا بیٹھے اور اپنے حق میں باوجود اشتراکِ اوصاف کے تم اس کو تسلیم نہیں کرتے ''کذلک نفصل الآیات لقوم یّتفکرون'' اگر ادنیٰ عقل وشعور بھی ہو تو انسان اس بات کو بخوبی سمجھ سکتا ہے!!

مثل المشرک والموحد کعبد لجماعة وآخر لواحد

قال اللہ تعالیٰ:

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِيْهِ شُرَكَآءُ مُتَشٰكِسُوْنَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ ؕ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۚ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

(سورۃ الزمر:۲۹)

ترجمہ: اللہ نے ایک مثال یہ دی ہے کہ ایک (غلام) شخص ہے جس کی ملکیت میں کئی لوگ شریک ہیں جن کے درمیان آپس میں کھینچ تان بھی ہے، اور دوسرا

(غلام) شخص وہ ہے جو پورے کا پورا ایک ہی آدمی کی ملکیت ہے۔ کیا ان دونوں کی حالت ایک جیسی ہوسکتی ہے؟ الحمدللہ! (اس مثال سے بات بالکل واضح ہوگئی) لیکن ان میں سے اکثر لوگ سمجھتے نہیں۔

تشریح : یہ مثال مشرک اور موحد کی بیان کی گئی ہے کہ مشرک نے کئی سارے معبود بنا رکھے ہیں تو اسکی مثال اس غلام کی سی ہے جو کئی لوگوں کا مملوک ہو تو اسکے لیے ان سب کی خدمت کرنا بھی ناممکن ہے، اور نہ ہی وہ ان کی رضا جوئی حاصل کرسکتا ہے، بلکہ اسے محض مشقت اور تھکن کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا، اور موحّد چونکہ صرف ایک ہی خدا کا پرستار ہے تو اسکی مثال اس غلام کی سی ہے جو صرف ایک مالک کا مملوک ہو وہ پوری طرح یکسو ہو کر اس کی صحیح خدمت بھی کرسکتا ہے اور مالک کے احسان اور کفالت سے بھی بھرپور طور پر بہرور ہوسکتا ہے تو کیا ان دونوں غلاموں کو تم برابر قرار دے سکتے ہو۔؟؟

۞۞۞

مثال لاصحاب محمد ﷺ

قال اللہ تعالیٰ:

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِينَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۖ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ۚ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۖ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۚ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ۚ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۲۹﴾

(سورۃ الفتح: ۲۹)

ترجمہ : محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں، اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں، وہ کافروں کے مقابلے میں سخت ہیں، (اور) آپس میں ایک دوسرے کے لیے رحم دِل ہیں۔ تم انھیں دیکھو گے کہ کبھی رکوع میں ہیں، کبھی سجدے میں، (غرض) اللہ کے فضل اور خوشنودی کی تلاش میں لگے ہوئے ہیں، ان کی علامتیں سجدے کے اثر سے ان کے چہروں پر نمایاں ہیں۔ یہ ہیں اُن کے وہ اوصاف جو تورات میں مذکور ہیں۔ اور انجیل میں ان کی مثال یہ ہے کہ جیسے ایک کھیتی ہو جس نے اپنی کونپل نکالی، پھر اس کو مضبوط کیا، پھر وہ موٹی ہوگئی، پھر اپنے تنے پر اس طرح سیدھی کھڑی ہوگئی کہ کاشتکار اس سے خوش ہوتے ہیں، تاکہ اللہ ان (کی اس ترقی) سے کافروں کا دِل جلائے۔ یہ لوگ جو ایمان لائے ہیں، اور انھوں نے نیک عمل کیے ہیں، اللہ نے ان سے مغفرت اور زبردست ثواب کا وعدہ کرلیا ہے۔ (آسان ترجمہ قرآن از مفتی محمد تقی عثمانی)

تشریح:

محمد رسول اللہ اور جو لوگ اس کے ساتھ ہیں کفار پر سخت ہیں (یعنی کافروں کے مقابلہ میں سخت مضبوط اور قوی ہیں جس سے کافروں پر رعب پڑتا اور کفر سے نفرت و بیزاری کا اظہار ہوتا ہے۔)

قال اللہ تعالی: "ولیجدوا فیکم غلظة" (التوبۃ)

وقال تعالی: "واغلظ علیھم" (التوبۃ)

وقال تعالی: "اذلة علی المومنین اعزة علی الکافرین" (سورۃ المائدہ)

حضرت شاہ صاحب ؒ لکھتے ہیں: "جو تندی اور نرمی اپنی خو ہو وہ سب جگہ برابر چلے اور جو ایمان سے سنور کر آئے وہ تندی اپنی جگہ اور نرمی اپنی جگہ علماء نے لکھا ہے کہ کسی

کافر کے ساتھ احسان اور حسن سلوک سے پیش آنا اگر مصلحت شرعی ہو تو کچھ مضائقہ نہیں مگر دین کے معاملے میں وہ تم کو ڈھیلا نہ سمجھیں۔

"رحماء بینھم" آپس میں نرم دل یعنی اپنے بھائیوں کے ہمدرد اور مہربان ان کے سامنے عاجزی کرنے والے اور تواضع وانکساری سے پیش آنے والے حدیبیہ میں صحابہؓ کی یہ دونوں شانیں چمک رہی تھیں" اشداء علی الکفار" اور "رحماء بینھم"

"تراھم رکعا سجدا" صحابہ کرام کے صفات حسنہ یعنی نمازیں کثرت سے پڑھتے ہیں جب دیکھو رکوع سجود میں پڑے ہوئے اللہ کے سامنے نہایت اخلاص کے ساتھ وظیفہ عبودیت ادا کر رہے ہیں ریا ونمود کا شائبہ نہیں بس اللہ کے فضل اور اس کی خوشنودی کی تلاش ہے۔

"سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود" یعنی نمازوں کی پابندی خصوصاً تہجد کی نماز سے ان کے چہرے پر خاص قسم کی رونق ہے گویا خشیت وخشوع حسن نیت اور اخلاص کی شعاعیں باطن سے پھوٹ کر ظاہر کو روشن کر رہی ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابؓ اپنے چہروں کے نور اور متقیانہ چال ڈھال سے لوگوں میں پہچانے جاتے تھے۔

"ذلک مثلھم فی التوراۃ ومثلھم فی الانجیل" صحابہ کرام کا پچھلی کتابوں میں تذکرہ یعنی پہلی کتابوں میں خاتم الانبیاء کے ساتھیوں کی ایسی ہی شان بیان کی گئی تھی چنانچہ بہت سے غیر متعصب اہل کتاب ان کے چہرے اور طور وطریق دیکھ کر بول اٹھتے تھے واللہ یہ تو مسیح کے حواری معلوم ہوتے ہیں۔

اگر" فی التوراۃ" پر وقف کیا جائے اور" مثلھم فی الانجیل "کو کلام مستانف بنایا جائے تو کزرع ......الخ والی مثال انجیل میں بیان کردہ ہوگی جبکہ عدم وقف کی صورت میں سابقہ مثال توراۃ وانجیل دونوں کی اور اگلی قرآن کی ہوگی۔

"کزرع اخرج شطئه" " کھیتی کی مثال اور صحابہؓ "حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں: یعنی اول اس دین پر ایک آدمی تھا پھر دو ہوئے پھر آہستہ آہستہ قوت بڑھتی گئی حضرت کے وقت میں پھر خلفاء راشدینؓ کے عہد میں بعض علماء کہتے ہیں کہ" اخرج شطئه "میں عہد صدیقی" فاٰزَرَہ "میں عہد فاروقی" فاستغلظ "عہد عثمانی اور" فاستوی علی سوقه " عہد مرتضوی کی طرف اشارہ ہے، جیسا کہ بعض دوسرے بزرگوں نے" والذین معه اشداء علی الکفار رحماء بینهم تراهم رکعا سجدا "کو علی الترتیب خلفائے اربعہ پر تقسیم کیا ہے مگر صحیح یہ ہے کہ یہ آیت تمام صحابہؓ کی بہیأت مجموعی مدح و منقبت پر مشتمل ہے خصوصاً اصحابؓ بیعۃ الرضوان کی جن کا ذکر آغاز سورۃ سے برابر چلا آرہا ہے۔

"لیغیظ بهم الکفار" صحابہؓ سے حسد رکھنے والے: یعنی اسلامی کھیتی کی یہ تازگی اور رونق و بہار دیکھ کر کافروں کے دِل غیظ و حسد سے جلتے ہیں اس آیت سے بعض علماء نے یہ نکالا یہ صحابہؓ سے جلنے والا کافر ہے۔

"وعد الله الذین اٰمنوا "مؤمنین سے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ: حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں: یہ وعدہ دیا ان کو جو ایمان والے ہیں اور بھلے کام کرتے ہیں حضرت کے سب اصحاب ایسے ہی تھے۔ (ملخصاً تفسیر عثمانی ۵۸۴/۲)

استاذ محترم شیخ الاسلام مفتی تقی عثمانی ادام اللہ فیوضہم لکھتے ہیں:

اگر چہ تورات میں بہت سی تبدیلیاں ہو چکی ہیں، لیکن بائبل کے جن صحیفوں کو آج کل یہودی اور عیسائی مذہب میں "تورات" کہا جاتا ہے، ان میں سے ایک یعنی استثناء ۳۳: ۲-۳ میں ایک عبارت ہے جس کے بارے میں احتمال ہے کہ شاید قرآن کریم نے اس کی طرف اشارہ فرمایا ہو۔ وہ عبارت یہ ہے:

”خداوند سینا سے آیا، اور شعیر سے ان پر آشکارا ہوا، وہ کوہ فاران سے
جلوہ گر ہوا اور وہ دس ہزار قدسیوں میں سے آیا اس کے دائیں ہاتھ پر
ان کے لیے آتشیں شریعت تھی وہ بے شک قوموں سے محبت رکھتا
ہے اس کے سب مقدس لوگ تیرے ہاتھ میں ہے اور وہ تیرے
قدموں میں بیٹھے ایک ایک تیری باتوں سے مستفیض ہوگا۔“

(استثناء:۳۳:۲-۳)

واضح رہے کہ یہ حضرت موسیٰ کے آخری خطبہ ہے جس میں یہ فرمایا جا رہا ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ کی وحی کوہ سینا پر اتری۔ جس سے مراد توراۃ ہیں، پھر کوہ شعیر پر اترے گی جسے آج جبل الخلیل کہتے ہیں اور حضرت عیسیٰ کی تبلیغ کا مرکز تھا پھر فرمایا گیا ہے کہ تیسری وحی کوہ فاران پر اترے گی جس سے مراد قرآن کریم ہے کیونکہ فاران اس پہاڑ کا نام ہے جس پر غار حرا واقع ہے اور اسی میں حضور اقدس ﷺ پر پہلی وحی نازل ہوئی فتح مکہ کے موقع پر آنحضرت ﷺ کے صحابہؓ کی تعداد دس ہزار تھی۔ لہٰذا ”دس ہزار قدسیوں میں سے آیا“ سے ان صحابہؓ کی طرف اشارہ ہے۔

(واضح رہے کہ قدیم نسخوں میں دس ہزار کا لفظ ہے اب بعض نسخوں میں اسے لاکھوں سے تبدیل کر دیا گیا ہے) نیز قرآن کریم فرماتا ہے کہ یہ صحابہ کرامؓ کافروں کے مقابلے میں سخت ہیں استثناء کے مذکورہ عبارت میں ہے کہ اس کے دائیں ہاتھ پر ان کے لیے آتشیں شریعت تھی قرآن کریم میں ہے کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کے لیے رحمدل ہیں اور استثناء کے مذکورہ عبارت میں ہے کہ وہ بے شک قوموں سے محبت رکھتا ہے اس لیے یہ بات دور از قیاس نہیں ہے کہ قرآن کریم نے اس عبارت کا حوالہ دیا ہو تو وہ تبدیل ہوتے ہوتے موجودہ استثناء کی عبارت کی شکل میں رہ گئی ہو۔

انجیل مرقس میں بالکل یہی تشبیہ ان الفاظ میں مذکور ہے خدا کی بادشاہی ایسی ہے جیسے کوئی آدمی زمین میں بیج ڈالے اور رات کو سوئے اور دن کو جاگے اور وہ بیج اس طرح اُگے اور بڑھے کہ وہ نہ جانے زمین آپ سے آپ پھل لاتی ہے، پہلے پتی، پھر بالیں، پھر بالوں میں تیار دانے پھر جب اناج پک چکا تو وہ فی الفور درانتی لگاتا ہے کیونکہ کاٹنے کا وقت آپہنچا۔ (مرقس ۴:۲۶تا۲۹)

یہی تشبیہ انجیل لوقا (۱۳-۱۸-۱۹) اور انجیل متی (۱۳-۳۱) میں بھی موجود ہے۔

(توضیح القرآن ۳/۱۵۷۶)

المغتاب آكل لحم أخيه

قال الله تعالیٰ:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ ﴿١٢﴾

(سورۃ الحجرات:۱۲)

ترجمہ: اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو، بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔ اور کسی کی ٹوہ میں نہ لگو، اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو۔ کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرے گا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے؟ اس سے تو خود تم نفرت کرتے ہو! اور اللہ سے ڈرو۔ بیشک اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا بہت مہربان ہے۔

تشریح: اس مثال میں غیبت کرنیوالے کو مردہ بھائی کے گوشت کھانے

والے کے مشابہ قرار دیا گیا کہ جیسے مردہ بدن سے روح نکل جانے کے بعد کوئی اسکا گوشت ٹکڑے ٹکڑے کر کے کھائے اسی طرح وہ شخص بھی ہے کہ جسکی غیبت کی جارہی ہو اور وہ موجود نہ ہو کہ دونوں ہی اپنے دفاع سے عاجز ہیں پھر اخوت کا مقتضی تراحم وتناصر ہے اور مغتاب اس کے برعکس اسکی مذمت وعیب جوئی کرتا ہے تو اسکا یہ فعل مردہ بھائی کے گوشت کے ٹکڑے کرنے کے مترادف ہے اور چونکہ اخوت اس کی حفاظت و صیانت کا تقاضا کرتی ہے اور غیبت خور اس کے برعکس خود اس کی عزت تار تار کرتا ہے تو اس کا یہ فعل ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے بعد گوشت کھانے کے مترادف ہے پھر یہ کہ اسے اپنے اس فعل پر شرمندگی بھی نہیں بلکہ اسکا مرغوب مشغلہ ہے تو اسے اس مردہ بھائی کے گوشت کھانے کو مرغوب سمجھنے کے مترادف قرار دیا، قال: ''أیحب أحدکم أن یأکل لحم أخیه میتا ''تو یہاں ان تمام معانی ومعقول کو محسوس سے تشبیہ دی گئی ہے ، پھر ''فکرھتموہ ''فرما کر انسان کے اپنے مردہ بھائی کے گوشت کھانے کو خود اسکے نزدیک طبعاً مکروہ وناپسندیدہ بتایا تو اسی طرح فطرت سلیمہ، عقل اور حکمت بھی اپنے بھائی کی غیبت کرنے کو مکروہ (طبعاً اور حرام شرعاً) سمجھتی ہے۔

❀❀❀

الحمار یحمل اسفارًا

قال اللہ تعالیٰ :

مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ؕ بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝

(سورۃ الجمعۃ:۵)

ترجمہ : جن لوگوں پر تورات کا بوجھ ڈالا گیا، پھرانہوں نے اُس کا بوجھ نہیں اٹھایا، ان کی مثال اُس گدھے کی سی ہے جو بہت سی کتابیں لادے ہوئے ہو۔ بہت بری مثال ہے اُن کی جنہوں نے اللہ کی آیتوں کو جھٹلایا، اور اللہ ایسے ظالموں کو ہدایت تک نہیں پہنچاتا۔

تشریح: اس مثال میں تشبیہ نفع سے محرومی کے لحاظ سے ہے، وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو جسے اللہ نے اپنی کتاب سے نوازا تاکہ وہ اس پر ایمان لائے اور اس میں تدبر کرے اور پھر اسکے مطابق خود بھی عمل کرے اور دوسروں کو بھی دعوت دے، لیکن اس نے اسکے خلاف کیا کہ محض اسکا علم حاصل کرلیا، اور بغیر تدبیر وفہم کے اسکی تلاوت کرتا رہا، نہ اسکی پیروی کی اور نہ اسکے مطابق عمل کیا تو یہ شخص اس گدھے کی مانند ہے جو اپنی کمر پر کتابوں کا بوجھ لادے ہوئے ہو اور اسے کچھ معلوم نہ ہو کہ ان کتابوں میں کیا ہے، اسی طرح کتاب اللہ کے متعلق اس شخص کا بھی یہی حال ہے۔

یہ مثال اگرچہ اصلاً یہود کے متعلق نازل ہوئی ہے لیکن اپنے معنی کے اعتبار سے عام ہے۔

امرأة نوح وامرأة لوط مثلين للكافرين

قال اللہ تعالیٰ:

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ ؕ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا وَّقِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ۝

(سورۃ التحریم:۱۰)

ترجمہ: جن لوگوں نے کفر اختیار کیا ہے، اللہ اُن کے لئے نوح (علیہ السلام) کی بیوی اور لوط (علیہ السلام) کی بیوی کو مثال کے طور پر پیش کرتا ہے۔ یہ دونوں ہمارے ایسے بندوں کے نکاح میں تھیں جو بہت نیک تھے۔ پھر انہوں نے ان کے ساتھ بے وفائی کی، تو وہ دونوں اللہ کے مقابلے میں اُن کے کچھ بھی کام نہیں آئے اور (اُن بیویوں سے) کہا گیا کہ: دوسرے جانے والوں کے ساتھ تم بھی جہنم میں جاؤ۔

تشریح: اس آیت میں اور بعد والی آیات میں تین مثالیں بیان کی گئی ہیں: ایک کافروں کے لیے اور دو مومنین کے لیے، پہلی مثال میں یہ بتایا گیا کہ ایمان کی عدم موجودگی میں کوئی رشتہ، قرابت یا نسب کام نہیں آتا، قیامت کے دن یہ تمام رشتے ماسوا تعلق ایمان وحب فی اللہ کے منقطع ہو جائیں گے جیسے نوح ولوط علیہما السلام کی بیویوں کا حال ہوا کہ زوجیت کا رشتہ ان کے کچھ کام نہ آیا، جبکہ وہ خود ایمان سے محروم رہیں۔ اس آیت میں ان لوگوں کی طمع اور امید پر ضرب لگائی گئی ہے، جو کسی نسب یا رشتہ کے بھروسے پر اپنی نجات کی امید لگائے بیٹھے ہیں اور اعمال سوء کا ارتکاب کر رہے ہیں، کما قال تعالیٰ:

"لن تنفعکم ارحامکم ولاأولادکم یوم القیٰمة یفصل بینکم

(سورۃ الممتحنہ:۳)

ترجمہ: قیامت کے دن نہ تمہاری رشتہ داریاں ہرگز تمہارے کام آئیں گی اور نہ تمہاری اولاد، اللہ تعالیٰ ہی تمہارے درمیان فیصلہ کرے گا۔

وقال تعالیٰ :یوم لاتملک نفس لنفس شیئاً والأمر یومئذللهO

(سورۃ الانفطار:۱۹)

ترجمہ: یہ وہ دن ہوگا جس میں کسی دوسرے کے لئے کچھ کرنا کسی کے بس میں نہیں ہوگا، اور تمام تر حکم اس دن اللہ ہی کا چلے گا۔

وقال تعالیٰ:"واتقوا یوماً لاتجزی نفس عن نفس شیئا"

(سورۃ البقرۃ:۴۸)

ترجمہ:اوراس دن سے ڈرو جس دن کوئی شخص بھی کسی کے کچھ کام نہیں آئے گا۔

وقال تعالیٰ:واخشوا یوماً لایجزی والد عن ولده ولا مولود هو جاز عن والده شیئا "

(سورۃ لقمان:۳۳)

ترجمہ: اے لوگو! اپنے پروردگار (کی ناراضگی) سے بچو، اور ڈرو اس دن سے جب کوئی باپ بیٹے کے کام نہیں آئے گا، اور نہ کسی بیٹے کی یہ مجال ہوگی کہ وہ اپنے باپ کے ذرا بھی کام آئے۔

"تحت عبدین" میں اس نکتہ کی طرف صاف اشارہ ہے کہ عورت شوہر کے ماتحت رہے گی۔ (تفسیر ماجدی:۱۱۲۴/۱۱)

مریم و امرأة فرعون مثالان للمؤمنين

قال الله تعالی:

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ ۘ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِیْ عِنْدَكَ بَیْتًا فِی الْجَنَّةِ وَنَجِّنِیْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ۝

(سورة التحریم ۱۱-۱۲)

ترجمہ : اور جن لوگوں نے ایمان اختیار کیا ہے، اُن کے لیے اللہ، فرعون کی بیوی کو مثال کے طور پر پیش کرتا ہے جب اُس نے کہا تھا کہ: ''میرے پروردگار! میرے لیے اپنے پاس جنت میں ایک گھر بنا دے، اور مجھے فرعون اور اُس کے عمل سے نجات دیدے، اور مجھے ظالم لوگوں سے بھی نجات عطا فرما۔'' عمران کی بیٹی مریم کو (مثال کے طور پر پیش کرتا ہے) جنہوں نے اپنی عصمت کی حفاظت کی، تو ہم نے اُس میں اپنی روح پھونک دی، اور انہوں نے اپنے پروردگار کی باتوں اور اس کی کتاب کی تصدیق کی، اور وہ طاعت شعار لوگوں میں شامل تھیں۔

تشریح : مومنین کے لیے بیان کردہ دو مثالوں میں سے پہلی مثال ''امرأة فرعون'' کی ہے اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ مومن کا اتصال کافر کیساتھ اسکی آخرت کے لیے مضر نہیں جبکہ وہ اسکے کفریہ اعمال سے کنارہ کش رہے اگرچہ دنیا میں بسا اوقات اس کا ضرر پہنچتا ہے کہ جب اہل دنیا پر اللہ کا عذاب آتا ہے تو وہ عام ہوتا ہے، لیکن قیامت کے دن وہ اپنے اپنے اعمال اور نیتوں پر اٹھیں گے، تو فرعون کی بیوی کا تعلق و اتصال فرعون کیساتھ باوجودیکہ وہ کافر عظیم تھا اسے کوئی ضرر نہ پہنچا سکا اور نوح و لوط علیہما السلام کی بیویوں کا ان کے ساتھ رشتہ باوجودیکہ وہ نبی تھے کسی کام نہ آسکا۔

اور مومنین کے لیے بیان کردہ دوسری مثال مریم علیہ السلام کی بیان کی گئی ہے کہ جن کا رشتہ ازدواج کسی سے نہ تھا نہ مومن سے نہ کافر سے، گویا یہاں تین قسم کی عورتوں کا ذکر ہے ایک وہ کافر عورت جس کا رشتہ مؤمن صالح کیساتھ ہے، دوسری وہ مومن عورت جس کا رشتہ کافر کے ساتھ ہے اور تیسری وہ مومن عورت جسکا رشتہ نہ مومن کیساتھ ہے نہ کافر کے ساتھ، تو ان میں سے پہلی کے حق میں یہ رشتہ واتصال آخرت میں کسی کام کا نہیں، اور دوسرے کے حق میں اس تعلق سے کوئی ضرر نہیں اور تیسری کے حق میں یہ عدم تعلق مضر نہیں چونکہ یہاں شان نزول ازواج مطہرات یعنی حضرت عائشہ وحفصہ رضی اللہ عنہما کی تنبیہ کے لیے ہے اس لیے ان مثالوں میں رشتہ ازدواج کو ذکر کیا گیا ہے ورنہ ہر رشتہ کا یہی حال ہے۔

نیز حضرت مریم کی مثال بیان کرنے سے ایک اور اشارہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان پر یہود کی تہمت نے اللہ کے ہاں ان کا مرتبہ کچھ بھی نہ گھٹایا اور نہ ہی ان کی آخرت کے لیے مضر ہوا اسی طرح نیک اور صالح انسان کو فساق وفجار کی تہمتیں بھی کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتیں، اور اگر یہ آیات واقعۂ افک کے بعد نازل ہوئیں تو اس میں حضرت عائشہؓ کے لیے تسلی ہے اور اگر واقعۂ افک سے پہلے نازل ہوئیں ہیں تو انہیں اس پر ذہنی وقلبی طور پر تیار کرنا مقصود ہے۔

تو ان آیات وامثال میں ازواج مطہرات کے لیے تخویف، تحذیر، طاعت وتوحید پر ترغیب، ایذاء دینے والوں اور جھوٹی تہمت لگانے والوں کے مقابلے میں تسلی اور تشجیع ان تمام معانی واغراض کو یہ آیات شامل ہیں۔

"ونجنی من فرعون وعمله" میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ہر بلا ومصیبت سے اپنی نجات دنیوی واخروی کے لیے حق تعالیٰ سے دعا ومناجات

کرتے رہنا سیرت صالحین میں سے ہے۔

وفیہ دلیل علی ان الاستعاذۃ باللہ والالتجاء الیہ ومسئلۃ الخلاص منہ عند المحن والنوازل من سیر الصالحین

(تفسیر مدارک)

الاعراض عن القرآن

قال اللہ تعالیٰ:

فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِينَ ۙ كَأَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنفِرَةٌ ۙ فَرَّتْ مِن قَسْوَرَةٍ ۝

(سورۃ المدثر:۴۹-۵۱)

ترجمہ : اب ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ یہ نصیحت کی بات سے منہ موڑے ہوئے ہیں؟ اس طرح جیسے وہ جنگلی گدھے ہوں۔ جو کسی شیر سے (ڈر کر) بھاگ پڑے ہوں۔

تشریح : اس مثال میں ان کافروں کو قرآن سے اعراض میں ان گدھوں سے تشبیہ دی ہے اور گدھے بھی وحشی جنگلی جو کمال بلادت کے لیے ضرب المثل ہیں، جو معمولی اور بالکل بے ضرر چیزوں سے بھی بدکتے اور بھاگتے رہتے ہیں اور پھر جب شیر سے بھاگیں گے تو انکی وحشت اور بدحواسی کا کیا ٹھکانہ؟

مقصود تشبیہ

تشبیہ سے مقصود قرآن مجید سے ان لوگوں کے انتہائی بعد و تنفر کا اظہار

ہے، گویا کہ یہ ان کی ہلاکت کا پیش خیمہ ہو۔ پھر گدھوں کے ساتھ تشبیہ میں ایک مزید نکتہ یہ بھی ہے کہ ہدایت وشریعت سے ناواقفیت و جہالت میں یہ گدھوں کی مانند بے عقل ہیں کہ وہ ہدایت جو انکے حق میں ابدی زندگی وسعادت کا پیغام لے کر آئی تھی اس سے اسطرح بھاگ کھڑے ہوئے گویا کہ وہ انکے حق میں ہلاکت وخسران ہو۔

۞۞۞

قرآن کریم کی امثال ومواعظ کے بے انتہا اسرار وحکم میں سے یہ چند ہی بیان کر پایا ہوں اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں

”وتلک الأمثال نضر بها للناس وما يعقلها الا العالمون٥

(سورۃ العنکبوت ۴۳)

الباب الثالث فى بيان
الوان القرآن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

رنگوں کی نعمت

اس خوبصورت سی دنیا میں کتنے ہی رنگ بکھرے ہیں۔ یہ کہیں پھولوں کی صورت میں نظر آتے ہیں، کہیں پتوں میں سے جھلکتے ہیں، کہیں یہ رنگ پرندے پھیلاتے ہیں، تو کہیں مچھلیاں بکھیر دیتی ہیں، کہیں شفق کی لال اور نارنجی رنگ ہمیں خوش کرتے ہیں، تو کہیں چاندکی روپہلی چاندنی ہمارا دل لبھا دیتی ہے۔

اللہ کی لاکھوں نعمتوں میں سے یہ بھی ایک نعمت ہیں ذرا سوچو! اگر یہ نہ ہوتے تو ہماری دنیا کتنی بے رنگ روکھی پھیکی ہوتی۔ جب دوسرے نعمتوں کا شکر ادا کرو تو ان رنگوں کو کبھی مت بھولنا۔

رنگوں کی اہمیت

کارخانہ حیات کی کوئی بھی چیز بے کار اور بے مقصد نہیں، یقیناً اسے خالق کائنات نے کسی نہ کسی حکمت و مصلحت سے وجود بخشا ہے، اور کوئی چیز ایسی نہیں جو رب العالمین کے حکم سے ہٹ کر خود اپنی مرضی یا طاقت سے موجودات کی صف میں آ کھڑی ہو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

"الا له الخلق والامر تبارک الله رب العالمین٥"

(سورۃ الاعراف:۵۴)

ترجمہ: یاد رکھو! کہ پیدا کرنا اور حکم دینا سب اُسی کا کام ہے۔ بڑی برکت والا ہے اللہ جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے!

اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"ذٰلکم الله ربکم لااله الا هو خالق کل شیئ فاعبدوه"

(سورۃ الانعام ۱۰۲)

ترجمہ: وہ ہے اللہ جو تمہارے پالنے والا ہے! اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ ہر چیز کا خالق ہے۔ لہٰذا اس کی عبادت کرو۔

اسی طرح ارشاد ربانی ہے "وخلق کل شیئ فقدره تقدیرا"

(سورۃ الفرقان:۲)

ترجمہ: اور جس نے ہر چیز کو پیدا کر کے اس کو ایک نپا تلا انداز عطا کیا ہے۔

اسی طرح خالق کائنات ارشاد فرماتے ہیں:

"الذی احسن کل شیٔ خلقه وبدأ خلق الانسان من طین"

(سورۃ السجدۃ:۷)

ترجمہ: اس نے جو چیز بھی پیدا کی، اسے خوب بنایا۔ اور انسان کی تخلیق کی ابتداء گارے سے کی۔

یوں تو کل کائنات کی ہر چیز خالق کل جہاں کی نشانی قدرت اور اس کی وحدانیت کی دلیل ہے۔

لیکن قدرت کی نشانیاں اور وحدانیت کے دلائل انہی لوگوں کے لئے رہنما ثابت ہوتے ہیں، جو ان موجودات کی تخلیق میں غور و فکر کرتے ہیں، اور مناظر قدرت سے اللہ رب العلمین کی معرفت کے حصول کے لئے کوشاں رہتے ہیں۔ ارشاد ربانی ہے:

"الذین یذکرون الله قیاما وقعودا وعلی جنوبهم یتفکرون فی خلق السموٰت والارض ربنا ماخلقت هذا باطلا سبحانک فقنا عذاب النار○"

(سورۃ آل عمران:۱۹۱)

ترجمہ: جو اٹھتے بیٹھتے اور لیٹتے ہوئے (ہر حال میں) اللہ کو یاد کرتے ہیں، اور آسمانوں اور زمین کی تخلیق پر غور کرتے ہیں (اور انہیں دیکھ کر بول اٹھتے ہیں کہ) اے ہمارے پروردگار! آپ نے یہ سب کچھ بے مقصد پیدا نہیں کیا۔ آپ پاک ہیں، پس ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا لیجئے۔

الغرض اس دنیا کی ہر ہر چیز انسانوں کو دعوت فکر دے رہی ہے، اور اس دعوت کو قبول کرنے کے لیے اللہ رب العزت نے انسان کو عقل سلیم جیسی عظیم نعمت سے نوازا

ہے جس کو کام میں لا کر ہی حقیقی علم اور صحیح راستہ مل سکتا ہے، اشیاء اور موجودات میں غور کرتے ہوئے ہمیں جس طرح عقل کی ضرورت ہوتی ہے کہ اس کے بغیر غور و فکر کا تصور ممکن نہیں ہوتا، بالکل اسی طرح انسان کو اللہ تعالیٰ نے حواس ظاہرہ عطاء فرمائی ہیں، جو انسانی عقل کو پیغامات بھیجتے ہیں اور خود عقل انسانی موجودات کی حقیقت جاننے میں بسا اوقات انہی حواس کا محتاج رہتی ہے۔ آنکھوں سے دیکھ کر، منہ سے چکھ کر، کانوں سے سن کر، اور ناک سے سونگھ کر، عقل کا فیصلہ کرنا تو ایک واضح سی بات ہے۔

پس انسانی عقل ان کارندوں سے مدد لیکر اشیاء کی حقیقت معلوم کرتی ہے، جس کی وجہ سے انسان پر اس کے خالق کی معرفت کا ادراک آسان اور سہل ہو جاتا ہے، یوں اس پر معرفت کے دروازے کھلتے چلے جاتے ہیں، اور باری تعالیٰ کی وحدانیت کا ادراک مشکل نہیں رہتا ہے۔

دنیا کے موجودات میں سے جن چیزوں کو ہم دیکھتے ہیں، ظاہر ہے کہ دیکھنے کا عمل آنکھوں ہی سے ممکن ہے، آنکھ دیکھ کر عقل کو پیغام بھیجتی ہے، تو عقل اس پیغام کے بعد اس پر فیصلہ صادر کر دیتی ہے۔ تو اصل کام آنکھ سے انجام ہوا، جس پر عقل کا فیصلہ موقوف ہے۔

لیکن ٹھہریئے! ہم آپ کو بتاتے ہیں یہاں ایک اور اہم چیز ہے، جس کے بغیر درست آنکھ اور درست عقل بھی کام نہیں کر سکتی۔۔ وہ کیا چیز ہے؟ وہ ہے رنگ کہ جب تک دیکھی جانے والی شئے اپنے ماحول اور اردگرد کی چیزوں سے رنگوں کے ذریعے ممتاز نہ ہوگی، تو آنکھ اس کو نمایاں حیثیت نہ دے پائے گی۔ تو گویا اس سارے معاملے میں عقل کا احتیاج آنکھ کی طرف اور آنکھ کا احتیاج رنگ کی طرف ہے، ثابت ہوا کہ آنکھ اشیاء میں تمیز کرتے ہوئے یا انہیں پڑھتے ہوئے رنگ کا سہارا لیتی ہے۔

آنکھوں کا فیصلہ بلاشبہ رنگوں کی مرہون منت ہے۔ رنگ ہی تو ہے جس نے پھولوں اور پھلوں کی سبزہ وشادابی اور ہریالی سے بھرپور باغستان کو، دلکش دلچسپ اور خوبصورت کہنے پر دنیا کو مجبور کیا۔ اور اگر یہ رنگ نہ ہوتے تو کوٹھڑی کو اندھیرے اور گھپ اندھیرے یا کالے رنگ یا بالکل کچھ نہ دکھائی دینے کا نام دیا جاتا، لیکن درحقیقت یہ تعبیر بھی تو رنگوں کے سہارے سے ہی ممکن ہوئی کیونکہ کالا بھی تو ایک رنگ ہی ہے؟؟

رنگ دیکھنے میں تو ایک ہلکا سا لفظ ہے لیکن قدرت کے مناظر میں اس کا بڑا دخل ہے۔ اور فوائد بھی بے شمار، یہ صرف دیکھنے والی آنکھ کا ہی معاون نہیں بلکہ بسا اوقات آنکھ سے چھپنے کا ذریعہ بھی ہوتا ہے۔ اس طرح مختلف حالات اور مواقع پر علامات کا کام بھی ان رنگوں سے لیا جاتا ہے۔ رنگ کا وجود نہ ہوتا تو دیکھی جانے والی ساری دنیا ہمیں پھیکی معلوم ہوتی، ہم خوبصورت اور بدصورت مناسب اور نامناسب چیزوں میں تمیز نہ کر پاتے، اور کسی جگہ کی ساری چیزیں ہم پر مشتبہ ہو جاتیں۔ رنگوں ہی کی بدولت رب لم یزل کی کائنات میں، اس کی قدرت کی نشانیوں میں غور کرنا آسان ہوا۔ باغات ہو یا پہاڑ، دریا ہو یا کھیت، پھولوں کی رنگینی ہو، یا پھلوں کی خوشنمائی، صبح سحر کی سفیدی ہو، یا تاریک رات کا گھپ اندھیرا، قوس قزح میں رنگوں کا معانقہ آرائی ہو، یا جگمگاتے ہوئے ستاروں سے بھرے ہوئے آسمان کا حسین منظر، سب ہی کو تو خالق کائنات نے فطری رنگوں سے آراستہ کیا۔

قرآن کریم میں جابجا اس کا تذکرہ ہے اور رب لم یزل نے جنت کی شادابیوں اور تازگیوں کو بھی خوبصورت رنگوں سے بیان فرمایا۔

اب یہ کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے مختلف رنگوں کو مختلف مواقع میں کن

معانی کیلئے استعمال فرمایا ہے۔ یہ ایک دلچسپ موضوع ہے۔

اور اس سے تحقیقی کام آگے بڑھنے میں بھی مدد ملے گی، ساتھ ہی ان فطری رنگوں کے حسین مناظر سے اللہ تعالیٰ کی معرفت تک رسائی بھی ہوگی، اور یہی تو زندگی کا مقصود ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہ رنگ بھی زمین پر اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہیں۔ اگر کوئی چاہے تو ان میں غور وفکر کر کے اللہ تعالیٰ تک رسائی حاصل کر سکتا ہے، اور نہ چاہے تو اس رنگین دنیا کی رنگینیوں میں پھنس کر خالق کائنات کی معرفت کھو بیٹھے گا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: "ان فی خلق السمٰوٰت والارض واختلاف الليل والنهار لأيات لاولی الالباب"

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں ان تمام چیزوں میں غور وفکر کی توفیق عطاء فرمائے اور اپنی معرفت کا ذریعہ بنائے۔ آمین یارب العالمین بجاه سيد الانبياء والمرسلين وعلیٰ اٰله وصحبه اجمعين ومن تبعهم باحسان الی يوم الدين۔

ابو عبدالباسط عبدالمتین بن محسن گل عفا اللہ عنہما
جامعہ انوار العلوم مہران ٹاؤن کورنگی کراچی

بسم الله الرحمن الرحیم

والحمد لله رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین وعلی الہ واصحابہ اجمعین اما بعد!

قرآن مجید میں استعمال ہونے والے رنگوں کی تعداد آٹھ ہے۔

۱...... اللون الاصفر	زرد رنگ
۲...... اللون الابیض	سفید رنگ
۳...... اللون الاسود	کالا رنگ
۴...... اللون الاخضر	سبز رنگ
۵...... اللون الازرق	نیلا رنگ
۶...... اللون الاحمر	سرخ رنگ
۷...... اللون الوردی	گلابی رنگ
۸...... اللون الاخضر السود	گہرا سبز رنگ (جو شدت سبزہ سے سیاہ نظر آئے)

ہم حسب ترتیب ان میں سے ہر ایک کو تفصیلاً بیان کرتے ہیں۔

اور ہر رنگ کے استعمالات بھی بتاتے چلیں گے۔

۱...... کہ یہ رنگ قرآن مجید میں کتنی بار آیا؟

۲...... کتنی آیتوں میں اس کا ذکر ہے؟

۳...... اور کن معانی میں استعمال ہوا ہے؟

۱...... اللون الاصفر : (زرد رنگ)

یہ پہلا رنگ ہے جس کا تذکرہ قرآن مجید میں آیا ہے اور اس رنگ کا ذکر مجموعی

کے اعتبار سے پانچ مرتبہ پانچ آیتوں میں ہے

(۱) سورہ بقرہ آیت ۶۹ (۲) سورہ روم آیت ۵۱

(۳) سورہ زمر ۲۱ (۴) سورہ حدید ۲۰

(۵) سورہ مرسلات ۳۳

زرد رنگ کے استعمالات قرآن مجید میں:

۱ ...... ادخال السرور علی من ینظر الی ھذا اللون اذا کان فی الحیوان

یعنی دیکھنے والوں کی نگاہوں کو خیرہ کردے جبکہ یہ رنگ جانوروں میں پایا جائے۔

۲ ...... الافساد والدمار اذا کان فی الریح

نقصان فساد اور تباہی کے لیے جبکہ یہ ہوا میں ہو۔

۳ ...... الفناء والیبوسة والتھشم اذا کان فی الزروع

ختم ہونا، خشک ہو کر چورا چورا ہونا جب کہ یہ کھیتی وغیرہ میں استعمال ہو۔

استشھاد:

۱ ...... قالوا ادع لنا ربک یبین لنا مالونھا قال انه یقول انھا بقرة "صفراء" فاقع لونھا تسر الناظرین (سورۃ البقرہ ۶۹)

ترجمہ: کہنے لگے آپ اپنے رب سے درخواست کیجئے کہ ہمیں صاف صاف بتائے کہ اس کا رنگ کیسا ہو؟ موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا: اللہ فرماتا ہے کہ وہ ایسے تیز زرد رنگ کی گائے ہے جو دیکھنے والوں کا دل خوش کردے"۔

۲ ...... ولئن ارسلنا ریحا فراوہ "مصفرا" لظلوا من بعدہ یکفرون

(سورۃ الروم ۵۱)

ترجمہ: اور اگر ہم (نقصان دہ) ہوا چلادیں جس کے نتیجے میں وہ اپنے

کھیت کو پیلا پڑا ہوا دیکھیں تو اس کے بعد یہ ناشکری کرنا لگیں۔

فائدہ: قرآن کریم میں جہاں کہیں "ریاح" (ہوائیں) کا لفظ جمع کے صیغے میں آیا ہے، اس سے مراد فائدہ مند ہوائیں ہیں۔

اور جہاں "ریح" ہوا مفرد آئی ہے، وہاں اس سے مراد نقصان دہ ہوا ہے۔

۳...... **الم تر ان الله انزل من السماء ماء فسلكه ينابيع في الارض ثم يخرج به زرعا مختلفا الوانه ثم يهيج فتراه "مصفرا" ثم يجعله حطاما ان في ذلك لذكرى لاولي الالباب** (سورۃ الزمر)

ترجمہ: کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے آسمان سے پانی اتارا پھر اسے زمین کے سوتوں میں پرو دیا؟ پھر وہ اس پانی سے ایسی کھیتیاں وجود میں لاتا ہے جن کے رنگ مختلف ہیں، پھر وہ کھیتیاں سوکھ جاتی ہیں تو تم انہیں دیکھتے ہو کہ "پیلی" پڑ گئی ہیں، پھر وہ انہیں چورا چورا کر دیتا ہے۔ یقیناً ان باتوں میں ان لوگوں کے لئے بڑا سبق ہے جو عقل رکھتے ہیں۔

فائدہ: اس کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آسمان سے پانی (برف کی شکل میں) پہاڑوں پر برستا ہے، پھر وہاں سے پگھل کر دریاؤں اور ندیوں کی شکل اختیار کرتا ہے، اور زمین کے تہہ میں سوتوں تک پہنچ جاتا ہے۔ اور دوسرا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات کی تخلیق کے شروع میں پانی پیدا کیا، اور اسے آسمان سے اتار کر براہ راست زمین کے سوتوں تک پہنچا دیا (روح المعانی)

۴۔ **اعلموا انما الحيوة الدنيا لعب ولهو وزينة وتفاخر بينكم و تكاثر في الاموال والاولاد ، كمثل غيث اعجب الكفار نباته ثم يهيج فتراه مصفرا ثم يكون حطاما وفي الاخرة عذاب شديد ومغفرة من**

الله ورضوان وما الحيوة الدنيا الا متاع الغرور (سورۃ الحدید۲۰)

ترجمہ: خوب سمجھ لو کہ اس دنیا والی زندگی کی حقیقت بس یہ ہے کہ وہ نام ہے کھیل کود کا، ظاھری سجاوٹ کا، تمہارے ایک دوسرے پر فخر جتانے کا، اور مال اور اولاد میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کرنے کا۔ (دنیا کی زندگی کیا ہے؟ اس کی راحتیں اور نعمتیں دائی ہے اور نہ اس کی خوشحالی اور زندگی بلکہ) اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک بارش جس سے اگنے والی چیزیں کسانوں کو بہت اچھی لگتی ہیں، پھر یہ زور دکھاتی ہے، پھر تم اُس کو دیکھتے ہو کہ زرد پڑگئی، پھر وہ چورا چورا ہو جاتا ہے۔

اور آخرت میں (ایک تو) سخت عذاب ہے، اور دوسرے اللہ کی طرف سے بخشش ہے، اور خوشنودی اور دنیا والی زندگی دھوکے کے سامان کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔

فائدہ: یہاں اللہ تعالی نے ان دلچسپیوں کا ذکر فرمایا ہے جن سے انسان اپنی زندگی کے مختلف مرحلوں میں دل لگاتا ہے۔ بچپن میں ساری دلچسپی کھیل کود سے ہوتی، جوانی کے دور میں زیب زینت اور سجاوٹ کا شوق ہوتا ہے، اور اس زیب و زینت اور دنیا کے ساز و سامان میں ایک دوسرے کے سامنے اپنی برتری جتانے اور اس پر فخر کرنے کا ذوق ہوتا ہے پھر بڑھاپے میں مال اور اولاد میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کو ہی دلچسپی کا مرکز بنالیتا ہے، اور ہر مرحلے میں انسان جس چیز کو اپنی دلچسپی کی معراج سمجھتا ہے، اگلے مرحلے میں وہ بے حقیقت معلوم ہونے لگتی ہے، بلکہ بعض اوقات انسان اس پر ہنستا ہے کہ میں نے کس چیز کو اپنی زندگی کا حاصل سمجھا ہوا تھا۔ آخرت میں پہنچ کر انسان کو پتہ چلے گا کہ یہ ساری دلچسپیاں بے حقیقت تھیں، اور اصل حاصل کرنے کی چیز تو یہ آخرت کی خوش حالی تھی۔

علامہ خطیب شربینیؒ نے اس آیت کے تحت دنیا کی ناز و نعم کا خوب پول کھولا ہے

وہ لکھتے ہیں:

قال علی لعمار : لادخرن علی الدنیا فان الدنیا ستة اشیاء : ماکول ومشروب وملبوس ومشموم ومرکوب ومنکوح ، فاحسن طعامها العسل وهو بزقة ذبابة ، واکثر شربها الماء ویستوی فیه جمیع الحیوان ،وافضل ملبوسها الدیباج وهو نسج دودةوافضل مشمومها المسک وهو دم فارة ، وافضل المرکوب الفرس علی قتل الرجال ، واما المنکوح فهو النساء وهو مبال فی مبال وانه ان المرأة لتزین احسنها فیراد منها اقبحها اه. (تفسیر سراج المنیر ۲۲۱ج۴)

۵...... کانه جمالت صفر (سورۃ المرسلات ۳۳)

ترجمہ: ایسا لگے گا جیسے وہ زرد رنگ کے اونٹ ہوں۔

فائدہ: یہاں جہنم کی ہولناکی کا بیان ہے(اعاذنا اللہ منها وجمیع المسلین والمسلمات) کہ دوزخ کی آگ کی چنگاریاں اتنی بڑی ہوں گی جیسے عظیم الشان محل ہوتے ہیں جبکہ رنگ کے لحاظ سے وہ زرد یا کالے......الخ اس میں پہلی تشبیہ باعتبار جسم کے ہے اوردوسری باعتبار لون کے، یا پہلی باعتبار ابتدائی حالت کے ہے اوردوم آخری حالت کے اعتبار سے، وہ زرد رنگ کے اونٹوں جیسے ہوں گی۔

۲......اللون الابیض : (سفید رنگ)

یہ دوسرا رنگ ہے جس کا ذکر قرآن مجید میں بارہ مرتبہ بارہ آیتوں میں آیا ہے۔

۱...... احل لکم لیلة الصیام الرفث الی نسائکم هن لباس لکم وانتم لباس لهن علم الله انکم کنتم تختانون انفسکم فتاب علیکم وعفا عنکم فالان باشروهن وابتغوا ما کتب الله لکم وکلوا واشربوا حتی

یتبین لکم الخیط" الابیض" من الخیط الاسود من الفجر ثم اتموا الصیام الی اللیل ولا تباشروھن وانتم عاکفون فی المساجد تلک حدود اللہ فلا تقربوھا کذلک یبین اللہ آیاتہ للناس لعلھم یتقونo

(سورۃالبقرہ:۱۸۷)

۲...... یوم "تبیض" وجوہ وتسود وجوہ فاما الذین اسودت وجوھھم اکفرتم بعد ایمانکم فذوقوا العذاب بما کنتم تکفرونo (سورۃآل عمران:۱۵۶)

۳...... واما الذین" ابیضت" وجوھھم ففی رحمۃ اللّٰہ ھم فیھا خالدونo (سورۃآل عمران:۱۵۷)

۴...... ونزع یدہ فاذا ھی " بیضاء "للناظرین (سورۃاعراف:۱۵۸)

۵...... وتولی عنھم وقال یا اسفی علی یوسف " وابیضت " عیناہ من الحزن فھو کظیم (سورۃیوسف:۸۴)

۶...... واضمم یدک الی جناحک تخرج " بیضاء " من غیر سوء آیۃ اخری (سورۃطٰہ:۲۲)

۷...... ونزع یدہ فاذا ھی" بیضاء " للناظرین (سورۃشعراء:۳۳)

۸......وادخل یدک فی جیبک تخرج " بیضاء " من غیر سوء فی تسع آیات الی فرعون وقومہ انھم کانوا قوما فاسقین (سورۃ نحل:۱۲)

۹...... اسلک یدک فی جیبک تخرج " بیضاء " من غیر سوء واضمم الیک جناحک من الرھب فذانک برھانان من ربک الی فرعون وملائہ انھم کانوا قوما فاسقین (سورۃالقصص:۳۲)

۱۰...... الم تر ان اللہ انزل من السماء ماء فاخرجنا بہ ثمرات

مختلفا الوانها ومن الجبال جدد " بیض " وحمر مختلف الوانها وغرابیب سود (سورۃ فاطر:۲۷)

۱۱ ......"بیضاء" لذة لشاربین (سورۃ الصافات:۴۶)

۱۲ ...... کانهن " بیض " مکنون (سورۃ الصافات:۴۹)

سفید رنگ کے استعمالات قرآن مجید میں:

۱ ...... الضیاء والصباح واشراق الشمس اذا کان فی وقت الفجر
سفیدی سحر، اور سورج کی روشنی جب فجر کے وقت میں ہو۔

۲ ...... لون وجوہ اهل السعادة یوم القیامة
نیک بختوں کی چہروں کی چمک قیامت کے دن

۳ ...... بعض الامراض مثل ذهاب سواد العین عند الحزن الشدید
بعض امراض مثلاً شدت غم کی وجہ سے آنکھوں کا سواد ختم ہو جائے اور آنکھیں سفید رہ جائے

۴ ...... معجزة موسی علیه السلام ببیاض یده بدون مرض
موسیٰ علیہ السلام کا چمکتا ہوا سفید ہاتھ بطور معجزہ اور نشانی کے

۵ ...... لون بعض الجبال
بعض پہاڑوں کا رنگ

۶ ...... لون مشروبات اهل الجنة
جنتیوں کے مشروبات کا رنگ اور وہاں کی حوروں کی نظافت۔

استشہاد:

پہلے معنی پر سورہ بقرہ کی یہ آیت دال ہے

اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے:

واحل لکم لیلة الصیام الرفث الی نسائکم هن لباس لکم وانتم لباس

لهن علم الله انکم کنتم تختانون انفسکم فتاب علیکم وعفا عنکم فالان باشروهن وابتغوا ما کتب الله لکم وکلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط "الابیض" من الخیط الاسود من الفجر ثم اتموا الصیام الی اللیل ولا تباشروهن وانتم عاکفون فی المساجد تلک حدود الله فلا تقربوها کذلک یبین الله ایاته للناس لعلهم یتقون (سورۃ البقرہ ۱۸۷)

ترجمہ: تمہارے لیے حلال کردیا گیا ہے کہ روزوں کی رات میں تم اپنی بیویوں سے بے تکلف صحبت کرو۔ وہ تمہارے لیے لباس ہیں۔ اور تم ان کے لیے لباس ہو۔ اللہ کو علم تھا کہ تم اپنے آپ سے خیانت کررہے تھے، پھر اس نے تم پر عنایت کی اور تمہاری غلطی معاف فرمادی، چنانچہ اب تم ان سے صحبت کرلیا کرو اور جو کچھ اللہ نے تمہارے لیے لکھ رکھا ہے اسے طلب کرو،

اور اس وقت تک کھاؤ پیو جب تک صبح کی سفید دھاری سیاہ دھاری سے ممتاز ہو کر تم پر واضح (نہ) ہوجائے۔ اس کے بعد رات آنے تک روزے پورے کرو۔ اور ان (بیویوں) کے اس حالت میں مباشرت نہ کرو جب تم مسجدوں میں اعتکاف میں بیٹھے ہو۔

یہ اللہ کی (مقرر کی ہوئی) حدود ہیں، لہذا ان سے تجاوز نہ کرنا۔ اسی طرح اللہ اپنی نشانیاں لوگوں کے سامنے کھول کھول کر بیان کرتا ہے، تاکہ وہ تقوی اختیار کریں۔

فائدہ (۱):

شروع شروع میں حکم یہ تھا کہ اگر کوئی شخص روزہ افطار کرنے کے بعد تھوڑی دیر بھی سوجائے تو اس کے لیے رات کے وقت بھی نہ کھانا جائز ہوتا تھا، نہ جماع کرنا۔ بعض حضرات سے اس حکم میں بوجہ شدت اشتہاء کوتاہی ہوئی بایں طور کہ انہوں نے

رات کے وقت اپنی بیویوں سے جماع کرلیا۔ یہ آیت اس کوتاہی کی طرف اشارہ کررہی ہے۔اور ساتھ ہی جن حضرات سے یہ غلطی ہوئی تھی ان کی معافی کا اعلان کرکےآئندہ کے لیے یہ پابندی اٹھارہی ہے۔

فائدہ : (۲)

اس کا مطلب اکثرمفسرین نے یہ بتایاہے کہ بیوی سے جماع کرنے میں اولاد حاصل کرنے کی نیت رکھنی چاہیے جواللہ نے تقدیر میں لکھ دی ہے۔اور بعض حضرات نے یہ مطلب بھی بیان کیا ہے کہ جماع کے دوران وہی لذت طلب کرنی چاہیے جواللہ نے جائز قرار دی ہے،ناجائز طریقوں مثلاً غیرفطری طریقوں سے پرہیز کرنا چاہیے۔

فائدہ (۳) :

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ فقط عربی دانی قرآنی مفاہیم سمجھنے کیلئے کافی نہیں بلکہ استاد کی ضرورت ہرحال میں ضروری ہے۔

"تفسیر سراج المنیر" میں اس آیت سے خطیب شربینیؒ نے ایک اورمفید بات کی طرف رہنمائی فرمائی:

"وفی تجویز المباشرة فی جمیع اللیل دلیل علیٰ جواز تاخیر الغسل الی الفجر وصحة صوم الصبح جنبا (خطیب شربینی ج۱ص۱۴۱،۱۴۲)

فائدہ(٤): "ھن لباس" الخ عورت کومرد کا لباس کہا۔

اس کے تین مطلب ہیں: لباس بمعنی سکون کے ہے جیسے اللہ کا فرمان وجعل منھا زوجھا لیسکن الیھا (سورة الاعراف ۱۸۹)

وکما قیل لا یسکن شیء الی شیء کسکون احد الزوجین الی الاخر

۲...... سمی کل واحد من الزوجین لباسا ، لتجردھما عند النوم

وتعانقهما واجتماعهما فی ثوب واحد حتی یصیر کل واحد من الزوجین لصاحبه کالثوب الذی یلبسه .

قال الجعدی :

اذا ما الضجیع شیء عطفها تثنیت فکانت علی لباسا

۳...... ان کلاً منهما یستر حال صاحبه ویمنعه من الفجور ، کما جاء فی الخبر : (من تزوّج فقد احرز ثلثی دینه)

دوسرے معنی پر ال عمران کی آیت نمبر ۱۰۶، ۱۰۷ دال ہے۔

۱ ...... یوم "تبیض" وجوہ وتسود وجوہ فاما الذین اسودت وجوھھم اکفرتم بعد ایمانکم فذوقوا العذاب بما کنتم تکفرونo

(ال عمران ۱۰۶-۱۰۷)

ترجمہ: اس دن جب کچھ چہرے چمکتے ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ پڑ جائیں گے! چنانچہ جن لوگوں کے چہرے سیاہ پڑ جائیں گے ان سے کہا جائے گا کہ: کیا تم نے اپنے ایمان کے بعد کفر اختیار کرے، تو پھر اب مزہ چکھو اس عذاب کا، کیونکہ تم کفر کیا کرتے تھے"

فائدہ(۵):

اگر یہ یہودیوں کا ذکر ہے تو ایمان سے مراد ان کا تورات پر ایمان لانا ہے، اگر منافقین مراد ہیں تو ایمان کا مقصد ان کا زبانی اعلان ہے جس کے ذریعے وہ اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتے تھے۔ تیسرا احتمال یہ بھی ہے کہ خبردار اسلام کو چھوڑ نہ بیٹھنا، اس لیے یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو لوگ واقعۃً مرتد ہو جائیں گے، ان کا آخرت میں کیا حال ہوگا۔

۲ ...... واما الذین" ابیضت" وجوھھم ففی رحمة الله هم فیها خلدون

ترجمہ: دوسری طرف جن لوگوں کے چہرے چمکتے ہوں گے وہ اللہ کی رحمت

میں جگہ پائیں گے، وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

۳......تیسرے معنی پر سورۃ یوسف کی یہ آیت دال ہے۔

وتولی عنهم وقال یا اسفی علی یوسف وابیضت عیناہ من الحزن فھو کظیم (سورۃ یوسف:۸۴)

ترجمہ: اور (یہ کہہ کر) انہوں (یعنی یعقوب علیہ السلام) نے منہ پھیر لیا، اور کہتے تھے: ہائے یوسف! اور ان کی دونوں آنکھیں (روتے روتے) "سفید" پڑ گئی تھیں، اور وہ دل ہی دل میں گھٹے جاتے تھے۔

۴......چوتھے معنی پر سورہ اعراف کی آیت ۱۰۸، سورہ طٰہٰ ۲۲، سورہ الشعراء ۳۳، سورہ نمل ۱۲ اور سورہ قصص ۳۲ دال ہیں۔

۱......ونزع یدہ فاذا ھی "بیضاء" للناظرین (سورۃ اعراف:۱۰۸)

ترجمہ: اور اپنا ہاتھ (گریبان سے) کھینچا تو وہ سارے دیکھنے والوں کے سامنے یکا یک چمکنے لگا

۲...... واضمم یدک الی جناحک تخرج "بیضاء" من غیر سوء ایۃ اخری (سورۃ طہٰ ۲۱)

ترجمہ: اور اپنے ہاتھ کو اپنی بغل میں دباؤ وہ کسی بیماری کے بغیر "سفید" ہو کر نکلے گا۔ یہ (تمہاری نبوت کی) ایک اور نشانی ہوگی۔

۳...... ونزع یدہ فاذا ھی "بیضاء" للنظرین (سورۃ شعراء:۳۳)

ترجمہ: اور انہوں نے اپنا ہاتھ (بغل میں سے) کھینچ کر نکالا تو پھر میں وہ سب دیکھنے والوں کے سامنے "سفید" ہو گیا

۷...... وادخل یدک فی جیبک تخرج "بیضاء "من غیر سوء فی تسع ایت الی فرعون وقومہ انھم کانوا قوما فاسقین (سورۃ نمل:۱۲)

ترجمہ: اور اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں داخل کرو۔ تو وہ کسی بیماری کے بغیر ''سفید'' ہو کر نکلے گا، یہ دونوں باتیں ان نشانیوں میں سے ہیں جو فرعون اور اس کی قوم کی طرف (تمہارے ذریعے) بھیجی جا رہی ہیں۔

فائدہ: ان نشانیوں کا بیان (سورہ اعراف نمبر ۷، ۱۳۰، ۱۳۳) میں ہے۔

۵..... اسلک یدک فی جیبک تخرج "بیضاء" من غیر سوء واضمم الیک جناحک من الرھب فذانک برھانن من ربک الی فرعون وملائھم انھم کانوا قوما فسقین (سورۃ القصص ۳۲)

ترجمہ: اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈالو، وہ کسی بیماری کے بغیر چمکتا ہوا نکلے گا، اور ڈر دور کرنے کے لیے اپنا بازو اپنے جسم سے لپٹا لینا۔ اب یہ دو زبردست دلیلیں ہیں جو تمہارے پروردگار کی طرف سے فرعون اور اس کے درباریوں کے پاس بھیجی جا رہی ہیں۔ وہ بڑے نافرمان لوگ ہیں۔

٦..... پانچویں معنی پر سورۃ فاطر کی یہ آیت دال ہے۔

الم تر ان اللہ انزل من السماء ماء فاخرجنا بہ ثمرات مختلفا الوانھا ومن الجبال جدد" بیض" وحمر مختلف الوانھا وغرابیب سود .

(سورۃ الفاطر: ۲۷)

ترجمہ: کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے آسمان سے پانی اتارا، پھر ہم نے اس کے ذریعے رنگ برنگ کے پھل اگائے؟ اور پہاڑوں میں بھی ایسے ٹکڑے ہیں جو رنگ برنگ سفید اور سرخ ہیں اور کالے سیاہ بھی۔

٦..... چھٹے معنی پر سورہ صافات ۴٦ اور ۴۹ دال ہیں۔

یطاف علیم بکاس من معینo "بیضاء" لذۃ للشربینo

(سورۃ الصافات: ۴٦)

ترجمہ :ایسی لطیف شراب کے جام ان کے لیے گردش میں آئیں گے۔ جو سفید رنگ کی ہوگی، پینے والوں کے لیے سراپا لذت!

۲...... کانھن بیض مکنون (سورۃ الصافات:۴۹)

ترجمہ: (ان کا بے داغ وجود) ایسا لگے گا جیسے وہ (گردوغبار سے) چھپا کر رکھے ہوئے انڈے ہوں۔

فائدہ(٦): یہ حوریں ایسی ہوں گی جو اپنے شوہروں کے سوا کسی اور کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھیں گی۔ اور اس آیت کا ایک مطلب مفسرین نے یہ بتایا ہے کہ وہ اپنے شوہروں کی نگاہوں میں اتنی حسین ہوں گی کہ وہ ان کو دوسری عورتوں کی طرف مائل نہیں ہونے دیں گی۔

۳......کالا رنگ:

یہ تیسرا رنگ ہے جس کا ذکر قرآن مجید میں ۸ مرتبہ ۷ سات آیتوں میں آیا ہے۔

۱...... واحل لكم ليلة الصيام الرفث الى نسائكم هن لباس لكم وانتم لباس لهن علم الله انكم كنتم تختانون انفسكم فتاب عليكم وعفا عنكم فالان باشروهن وابتغوا ما كتب الله لكم وكلوا واشربوا حتى يتبين لكم الخيط الابيض من الخيط" الاسود" من الفجر ثم اتموا الصيام الى الليل ولا تباشروهن وانتم عاكفون فى المساجد تلك حدود الله فلا تقربوها كذلك يبين الله اياته للناس لعلهم يتقون (سورۃ البقرہ:۱۸۷)

۲...... يوم تبيض وجوه و"تسود" وجوه فاما الذين" اسودت" وجوههم اكفرتم بعد ايمانكم فذوقوا العذاب بما كنتم تكفرون

(سورۃ ال عمران:۱۰۶)

۳...... واذا بشر احدهم بالانثی ظل وجهه" مسودا" وهو کظیم

(سورۃ النحل ۵۸)

۴...... الم تر ان الله انزل من السماء ماء فاخرجنا به ثمرات مختلفا الوانها ومن الجبال جدد بیض وحمر مختلف الوانها وغرابیب "سود"○

(سورۃ الفاطر:۲۷)

۵...... ویوم القیامة تری الذین کذبوا علی الله وجوههم "مسوده" الیس فی جهنم مثوی للمتکبرین (سورۃ الزمر:۶۰)

۶...... واذا بشر احدهم بما ضرب للرحمن مثلا ظل وجهه" مسودا" وهو کظیم (سورہ زخرف:۱۷)

۷...... فجعله غثاء" احوی" (سورہ اعلیٰ:۵)

قرآن مجید میں کالے رنگ کے استعمالات:

۱......ظلمة اللیل

رات کی تاریکی

۲......لون وجوه اهل النار من العصاة والکفار والکذابین علی الله

قیامت کے دن نافرمانوں، کفار اور اللہ پر جھوٹ باندھنے والے کے چہروں کا رنگ

۳...... الکرب والحزن والهم

غم، تکلیف، پریشانی

۴...... الیبوسة والفناء

خشک ہوکر ختم ہونا

۵...... لون بعض الجبال

بعض پہاڑوں کا رنگ

ا...... پہلے معنی پر سورہ بقرہ کی یہ آیت دال ہے،

واحل لکم لیلة الصیام الرفث الی نسائکم هن لباس لکم وانتم لباس لهن علم الله انکم کنتم تختانون انفسکم فتاب علیکم وعفا عنکم فالان باشروهن وابتغوا ما کتب الله لکم وکلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط " الابیض " من الخیط الاسود من الفجر ثم اتموا الصیام الی اللیل ولا تباشروهن وانتم عاکفون فی المساجد تلک حدود الله فلا تقربوها کذلک یبین الله ایاته للناس لعلهم یتقون (سورۃ البقرہ:۱۸۷)

۲......دوسرے معنی پر ال عمران کی آیت نمبر ۱۰۶ اور سورہ زمر کی آیت نمبر ۷ دال ہے

ا ...... یوم تبیض وجوه و "تسود" وجوه فاما الذین " اسودت" وجوههم اکفرتم بعد ایمانکم فذوقوا العذاب بما کنتم تکفرون

(سورۃ ال عمران ۱۰۶)

۲......ویوم القیامة تری الذین کذبوا علی الله وجوههم "مسودة" الیس فی جهنم مثوی للمتکبرین (سورۃ الزمر:۶۰)

ترجمہ :اور قیامت کے دن تم دیکھو گے کہ جن لوگوں نے اللہ پر جھوٹ باندھا ہے، ان کے چہرے سیاہ پڑے ہوئے ہیں۔کیا جہنم ایسے متکبروں کا ٹھکانہ نہیں ہوگا؟

تیسرے معنی پر سورہ نحل کی آیت نمبر ۵۸ اور سورہ زخرف کی آیت نمبر ۱۷ دال ہے۔

ا ...... واذا بشر احدهم بالانثی ظل وجهه" مسودا " وهو کظیم (سورة النحل ۵۸)

ترجمہ: اور جب ان میں سے کسی کو بیٹی کی (پیدائش) کی خوش خبری دی جاتی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے، اور وہ دل ہی دل میں کڑھتا رہتا ہے۔

۲ ...... واذا بشر احدهم بما ضرب للرحمن مثلا ظل وجهه مسودا

وھو کظیم (سورۃ زخرف ۱۷)

ترجمہ: حالانکہ ان میں سے کسی کو جب اس (بیٹی) کی (ولادت) کی خوشخبری دی جاتی ہے جو اس نے خدائے رحمٰن کی طرف منسوب کر رکھی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے، اور وہ دل ہی دل میں گھٹتا رہتا ہے۔

۴...... چوتھے معنی پر سورہ اعلیٰ کی یہ آیت دال ہے

فجعله غثاء احوی (سورہ الاعلیٰ:۵)

ترجمہ: پھر اسے کالے رنگ کا کوڑا بنا دیا۔

فائدہ: اشارہ اس طرف ہے کہ اس دنیا میں ہر چیز اللہ تعالیٰ نے ایسی بنائی ہے کہ کچھ عرصے اپنی بہار دکھانے کے بعد وہ بدشکل اور پھر فنا ہو جاتی ہے۔

۵...... پانچویں معنی پر سورہ فاطر کی یہ آیت دال ہے۔

الم تر ان الله انزل من السماء ماء فاخرجنا به ثمرٰت مختلفا الوانها ومن الجبال جدد بیض وحمر مختلف الوانها وغرابیب سود٥

(سورۃ الفاطر:۲۷)

ترجمہ: کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے آسمان سے پانی اتارا، پھر ہم نے اس کے ذریعے رنگ برنگ کے پھل اگائے؟ اور پہاڑوں میں بھی ایسے ٹکڑے ہیں جو رنگ برنگ کے سفید اور سرخ ہیں، اور کالے سیاہ بھی۔

۴...... اللون الاخضر : (سبز رنگ)

یہ چوتھا رنگ ہے جس کا ذکر قرآن مجید میں ۸ آٹھ مرتبہ ۸ آٹھ آیتوں میں آیا ہے۔

۱...... وھو الذی انزل من السماء ماء فاخرجنا به نبات کل شیء فاخرجنا منه "خضرا" نخرج منه حبا متراکبا ومن النخل من طلعها قنوان دانیة وجنات من اعناب والزیتون والرمان مشتبها وغیر متشابه

انظروا الی ثمرہ اذا اثمر وینعه ان فی ذلکم لایات لقوم یؤمنون

(سورۃالانعام:۹۹)

۲...... وقال الملک انی اری سبع بقرات سمان یاکلھن سبع عجاف وسبع سنبلات " وخضر " واخریابسات یاایھا الملاء افتونی فی رؤیای ان کنتم للرویا تعبرون (سورۃیوسف:۴۳)

۳...... یوسف ایھا الصدیق افتنا فی سبع بقرات سمان یأکلھن سبع عجاف وسبع سنبلات "خضر "واخر یابسات لعلی ارجع الی الناس لعلھم یعلمون (سورۃیوسف:۴۶)

۴...... اولئک لھم جنات عدن تجری من تحتھم الانھار یحلون فیھا من اساور من ذھب ویلبسون ثیابا "خضرا "من سندس واستبرق متکئین فیھا علی الارائک نعم الثواب وحسنت مرتفقا

(سورۃالکھف:۳۱)

۵......الم تر ان اللہ انزل من السماء ماء فتصبح الارض " مخضرۃ" ان اللہ لطیف خبیر (سورہالحج:۶۳)

۶...... الذی جعل لکم من الشجر" الاخضر" نارا فاذا انتم منه توقدون

(سورۃیٰس:۸۰)

۷...... متکین علی رفرف" خضر" وعبقری حسان (سورہرحمٰن:۷۶)

۸...... عالیھم ثیاب سندس" خضر" واستبرق وحلوا اساور من فضة وسقاھم ربھم شرابا طھورا (سورۃالانسان:۲۱)

قرآن مجید میں سبز رنگ کے استعمالات:

۱...... لون الشجر والزرع والارض بعد نزول المطر
درختوں، کھیتوں کا سبزہ اور زمین کا رنگ بارش برسنے کے بعد

۲...... لباس اهل الجنة ولباس الوالدان المخلدون فی الجنة والنعیم فیها.
اھل جنت اور وہاں کے دائمی معصوم خدمت گاروں کے لباس کا رنگ۔

۳...... لون اغطیة وسائد اهل الجنة
جنتوں کے اوڑھنے اور تکیوں کا رنگ

استشھاد:

۱...... پہلے معنی پر سورہ انعام آیت ۹۹، سورہ یوسف آیت ۴۳ اور ۴۶، سورہ حج ۶۳، یٰس ۸۰، دال ہیں۔

۱ ...... وهو الذی انزل من السماء ماء فاخرجنا به نبات کل شیء فاخرجنا منه" خضرا" نخرج منه حبا متراکبا ومن النخل من طلعها قنوان دانیة وجنات من اعناب والزیتون والرمان مشتبها وغیر متشابه انظروا الی ثمره اذا اثمر وینعه ان فی ذلکم لایات لقوم یؤمنون

(سورۃ الانعام:۹۹)

ترجمه : اللہ وہی ہے جس نے تمہارے لیے آسمان سے پانی برسایا۔ پھر ہم نے اس کے ذریعے ہر قسم کی کونپلیں اگائیں۔ ان (کونپلوں) سے ہم نے سبزیاں پیدا کیں جن سے ہم تہہ بر تہہ دانے نکالتے ہیں، (جیسے گندم اور چاول وغیرہ) اور کھجور کے گابھوں سے پھلوں کے وہ گچھے نکلتے ہیں جو (پھل کے بوجھ سے) جھکے جاتے

ہیں، اور ہم نے انگوروں کے باغ اگائے ، اور زیتون اور انار جو ایک دوسرے سے ملتے جلتے بھی ہیں اور ایک دوسرے سے مختلف بھی۔ جب یہ درخت پھل دیتے ہیں تو ان کے پھلوں اور ان کے پکنے کی کیفیت کو غور سے دیکھو۔ لوگو! کو ان سب چیزوں میں بڑی نشانیاں ہیں (مگر) ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائیں۔

۲...... وقال الملک انی اری سبع بقرات سمان یأکلھن سبع عجاف وسبع سنبلات "خضر" واخر یابسات یا ایھا الملاء افتونی فی رؤیای ان کنتم للرویا تعبرون (سورۃ یوسف:۴۳)

ترجمہ: اور (چند سال بعد مصر کے) بادشاہ نے (اپنے درباریوں سے) کہا کہ میں (خواب میں) کیا دیکھتا ہوں کہ سات موٹی تازی گائیں ہیں جنہیں سات دبلی پتلی گائیں کھا رہی ہیں، نیز سات خوشے "ہرے" بھرے ہیں، اور سات اور ہیں جو سوکھے ہوئے ہیں۔

اے درباریو! اگر تم خواب کی تعبیر دے سکتے ہو تو میرے اس خواب کا مطلب بتاؤ"

۳...... یوسف ایھا الصدیق افتنا فی سبع بقرات سمان یأکلھن سبع عجاف وسبع سنبلت" خضر" واخر یبست لعلی ارجع الی الناس لعلھم یعلمون (سورۃ یوسف:۴۶)

ترجمہ: (چنانچہ اس نے قید خانے میں پہنچ کر یوسف سے کہا) یوسف! اے وہ شخص جس کی ہر بات سچی ہوتی ہے! تم ہمیں اس (خواب) کا مطلب بتاؤ کہ سات موٹی تازی گائیں ہیں جنہیں سات دبلی پتلی گائیں کھا رہی ہیں ؛ اور سات خوشے "ہرے" بھرے ہیں ، اور دوسرے سات اور ہیں جو سوکھے ہوئے ہیں، شاید میں لوگوں کے پاس واپس جاؤں (اور انہیں خواب کی تعبیر بتاؤں) تا کہ وہ بھی حقیقت جان لیں"

۴......الم تر ان الله انزل من السماء ماء فتصبح الارض مخضرة ان الله لطیف خبیر (سورہ الحج:۶۳)

ترجمہ: کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے آسمان سے پانی اتارا، جس سے زمین ''سرسبز'' ہو جاتی؟ حقیقت یہ ہے کہ اللہ بڑا مہربان، ہر بات سے باخبر ہے۔

۵...... الذی جعل لکم من الشجر الاخضر نارا فاذا انتم منه توقدون (سورۃ یٰسٓ:۸۰)

ترجمہ: وہی ہے جس نے تمہارے لیے ''سرسبز'' درخت سے آگ پیدا کردی ہے، پھر تم ذرا سی دیر میں اس سے سلگانے کا کام لے لیتے ہو۔

فائدہ (۱): عرب میں دو درخت ہوتے تھے، ایک مرخ اور دوسرا عفار، اہل عرب ان سے چقماق کا کام لیتے تھے، اور ان کو ایک دوسرے کے ساتھ رگڑنے سے آگ پیدا ہو جاتی تھی (حالانکہ اس عمل سے ان لکڑیوں کا ٹپکتا ہوا پانی بھی مانع نہ بنتا)۔ فرمایا یہ جا رہا ہے کہ جس ذات نے ایک سرسبز درخت سے آگ پیدا کردی ہے، اس کے لیے دوسرے جمادات میں زندگی پیدا کر دینا کیا مشکل ہے؟

دوسرے معنی پر سورہ کہف کی یہ آیت دال ہے

اولئک لهم جنات عدن تجری من تحتهم الانهار یحلون فیها من اساور من ذهب ویلبسون ثیابا "خضرا" من سندس واستبرق متکئین فیها علی الارائک نعم الثواب وحسنت مرتفقا

(سورۃ الکہف:۳۱)

ترجمہ: یہ وہ لوگ ہیں جن کیلئے ہمیشہ رہنے والے باغات ہیں، ان کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی۔ ان کو وہاں سونے کے کنگنوں سے مزین کیا جائے گا، وہ اونچی مسندوں پر تکیہ لگائے ہوئے باریک اور دبیز ریشم کے کپڑے پہنے ہوں گے۔ کتنا

بہترین اجراور کیسی حسین آرام گاہ!

۳......تیسرے معنی پر سورہ رحمٰن آیت ۷۶ اور سورہ الانسان آیت ۲۱ دال ہے۔

۱ ......متکئین علی رفرف "خضر" وعبقری حسان

(سورۃ الرحمٰن:۷۶)

ترجمہ: وہ (جنّتی) سبز رفرف اور عجیب وغریب قسم کے خوبصورت فرش پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے۔

ای متکئین علی وسائد ذوات اغطیۃ خضر و فرش حسان

فائدہ (۲): رفرف نقش ونگار والے قالین کو کہتے ہیں۔ یہاں یہ واضح رہنا چاہیے کہ جنت کی نعمتوں میں سے جن جن چیزوں کا ذکر فرمایا گیا ہے، اگر چہ دنیا میں بھی ان کے وہی نام ہیں جو ان آیات میں مذکور ہیں۔ لیکن ان کی حقیقت ان کا حسن اوران کی لذت دنیا کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہوگی، کیونکہ صحیح حدیث کے مطابق اللہ تعالی نے اپنے نیک بندوں کے لیے ایسی نعمتیں تیار فرمائی ہیں جو آج تک نہ کسی آنکھ نے دیکھی ہیں، نہ کسی کان نے سنی ہیں، اور نہ کسی کے دل پر ان کا خیال گزرا ہے۔

اللہ تعالی ہم سب کو ان سے بہرہ ور فرمائیں۔آمین۔

۲ ......عالیھم ثیاب سندس "خضر" واستبرق وحلوا اساور من فضۃ وسقاھم ربھم شرابا طھورا (سورۃ الانسان:۲۱)

ترجمہ: ان کے اوپر باریک ریشم کا سبز لباس اور دبیز ریشم کے کپڑے ہوں گے اور انہیں چاندی کے کنگنوں سے آراستہ کیا جائے گا، اور ان کا پروردگار انہیں نہایت پاکیزہ شراب پلائے گا۔

۵......اللون الازرق: (نیلا رنگ)

یہ پانچواں رنگ ہے جس کا ذکر قرآن مجید میں ایک مرتبہ ایک آیت میں آیا ہے

قال اللہ تعالی :

یوم ینفخ فی الصور ونحشر المجرمین یومئذ "زرقا"

(سورۃ طہ:۱۰۲)

نیلے رنگ کے استعمالات قرآن مجید میں:

۱ ...... لون وجوہ الکافرین عند الحشر من شدۃ اھول ذلک الیوم

ترجمہ: کافروں کے چہروں کا رنگ قیامت کی سختیوں کی اور اس کی ہولناکیوں کی وجہ سے

۲ ...... الخوف الرھبة والوجل

خوف، دہشت، ڈر

استشہاد:

یوم ینفخ فی الصور ونحشر المجرمین یومئذ زرقا (سورۃ طہٰ:۱۰۲)

ترجمہ: جس دن صور پھونکا جائے گا، اور اس دن ہم سارے مجرموں کو گھر کر اس طرح جمع کریں گے وہ نیلے پڑے ہوں گے

٦ ......اللون الاحمر : (لال رنگ)

یہ چھٹا رنگ ہے جس کا ذکر قرآن مجید میں ایک مرتبہ ایک آیت میں آیا ہے۔

قال اللہ تعالی :

الم تر ان اللہ انزل من السماء ماء فاخرجنا بہ ثمرات مختلفا الوانھا ومن الجبال جدد بیض و "حمر" مختلف الوانھا وغرابیب سود

(سورۃ الفاطر:۲۷)

سرخ رنگ کے استعمالات قرآن مجید میں:

ا ...... لون قطع بعض الجبال
بعض پہاڑوں کے رنگ

۲ ...... الوان الثمار بالاشجار
بعض درختوں کے پھولوں کا رنگ۔

استشہاد:

الم تر ان الله انزل من السماء ماء فاخرجنا به ثمرات مختلفا الوانها ومن الجبال جدد بيض و "حمر" مختلف الوانها وغرابيب سود

(سورہ القاطر:۲۷)

ترجمہ: کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے آسمان سے پانی اتارا۔ پھر ہم نے اس کے ذریعے رنگ برنگ کے پھل اگائے؟ (جن میں بعض "سرخ" بعض ہرے، بعض کالے وغیرہ) اور پہاڑوں میں بھی ایسے ٹکڑے ہیں جو رنگ برنگ کے سفید اور سرخ ہیں، اور کالے سیاہ بھی۔

۷ ......اللون الوردی : (گلابی رنگ)

یہ ساتواں رنگ ہے جس کا ذکر قرآن مجید میں ایک مرتبہ ایک آیت میں آیا ہے۔

قال الله تعالى :

فاذا انشقت السماء فكانت "وردة" كالدهان

(سورۃ الرحمٰن:۳۷)

گلابی رنگ کے استعمالات قرآن مجید میں:

ا ......لون السماء عند انشقاقها وتفطرها يوم القيامة
آسمان کا رنگ قیامت کے دن پھٹنے کے وقت

فاذا انشقت السماء فکانت" وردة "کالدھان (سورہ رحمٰن ۳۷)

عرض (وہ وقت آئے گا) جب آسمان پھٹ پڑے گا، اور لال چمڑے کی طرح سرخ گلاب بن جائے گا۔

۸......اللون الاخضر المسود (تیز سبز رنگ جو شدت سبزے سے سیاہ نظر آتا ہے)۔

یہ آٹھواں رنگ ہے جس کا ذکر قرآن مجید میں میں ایک آیت میں ایک مرتبہ ہی آیا ہے:

قال اللہ تعالیٰ : "مدھامتن" (سورۃ الرحمٰن ۶۴)

تیز سبز رنگ کے استعمالات قرآن مجید میں:

ا ...... اللون الخضرة فی الجنة وقد اشتدت مالت للسواد.

جنت کے باغات کے سبزے کا رنگ جو کثرت سبزے سے سیاہی کی طرف مائل ہو۔

"مدھامتن"

(سورۃ الرحمٰن ۶۴)

ترجمہ: دونوں (یعنی باغات) سبزے کی کثرت سے سیاہی کی طرف مائل!

فائدہ : سبزہ جب خوب گھنا اور گہرا سبز ہو جائے تو وہ دور سے سیاہی مائل نظر آتا ہے یہ اسی کیفیت کی طرف اشارہ ہے۔

تمت بالخیر

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے علم و معرفت کے رنگ میں رنگ دیں۔

آمین